فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

صدائے دل

(جلد چہارم)

مجموعۂ مواعظ

مفکر ملت حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم
سابق رئیس دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، سورت، گجرات

ترتیب وتعلیق

اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی عفا اللہ عنہ
خادمِ حدیث وافتا دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

تفصیلات

نام کتاب	:	صدائے دل (جلد چہارم)
افادات	:	مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دام ظلہٗ
ترتیب وتعلیق	:	اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی کوساڑی
باہتمام	:	حضرت مولانا اسماعیل صاحب پٹیل زید مجدہٗ
پہلا ایڈیشن	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق فروری ۲۰۱۸ء
کمپوزنگ وسیٹنگ	:	محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا
صفحات	:	۴۰۰
تعداد	:	۱۱۰۰
ناشر	:	شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی
قیمت	:	۱۲۰/روپے

کتاب ملنے کے پتے

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی، جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ ۳۹۴۱۱۵ تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات

... مولانا عبدالرحمن صاحب پٹیل کاپودروی، جامعہ اکل کوا 09687750138

Hafez Ibrahim Patel Tel. 00447973473392

27 Tudor Rd. Eastham 07878266307

London, E6 1DP (UK)

نہ زباں کوئی غزل کی نہ زباں سے باخبر میں
کوئی دل کُشا صدا ہو ، عجمی ہو کہ تازی
(حکیم مشرق محمد اقبالؒ)

****

میری ہر غزل کے رُباب سے نکل رہی ہے صدائے دل
تو کسی کا دل نہ دکھائیو کوئی لاکھ تیرا دکھائے دل
(کلیم عاجزؔ)

اجمالی فہرست

سُخنِ اوّلیں	۲۴
اعتذار وتشکر	۲۷
تعلیمی، تربیتی اور فکری بیداری فنی اساتذۂ کرام ہی پیدا کر سکتے ہیں	۲۹
اکابرین سے کٹ کر ترقی کا حصول صرف خواب وخیال ہے	۹۷
حالات کا رخ موڑنے والے علما کی ضرورت ہے	۱۳۱
تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۵۹
انسانیت کی مسیحائی کرنے والے اداروں کی ضرورت ہے	۱۸۳
قیام مدارس کا مقصد	۱۹۵
نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر	۲۰۳
دینی دعوت کی بصیرت	۲۲۹
دعوتِ اسلام کے لیے مختلف زبانوں کی تحصیل	۲۶۱
سیرت پاک کے تئیں ہماری ذمہ داریاں	۲۸۳
اسلام کا نظام نکاح	۲۹۳
فکر آخرت	۳۰۷
رمضان اصلاحِ باطن کا مکمل نظام	۳۲۳
امریکہ ویورپ میں حفظ قرآن وتجوید کا فیض	۳۵۷
استقبالیہ کلمات	۳۶۷
دل کی دنیا آباد کرنے والے مراکز کی ضرورت ہے	۳۷۳
موجودہ حالات میں امت کو ایک اہم پیغام	۳۷۹

تفصیلی فہرست

(۱)تعلیمی، تربیتی اور فکری بیداری فنی اساتذۂ کرام ہی پیدا کرسکتے ہیں	۲۹
اجلاس کے انعقاد کی وجوہات	۳۱
ایک تکلیف دہ واقعہ	۳۲
قوتِ فکر وعمل پہلے فنا ہوتی ہے	۳۳
ایک ناظمِ مدرسہ کا جملہ	۳۳
مکمل سمجھ لینا غلطی ہے	۳۴
دراصل کوتاہی ہماری ہے	۳۶
اساتذہ شفقت کے ساتھ ذہن سازی کریں	۳۶
۳۵/سالہ تجربہ	۳۷
سیدنا امام شافعیؒ کی جگر سوزی	۳۸
ہمارا مزاج جگر پاشی کا نہیں رہا	۳۹
امام اعظمؒ کا واقعہ	۴۰
طلبا میں اب بھی صلاحیتیں ہیں	۴۰
رجال سازی میں ہم ناکام ہیں	۴۱
نئی کتابوں سے ہمارے احباب ناواقف ہیں	۴۲

طلبا پر ہماری کمزوریاں اثر انداز ہوں گی	۴۴
مثالی تربیت	۴۴
چارزانو نہیں بیٹھنے دیتے تھے	۴۵
شیخ محمود کا ''ض'' کو ''ز'' پڑھنے پر غصہ	۴۵
اساتذہ بیدار مغز ہوں	۴۷
مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کا انداز	۴۷
خارجی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق بھی ضروری ہے	۴۸
نئی کتب منگوائی جائے	۵۰
کیرالہ کے ایک عالم نے میری آنکھیں کھول دیں	۵۲
ذی استعداد استاذ ہی طلبہ کو بنا سکتا ہے	۵۳
فلاحِ دارین ترکیسر کا میرا ایک تجربہ	۵۴
ثقافت ومعلومات کا تبادلہ کمیاب ہے	۵۵
اساتذۂ کرام کی تعلیمی انجمن ہو	۵۶
مسجدِ عائشہ کے سامنے چند کتابیں	۵۷
اساتذہ کا اپنا کتب خانہ ہو	۵۷
مدینہ منورہ کی لائبریری	۵۸
ناظم کتب خانہ زحمت کریں	۵۸
رسائل میں دو چیزیں دیکھیں	۵۹

دونئی کتابیں برائے اساتذہ ۶۰
کتاب کو چاٹ لینے کا مزاج بنائیں ۶۱
حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے مطالعہ کا انداز ۶۱
زمانہ کے فرق کے ساتھ سب طالب علم ہیں ۶۲
پروفیسر شمیم صاحب کا شکوہ ۶۳
میں صبح سے شام تک مطالعہ کرتا ہوں ۶۳
بیرونی ممالک میں اکثر ہمارے ہی فضلا ہیں ۶۴
بخاری نے ترجمۃ الباب باندھا ہے ۶۴
نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر ۶۵
ایک عالم کے سوال نے مجھے شرمسار کردیا ۶۷
مقصد تربیت ہے تعلیم نہیں ۶۸
ترکیسر سے ایک مشکاۃ کے طالب علم کا اخراج ۶۹
مردہ لاشیں کچھ نہیں کرسکتیں ۶۹
کوالٹی اچھی بنائیں ۷۰
تربیت سازی پر پوری توجہ دیں! ۷۰
دلکش مقامات پر لے جاکر بچوں کی تربیت کریں ۷۰
اسکول کے نصاب تعلیم پر نظر رکھئے ۷۱
اکابر کے مجاہدات ۷۲

حسد و کبر دو خطرناک بیماریاں ۷۳
ابتدائی تعلیم کے دور کا ایک واقعہ ۷۴
اکل کوا کا مثالی اندازِ تربیت ۷۵
کام کرنے والے اپنے اوزار رکھتے ہیں ۷۵
مولوی کتابیں کیوں نہیں رکھتا ۷۶
طالب علم کو کتابیں خریدنے کا عادی بناؤ ۷۶
تجربہ کرلیں ۷۷
سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرائیے ۷۸
سیرت اسوۂ حسنہ ہے ۷۹
"اقرأ تتحسن لغتک العربیۃ" ایک بہترین رسالہ ۸۰
میں اطراف کے اساتذہ کو عربی کے رسائل دیتا ہوں ۸۰
اساتذہ عملاً اپنی انجمن کا آغاز کریں ۸۱
کچھ کتابوں کا تعارف ۸۱
کتابیں مانگنے پر دینی چاہیے ۸۲
مسجدِ عائشہ میں "دارالمطالعہ" ۸۲
المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم ومفردات کا تقابل ۸۳
حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی نصیحت ۸۴
"النحو الواضح" کا تجزیہ ۸۴

کتاب نہیں اصل استاذ ہے ۸۵
ایک تبسم آمیز واقعہ ۸۵
مدرسین فن کی چھوٹی بڑی کتابیں دیکھیں ۸۶
ہمارے اساتذہ طلبا کو متوجہ رکھتے تھے ۸۶
اساتذہ خود محتسب ہوں ۸۷
کمیٹی برائے نگرانی ۸۸
ہر مہینہ کی مقدار خواندگی متعین کریں ۸۹
ہمارا پیغام ذمہ دارانِ مدارس کو پہنچا دیں ۸۹
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں! ۹۰
توحید و رسالت کی دعوت دیں ۹۲
اخلاقی تعلیم کا فقدان ۹۳
اخلاق عروج بخشتا ہے ۹۳
ایک انقلاب آفریں جملہ ۹۵
آخری پیغام ۹۵
معذرت ۹۶
(۲) اکابرین سے کٹ کر ترقی کا حصول صرف خواب وخیال ہے ۹۷
ہمارا دائرۂ کار محدود ہے ۹۸
تیری فکر میں وہ بلندیٔ پرواز نہیں ۹۹

اس طوفانِ بلاخیز میں امت کے سفینے کا ناخدا ۹۹
اس مردِ درویش نے حالات کا رخ موڑ دیا ۱۰۰
حضرت نانوتویؒ کا مشن اور اس کا مقصد ۱۰۱
ہمارے اسلاف کون ہیں؟ ۱۰۲
میں ہندوستان کے مسلمانوں کو چھوڑ نہیں سکتا ۱۰۳
حضرت مدنیؒ کی آہِ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی ۱۰۴
وہ امام اکبر تھے لیکن سادگی کا بھی یہ عالم تھا ۱۰۵
ہماری سرد مہری ۱۰۶
ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی ۱۰۷
خرقہ پوش ممبر آف پارلیمنٹ ۱۰۸
جوہر اور آزاد کون تھے؟ ۱۰۸
یہ دور تہذیبوں کے تصادم کا دور ہے ۱۰۹
یہ غفلت کسی طرح روا نہیں ہے ۱۱۰
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند ۱۱۱
علما ہی امت کے رہبر بن سکتے ہیں ۱۱۱
تبادلۂ ثقافت علم کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے ۱۱۲
اپنے ذہنوں میں وسعت پیدا کریں ۱۱۲
اس خوابِ گراں سے بیدار ہو جاؤ ۱۱۳

کیا جانے اسے یہ دو رکعت کے امام ۱۱۴

باقلبِ بریاں و باچشمِ گریاں ۱۱۵

تو راہِ عزیمت کا راہ رو بن جا ۱۱۶

پرعزم اور پر اعتماد رہیے ۱۱۶

گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں ۱۱۶

مادری زبان میں بامقصد اخبار ایک قومی ضرورت ہے ۱۱۷

شادی کا دعوت نامہ تھا یا کیلنڈر؟ ۱۱۷

ایسے کارخانے بھی بناؤ جن سے مسلمان خود کفیل بن سکیں ۱۱۸

تعلیم اور اقتصادیہ قوم کا بنیادی ڈھانچہ ہے ۱۱۸

خدمتِ خلق کے ذریعے لوگوں کے لیے رحمت بنئے ۱۱۹

سیرت کی کتابوں کا مطالعہ بھی ہماری ضرورت ہے ۱۲۰

اکابر کی کتابوں کے مطالعے کا معمول بنائیے ۱۲۱

کتاب کو پڑھ کر حالات سمجھو ۱۲۲

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں ۱۲۲

ہم تو درختوں کے نیچے بیٹھ کر بھی پڑھا لیں گے ۱۲۴

علم وثقافت کی اشاعت کے لیے ایک بہترین وسیلہ ۱۲۴

علمی جہاں کا یہ انداز بھی دیکھو ۱۲۵

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ۱۲۶

تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں ۱۲۷

طلبہ کے فارغ اوقات بھی ضائع نہ ہونے چاہیے ۱۲۸

یہ طلبہ قوم کے جگر کے ٹکڑے ہیں ۱۲۹

(۳) حالات کا رخ موڑنے والے علما کی ضرورت ہے ۱۳۱

حالات کی سنگینی اور علمائے کرام کی ذمہ داری ۱۳۲

ہمارے اکابر کی بے مثال حکمت عملی ۱۳۳

قیامِ مدارس کا مقصد اور ہماری بے توجہی ۱۳۵

علما کی بیداری کے لیے عملی مہم ۱۳۵

بزمِ مبادلۃ الثقافۃ کا قیام ۱۳۶

سیرت کا مطالعہ ۱۳۷

چند کتابیں جن کا مطالعہ ہر داعی کی ضرورت ہے ۱۳۸

قیامِ دارالعلوم کا مقصد ۱۳۹

جامعہ قاسمیہ کھروڑ کے قیام کے موقع پر مفکر ملت مدظلہ کے مشورے ۱۴۰

اکثر عبقری شخصیات خاکدانِ دیہات سے اٹھیں ۱۴۱

حلقے بنانے کا مقصد ۱۴۲

ماضی سے عبرت حاصل کر کے حال کی تعمیر ۱۴۳

گرد و پیش کے حالات پر نظر رکھیں ۱۴۴

مدارس دشمنی ۱۴۵

ابنائے قاسم کے بلند حوصلے ۱۴۶
کچھ نئی کتابوں کا تعارف ۱۴۷
ایک قابلِ اخذ بات ۱۴۹
تدریس کا ایک نادر اسلوب ۱۴۹
دماغ کے بند دریچوں کو وا کریں ۱۵۰
"خذ ما صفا ودع ما کدر" ۱۵۱
تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں ۱۵۲
تربیت کا نرالا انداز ۱۵۲
صحابۂ کرامؓ کی سادگی ۱۵۴
رائے طلبی ۱۵۶
حکیم الاسلامؒ کی بے مثال شخصیت ۱۵۷
(۴) تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۵۹
اسلامی تحریکیں اور ان کے اثرات ۱۶۱
پناما کا سفر باعث صد عبرت ۱۶۱
اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں ۱۶۳
ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست شاید کہ پلنگے خفتہ باشد ۱۶۴
اسلام مخالف سازشوں کا جال ۱۶۵
مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر تبصرے مت کیجیے ۱۶۸

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ۱۶۹
اسلام سراپا نورانی نظام ۱۷۰
شانِ نزول ۱۷۱
اسلام کا نیا چہرہ ۱۷۲
یتیموں کا والی غریبوں کا مولیٰ ۱۷۴
رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شفقت ۱۷۵
محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کامیابی کی ضامن ۱۷۷
الإنسانُ عبدُ الإحسان ۱۷۸
شخصیت سازی کا ایک اہم گُر ۱۷۹
بیت طیب میں ذریت طیبہ ۱۷۹
جہاں جاتے ہیں تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں ۱۸۰
گدڑی میں لعل پنہاں ہے ۱۸۱
(۵) انسانیت کی مسیحائی کرنے والے اداروں کی ضرورت ہے ۱۸۳
تعلیم کا مقصد ۱۸۵
انسان کا امتیاز ۱۸۶
علم میں پختگی اور زندگی میں سادگی ۱۸۷
اخلاق کا بگاڑ ۱۸۸
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں ۱۸۹

مسلم مجاہدین آزادی کے سلسلہ میں برادرانِ وطن کی کھلی تنگ نظری ۱۹۰
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ ۱۹۱
محبت فاتح عالم ۱۹۲
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے ۱۹۳
(۶) قیامِ مدارس کا مقصد ۱۹۵
مدارس مفکر اسلام کی نظر میں ۱۹۶
حضرت باندویؒ کی عظیم قربانی ۱۹۷
قربانی کا انعام ۱۹۸
بانیانِ فلاحِ دارین کے اخلاص کا ثمرہ ۱۹۹
فضلائے کرام کو آخری پیغام ۲۰۰
فضلائے کرام کی اہم ذمہ داری ۲۰۲
(۷) نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر ۲۰۳
خراج محبت ۲۰۵
مولانا تقی الدین ندوی ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی کی نظر میں ۲۰۶
موہوب من اللہ شخصیت ۲۰۷
حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب کی نظر میں ۲۰۹
ایک اہم سبق ۲۱۰
مدارس کی ابتر حالت ۲۱۱

اکابر کے مجاہدات ۲۱۲
اللہ کی قدرت کی عظیم نشانی ۲۱۵
حفظ قرآن کے حیرت انگیز نمونے ۲۱۶
ایک بچہ کا حیرت ناک حافظہ ۲۱۷
عربی زبان پر قدرت حاصل کرنے کا ایک بہترین طریقہ ۲۱۸
رائد اللغة العربية ۲۱۹
اچھے قطعات اور الفاظ کو محفوظ کریں ۲۱۹
حضرت مفکر اسلامؒ کی ادبی خصوصیات ۲۲۱
مولانا احمد علی سہارن پوریؒ کے حاشیۂ بخاری کی اشاعت ۲۲۲
ڈاکٹر ابولبابہ صاحب کی رائے ۲۲۴
عند اللہ مسئولیت کا احساس پیدا کریں ۲۲۶
(۸) دینی دعوت کی بصیرت ۲۲۹
خاتم الرسلؐ کی امت خاتم الامم ۲۳۱
داعیانِ اسلام کا امتداد ۲۳۲
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان ۲۳۳
پہنچا تیرا آوازہ ہر ایک شہر میں ۲۳۴
صوفیا کے ہاتھوں تبلیغِ اسلام ۲۳۶
تصوف و دعوت کا باہمی جوڑ ۲۳۷

داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گزینی ۲۳۸
تصوف داعی کا وظیفۂ حیات ہے ۲۳۹
دین کے کسی بھی شعبہ کو کمتر نہ سمجھیں ۲۴۰
دین کی فکر اتحاد و مودت کی بنیاد ہے ۲۴۲
دعوت کے مختلف شعبے ۲۴۵
ایک بے مثال نکتہ ۲۴۷
حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کا ایک اہم ملفوظ ۲۴۸
دل کے دریچے سے ۲۴۹
داعی الی اللہ کے اوصاف ۲۵۰
تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ۲۵۱
یہ بھی داعی ہی کے کام ہیں ۲۵۲
دعوت داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں ۲۵۴
کچے توے پر روٹی مت ڈالو ۲۵۵
تو برائے وصل کردن آمدی ۲۵۶
اللہ کا نام غفلت میں بھی رنگ لائے بغیر نہیں رہتا ۲۵۷
حکیمانہ دعوت کا بے مثال نمونہ ۲۵۷
پیامِ محبت ۲۵۸
اعتذار ۲۵۹

(۹) دعوتِ اسلام کے لیے مختلف زبانوں کی تحصیل ۲۶۱
دار العلوم فلاحِ دارین کی تاسیس ۲۶۲
حضرت مفکر اسلامؒ سے وابستگی ۲۶۳
فلاحِ دارین کا نصاب دیوبند و ندوہ کا معجون مرکب ۲۶۴
مدارس اسلامیہ کا مقصد ۲۶۴
اہلِ ندوہ کی روشن فکر ۲۶۵
کتب خانوں کی سیر ۲۶۶
نئے آفاق کی تلاش ۲۶۹
تخریبی ادب ۲۷۰
عربوں کو دعوت ۲۷۲
حکمت عملی سے کام لیں ۲۷۴
سیرت پاک پر کچھ اہم کتابیں ۲۷۴
متنبی کی عربی زبان پر قدرت ۲۷۶
کینیڈا کی ایک قابل ذکر یونی ورسٹی ۲۷۷
صلاحیت سازی کے تین اہم گر ۲۷۸
اسلام کا اقتصادی نظام ۲۷۹
خارجی کتابوں کا مطالعہ کریں ۲۸۰
لوحِ دل پر یہ نقش کرلیں ۲۸۱
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے جاں ہو اپنی پیاری ۲۸۲

(۱۰) سیرت پاک کے تئیں ہماری ذمہ داریاں ۲۸۳
ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں ۲۸۴
دیگر مذاہب کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ ۲۸۶
علمائے برما کو پیغام ۲۸۷
سیرت پہ سیمینار ۲۸۸
عشق نبوی کی عظیم مثال ۲۸۹
صدر اجلاس کا حال ۲۹۰
سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری بے اعتنائی ۲۹۱
(۱۱) اسلام کا نظام نکاح ۲۹۳
دو قسم کے رجحانات ۲۹۴
اعتدال اسلام کا امتیازی وصف ہے ۲۹۵
اسلام میں رہبانیت نہیں ہے ۲۹۶
اسلام میں فطرت انسانی کی رعایت ۲۹۷
نکاح کے سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات ۲۹۷
مال میں بے جا اسراف ۲۹۸
شادی کو سادی کیجیے ۳۰۰
اجتماعی نکاح ۳۰۱
خلاف سنت نکاح کی نحوست ۳۰۲
ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید ۳۰۳

کرنے کے کچھ کام ۳۰۵
(۱۲) فکر آخرت ۳۰۷
ہماری غفلت ۳۰۹
حضرت عثمانؓ کا فکر آخرت ۳۰۹
دنیا کی محبت ۳۱۰
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی تربیت ۳۱۱
دنیا کی حقیقت ۳۱۲
حضرت سعد بن معاذؓ کے جنتی رومال ۳۱۳
عقل مند انسان ۳۱۴
وعظ ونصیحت کا مقصد ۳۱۵
احادیث میں آخرت کی تعلیم ۳۱۶
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا فکر آخرت ۳۱۸
ہماری حالت زار ۳۱۹
دل کی بات ۳۲۰
پل کی خبر نہیں ۳۲۱
(۱۳) رمضان اصلاحِ باطن کا مکمل نظام ۳۲۳
روزہ ایمان واحتساب کے ساتھ ۳۲۴
روزے سے بھوکے رکھنا مقصود نہیں ہے ۳۲۵
نفسیات کی رعایت ۳۲۶

صورت وحقیقت کا فرق	۳۲۷
تین قسم کی مخلوق	۳۲۸
روزہ کی حکمت	۳۲۹
روزہ کی حقیقت	۳۳۰
تلاوت اس تصور کے ساتھ کریں	۳۳۱
رمضان المبارک میں ہماری غفلت	۳۳۳
اسراف سے بچیں	۳۳۵
ہمارے اکابر کا نمونہ	۳۳۷
دو متضاد تصویریں	۳۳۸
گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف	۳۳۹
کاش کہ یہ احساس جاگ جائے	۳۴۰
ایک غریب کا دکھڑا	۳۴۱
خدمتِ خلق کا جذبہ	۳۴۲
فلسفۂ عروج وزوال	۳۴۳
تھے تو وہ تمہارے آبا ہی مگر تم کیا ہو؟	۳۴۳
کرنے کا کام	۳۴۵
اصلیت کا فقدان	۳۴۶
روزہ کی حفاظت	۳۴۷
کرکٹ کا جنون	۳۴۸

حالات حاضرہ کے سلسلے میں قرآن کی ہدایت	۳۵۱
دلوں کو روشن کرنے کی ضرورت ہے	۳۵۳
سیرتِ نبویؐ کا ایک اہم سبق	۳۵۳
ایک مانگنے کی چیز	۳۵۵
قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید	۳۵۶
(۱۴) امریکہ ویورپ میں حفظ قرآن وتجوید کا فیض	۳۵۷
قراءت قرآن کا حکم	۳۵۸
روس کے صدر اور وزیر اعظم خروش چیف پر قرآن کریم کا اثر	۳۵۹
معجزۂ قرآنی: عجمیوں کا صغرسنی میں حفظ اور صحیح قراءت کرنا	۳۶۰
فلاحِ دارین کے فیض کا امتداد	۳۶۱
مدارس دینیہ کی عظیم خدمات	۳۶۱
شیخ محمد المجذوبؒ کا ایک چھوٹے سے عجمی بچہ کے حفظ قرآن پر تعجب	۳۶۲
قاری ایوب اسحاق صاحب کی خوش الحانی	۳۶۳
حضرت قاری انیس صاحب فیض آبادیؒ کا فیض	۳۶۴
(۱۵) استقبالیہ کلمات	۳۶۷
اے کہ آمدنت باعثِ خوش بختئ ما	۳۶۸
مولانا تقی الدین صاحب کی عظیم خدمات	۳۶۹
پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ	۳۷۱
(۱۶) دل کی دنیا آباد کرنے والے مراکز کی ضرورت ہے	۳۷۳

اندلس کی نشأۃِ ثانیہ میں حضرت مفکر اسلامؒ کا عظیم رول ۳۷۴

امریکہ میں خانقاہی نظام ۳۷۶

یورپ میں حضرت شیخؒ کا فیض ۳۷۷

(۱۷) موجودہ حالات میں امت کو ایک اہم پیغام ۳۷۹

اسلام کے معنی ۳۸۰

معبود بھی ایک، مطلوب بھی ایک ۳۸۱

ہماری عبادتوں کا قبلہ ۳۸۲

ہمارے دو محسن ۳۸۳

مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوتا ۳۸۵

علما کی ذمہ داری ۳۸۵

اب آرام حرام ہے ۳۸۷

علم کا سرچشمہ ذات خداوندی ہے ۳۸۷

برادرانِ وطن کا حق ہم مسلمانوں پر ۳۸۹

اسلام کی بہترین تعلیم ۳۹۱

دعوت مسلمانوں کا فریضۂ منصبی ۳۹۲

صحابۂ کرامؓ کی زندگی کا مطالعہ ایمان کی تازگی کا قوی سبب ہے ۳۹۳

دین کے چار اہم شعبے ۳۹۵

اپنی توحید کی حفاظت کریں ۳۹۸

یادداشت ۴۰۰

سُخنِ اوّلیں

حضرت مفکر ملت دامت برکاتہم کا شمار برصغیر کے صفِ اول کے خطبا میں ہوتا ہے، آپ کی خطابت تقریباً پچاس سال کے طویل عرصے کو محیط ہے، اس مدت میں آپ کی لسانِ حق ترجمان سے علم و معرفت، فکر و نظر اور اصلاح و تربیت کے جو شہ پارے وجود میں آئے وہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے ہدایت کا سامان فراہم کرتے رہیں گے۔

آپ کے خطبات میں اسلوب کی سادگی، ادب کی چاشنی، علمی لطائف، سوز دروں، حالات کی نباضی، غیروں کی عیاری اور اپنوں کی سادگی پر درد بھرا شکوہ، علم دوستی اور ادب نوازی، کتب خانوں اور تعلیمی اداروں کی دل چسپ داستان، انتظام و انصرام کے کامیاب گُر، پون صدی کے طویل تجربات کا نچوڑ، معاشرے کے رِستے ہوئے ناسور کا مرہم، حسنِ اخلاق کے میٹھے پھل، دعوت کی گہری بصیرت اور یورپ کی اخلاقی اَنارکی کے ساتھ ساتھ اس کے عروج کے اسباب و عوامل جیسے دسیوں امور جابجا بکھرے ملیں گے۔

مطالعہ آپ کی کتابِ زندگی کا سب سے سنہرا ورق ہے، آپ کا کوئی بھی خطاب اٹھالیجیے اسی کی صدائیں آپ کو پوری قوت کے ساتھ مسلسل سنائی دیں گی، ایسا

محسوس ہوتا ہے کہ اس کے عشق نے آپ کے تمام اعصاب کو شدت کے ساتھ جکڑ لیا ہے، جس کی وجہ سے خواہی نہ خواہی اس بلبلِ ہزار داستان کی زبان اسی ایک لیلائے کتب کی زلفوں کو سنوارنے کی تلقین میں سدا مصروف نظر آتی ہے؛ مگر اس عشق نے آپ کے فکر ونظر کو تعطل آشنا نہیں کیا، بلکہ مزید نکھار دیا ہے، اسی نے آپ کو کتب خانوں، تعلیمی اداروں اور ریسرچ سینٹروں کی خاک چھاننے پر مجبور کیا، جس کے بعد دنیائے علم کے سامنے اُن جواہر پاروں کی کھوج لگانے میں کامیاب ہوئے، جن کو دیکھنے کے لیے اربابِ علم وفضل کی آنکھیں ہمیشہ ترستی رہیں، حالاتِ حاضرہ کے گہرے مطالعہ نے امت کی بدحالی اور اعدائے اسلام کی سازشوں سے پردہ اٹھانے پر آمادہ کیا۔

کتب بینی کا یہ ذوق جب قطب بینی تک جا پہنچا تو سیکڑوں مشائخ وارباب کمال کی دہلیز پر پہنچ گئے اور ان کے خم خانۂ معرفت ومحبت سے سیر ہو کر نکلے، بریں بنا جگہ جگہ اکابر کی منت کشی اور عتبہ بوسی کے لیے سراپا دعوت بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

آپ کے کامیاب اہتمام وانتظام کے اسباب جاننے والے کو یہ ماننا پڑے گا کہ اس میدان میں جہاں آپ کو کوچۂ اکابر کی دریوزہ گری کام آئی وہیں لیلائے کتب کی دل فریب ادائیں نوع بہ نوع کے لباسِ فاخرہ میں جلوہ افروز ہو کر قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کرتی رہیں، سچ یہ ہے کہ قطب بینی آپ کا دماغ ہے تو کتب بینی دل، اور انہی دو روشن مشعلوں کو تھام کر کامیابی کی منزلیں اس شان سے طے کیں کہ نہ صرف حریفانِ ہم قدم تعب کے شکار ہو گئے بل کہ بہت سے پیش رو کے پاؤں میں بھی آبلے پڑ گئے، پھر کیا تھا لیلائے کتب کے اس قیس نے سیکڑوں پتھر تراش کر ''فلاحِ دارین'' کا حسین

تاج محل تعمیر کر ہی دیا اور شیرینِ علم کے اس فرہاد نے صحرائے ترکیسر سے وہ جوئے شیر جاری کر دی جو فلاحی فضلا کی شکل میں علم وفن کی آبرو کو تھامے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔

سلام اس قیس وفرہاد پر، قربان اس کی ایک ایک ادا پر

آج جب کہ آپ اپنی عمر عزیز کی پچاسی بہاریں دیکھ چکے ہیں، زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

بھلا سکتے نہیں یہ راستے مجھ آبلہ پا کو
میرے قدموں کی گُل کاری یہاں سے چمن تک ہے

آپ کی انمول باتیں ''صدائے دل'' کے دل چھو جانے والے عنوان سے تین جلدوں میں اس سے قبل اربابِ علم کی آنکھوں کا سرمہ بن چکی ہیں، اب یہ چوتھی جلد آپ تک پہنچا چاہتی ہے، شکر ہے اس کریم ورحیم ذات کا جس نے یہ پھول جھڑیاں ایک خوب صورت گل دستے کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کرنے کے لیے مجھ سیاہ کار کا انتخاب کیا، اس کے اس کرم پر سو جان قربان۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ صاحب خطبات کے سایۂ رحمت وبرکت کو تادیر سایہ فگن رکھے اور جملہ امراض وعوارض سے کامل نجات بخشے۔ آمین یارب العالمین!

یکے از عتبہ بوسانِ حضرت مفکر ملت مدظلہ
اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی کوساڑی عفا اللہ عنہ
خادم حدیث وافتا دار العلوم مرکز اسلامی انکلیشور
ورفیق شعبۂ تصنیف شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی
۲۵ جمادی الاخری ۱۴۳۹ھ، ۱۳ فروری ۲۰۱۸ء (منگل)

اعتذار و تشکر

''صدائے دل'' کا یہ سلسلہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملک و بیرونِ ملک میں بہت مقبول ہوا، اکابر علما نے اسے بہ نظر استحسان دیکھا، اس کی تین جلدیں انگریزی میں بھی شائع ہوچکی ہیں، جلد سوم کے نشر ہوئے ایک لمبا زمانہ گزر چکا ہے، اس کے بعد کچھ عوارض و ضروری امور کی وجہ سے جلد چہارم جلد پیش نہیں کی جاسکی، اب ''دیر آید درست آید'' کے مصداق چوتھی جلد پیش خدمت ہے۔ امید ہے اسے بھی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ قارئین کو اس کے لیے جس صبر آزما انتظار سے گزرنا پڑا اس کے لیے ہم تہہِ دل سے معذرت خواہ ہیں۔

ع **والعذر عند كرام الناس مقبول**

جلد چہارم کی اشاعت کے لیے مخدوم زادۂ گرامی حضرت حافظ ابراہیم پٹیل صاحب زیدہ مجدہٗ بار بار تقاضا فرماتے رہے، نیز دورانِ ترتیب اپنا قیمتی تعاون پیش فرما کر کرم فرمایا، اس پر تہہ دل سے اُن کے شکر گزار ہیں۔

اسی طرح محسنی و مشفقی حضرت مولانا اسماعیل صاحب پٹیل زید مجدہ قدم قدم پر جن قیمتی ہدایات، مشورے اور بے لوث تعاون سے نوازتے رہے، اس پر موصوف کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفکر ملت مدظلہ کے تمام جگر گوشوں کے فیض کو عام و تام فرمائے اور ہمہ جہتی خیر و برکات سے نوازے۔ آمین!

نیز بہت ہی ممنون ہیں جناب شبیر احمد صاحب لولات مقیم زامبیا کے کہ موصوف نے سابقہ کتابوں کی طرح اس کتاب کی طباعت میں بھی اپنا قیمتی تعاون پیش فرمایا۔

فجزاهم الله خيرًا في الدارين!

مرتب: عفا اللہ عنہ

صدائے دل

(جلد چہارم)

مفکر ملت حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

سابق رئیس دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر، سورت، گجرات

(۱)

تعلیمی، تربیتی اور فکری بیداری

فنی اساتذۂ کرام ہی پیدا کرسکتے ہیں

۲۸/ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۷/نومبر ۲۰۰۸ء، بروز جمعرات

''مجلس تعلیمی گجرات'' کی زیر نگرانی حضرت مفکر ملت مدظلہ نے بمقام کاپودرا ''مدارس کے تعلیمی اور تربیتی انحطاط'' کے عنوان پر غور وفکر کے لیے ایک اجلاس بلایا تھا، جس میں گجرات کے اربابِ علم وفضل کا ایک خاص مجمع شریک ہوا تھا، اسی موقع پر حضرت والا نے یہ اہم وفکر انگیز خطاب فرمایا تھا، جو ''المعہد الاسلامی'' مانک مئو کی طرف سے نشر کیا گیا تھا، اب اسے مناسب ترمیم کے بعد ''صدائے دل'' میں شامل کر کے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ، نحمده ونسعينه ونستغفره، ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰہ فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وحده لا شريك له، ونشهد أن سيدنا و سندنا وحبيبنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله، صلى اللّٰہ تعالٰى عليه وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا۔ أما بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشيطان الرجيم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحيم، قال اللّٰہ تبارك وتعالٰى في القرآن المجيد والفرقان الحميد: قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون(۱)، وقال تعالٰى: ويل للمطففينَ، الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون، وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون، ألا يظن أولئك أنهم مبعوثون، ليومٍ عظيمٍ۔ (۲) صدق اللّٰہ العلي العظيم!

قابلِ صد احترام علمائے کرام! سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات بہت اہتمام کے ساتھ دور دراز علاقوں سے ہماری اس معمولی سی دعوت پر اس چھوٹے سے گاؤں (کاپودرا) میں تشریف لائے اور آپ نے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔

اللّٰہ تعالیٰ آپ کی اس تشریف آوری کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے اس

(۱) سورۃ الزمر: آیت ۹ (۲) سورۃ المطففین: آیت ۱-۵

مذاکرہ کو نافع بنائے اور اللہ کرے ہم کسی اچھے نتیجے پر پہنچیں۔ آمین! اس لیے کہ یہ جو آج اجلاس منعقد کیا جا رہا ہے، یہ کوئی اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ ''تحفظ مدارس گجرات'' جس کے سکریٹری مولانا احمد صاحب دیولوی مدظلہ العالی ہیں، انہوں نے بھی کئی اجلاس بلائے اور ایک اجلاس میں تو خاص اسی موضوع پر گفتگو ہوئی تھی اور آپ حضرات کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہاں ایک کمیٹی بھی علمائے کرام کی بنی تھی، مجھے زیادہ معلومات نہیں کہ وہ جو کمیٹی بنی تھی اس میں کیا کارروائی ہوئی اور وہ حضرات اب تک کس نتیجے پر پہنچے؟ کیوں کہ میں سال کے اکثر حصے میں باہر رہتا ہوں۔

اجلاس کے انعقاد کی وجوہات:

اب پھر دوبارہ آپ حضرات کو اس موضوع پر زحمت دی گئی ہے۔ دراصل شوال کے مہینے میں جب سے ہمارا نیا تعلیمی سال شروع ہوا، اس کے بعد سے اطراف کے تقریباً گیارہ مدرسوں میں ہماری حاضری ہوئی، عالی پور سے لے کر کنتھاریہ اور ماٹلی والا تک جو مدارس ہیں وہاں جانا ہوا اور ظاہر بات ہے جب ہم کسی مدرسے میں جاتے ہیں تو وہاں کے اساتذۂ کرام سے تبادلۂ خیال ہوتا رہتا ہے، تعلیمی انحطاط پر گفتگو ہوتی رہتی ہے، ان حضرات کی گفتگو سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اساتذہ فکرمند ہیں؛ لیکن سوچ زیادہ تر یہ ہے کہ طلبہ محنتی نہیں ہیں، طلبہ توجہ نہیں کرتے، ہم تو مطالعہ کر کے پڑھاتے ہیں؛ لیکن طلبہ میں نہ کتابوں کا ذوق ہے اور نہ ہی مطالعہ کا شوق، وہ ماحول و حالات کے شکار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم جہاں بھی دیہاتوں میں جاتے ہیں تو یقیناً آج کل دعوت وتبلیغ کی محنت کی وجہ سے ہر مسجد میں فضائل کی کتابیں سنانے کا معمول ہے، اکثر وبیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ہم بھی بیٹھ جاتے ہیں کہ بھائی حدیث شریف پڑھی جا رہی ہے تو ہم بھی بیٹھیں؟ تو مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ فارغ التحصیل طلبہ جنہوں نے مدرسے میں آٹھ سال لگائے ہیں اور وہ اردو کی کتاب صحیح انداز سے نہیں پڑھ پاتے اور نہ ہی اصلاح کی فکر کرتے ہیں؟ یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے۔

ایک تکلیف دہ واقعہ:

ایک جگہ یہ قصہ ہوا کہ کتاب پڑھی جا رہی تھی، اس میں میرے خیال میں تقریباً سات آٹھ غلطیاں پڑھنے والے نے کیں، میں سمجھا کہ یہ بیچارہ جماعت میں لگا ہوگا، پڑھا لکھا زیادہ نہیں ہے اس لیے غلطی کر رہا ہے، جب تعلیم ختم ہوگئی اور لوگ اٹھ کر چلے گئے تو میں بیٹھا رہا اور تنہائی میں لے جا کر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ تو انہوں نے کہا میں ایک مکتب میں پڑھاتا ہوں، میں نے پوچھا آپ کہیں کے فارغ التحصیل ہیں؟ کہا جی ہاں! انہوں نے ایک مدرسے کا نام لیا کہ میں وہاں کا فارغ ہوں، میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب! آپ فارغ التحصیل ہیں، آپ نے ایک ڈیڑھ صفحہ کی عبارت پڑھی، اس میں آپ نے اتنی غلطیاں کیں تو کم سے کم اتنا کریں کہ جتنا آپ کو پڑھنا ہے اس کو دیکھ لیا کریں؛ تاکہ اس طرح کی موٹی موٹی غلطیاں تو نہ ہوں، اس میں سب سے پہلے آپ کا فائدہ ہے تو اس پر انہوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ مولوی لوگ تعلیم میں اسی لیے بیٹھتے ہیں کہ تنقید کریں، غلطیوں کو پکڑیں، بس ان کا اور کوئی کام نہیں۔

قوتِ فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے:

یہ ہمارے فضلا کا حال ہے کہ غلطیاں کر رہے ہیں، تعلیم میں کمزوری ہے، مطالعہ کا شوق نہیں، اپنے منصب کا خیال نہیں، سراسر ناقص ہیں اور اس کا احساس بھی نہیں ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اپنی کمزوری کا احساس بھی نہیں ہے اور اس کا اعتراف بھی نہیں ہے اور اپنی کمزوری، کوتاہی اور کمی کا احساس نہ کرنا تباہی کا الارم ہے، زبردست خطرے کی گھنٹی ہے ؎

ہر آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہلِ مرکب ابد الدہر بماند

اور کسی شاعر نے کہا ہے ؎

قوتِ فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی شوکت پہ آتا ہے زوال

ایک ناظمِ مدرسہ کا جملہ:

علی گڈھ یونی ورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد صاحب کو ہم نے چند سال پہلے ترکیسر دعوت دی، میں یہاں کے کچھ اداروں میں انہیں لے کر گیا تھا، میں نے کہا دیکھئے! آپ تو علی گڈھ جیسی مشہور یونی ورسٹی کے وائس چانسلر ہیں، ہمارے یہ ادارے بھی ذرا آپ دیکھیں! کچھ ہم کو بتائیں، تین چار دن ان کو یہاں رکھا، ایک جگہ ایک ادارہ کے مہتمم صاحب مدرسہ دکھلا رہے تھے اور اتفاق سے ادارہ دکھلاتے ہوئے ان کی زبان سے ایک جملہ نکل گیا (جو نہیں نکلنا چاہیے تھا)، انہوں نے کہا کہ

ہم نے اس ادارہ پر اتنی محنت کی ہے کہ اب کسی کے لیے انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں ہے، سید حامد صاحب نے استفہامیہ نظر سے میری طرف دیکھا، وہ تو ہوشیار آدمی ہیں، وہ گورکھپور کے کلکٹر بھی رہ چکے تھے اور پھر ایک اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں، یورپ میں رہ رہے ہیں اور پھر علی گڈھ جیسی یونی ورسٹی کا وائس چانسلر، انہوں نے میری طرف اس طرح دیکھا، میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ جملہ ان کو کھلا ہے؛ لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا اور وہ خاموشی سے سنتے رہے، چلتے رہے؛ مگر جب مدرسہ دیکھ کر ملاقات کر کے باہر نکلے اور جب گاڑی روڈ پر چلنے لگی تو انہوں نے میری طرف خطاب کر کے کہا کہ مولانا صاحب! (سید حامد صاحب نے بہت پیارا جملہ کہا، سید حامد صاحب اردو بہت عمدہ بولتے ہیں)، ہمیشہ جب کوئی شخص اپنے کام کو مکمل سمجھ لیتا ہے تب پھر اصلاح کی گنجائش بہت کم رہتی ہے، بہت پیارا جملہ کہا، جب کوئی شخص اپنے کام کو مکمل سمجھ لیتا ہے تو پھر اصلاح کی گنجائش بہت کم رہتی ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے کہ آدمی کا کام مکمل کہاں ہو پاتا ہے، نت نئے آسمان انسان کے سامنے رہنے چاہیے ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں   ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا   مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں

مکمل سمجھ لینا غلطی ہے:

میرا اپنا احساس یہ ہے کہ خود کو مکمل سمجھ لینا غلطی ہے، ہمیں جتنی فکر ہونی چاہیے اس کا نہ ہونا ہمارے طلبہ کے تعلیمی انحطاط کا سبب ہے، حال یہ ہے کہ صحیح عبارت نہیں پڑھ سکتے، ہمارے طلبا قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ نہیں کر پاتے،

ہمارے طلبا کسی چھوٹی سے چھوٹی حدیث کا سلیس ترجمہ کرنے سے قاصر ہیں اور تحریر میں یہ حال ہے کہ فارغ ہوجانے کے بعد اگر ایک خط کسی کو لکھیں گے تو اس میں یقینا نہ جانے کتنی غلطیاں املا کی ہوتی ہیں، جنہیں صاحب کتاب ہونا چاہیے تھا افسوس کہ وہ کتاب خوانی میں بھی کمزور ہوگئے اور وجہ یہ ہے کہ ہم حالات سے واقف نہیں، باطل طاقتوں کی یم بہ یم موجوں اور طوفانوں سے ناآشنا ہیں؛ اس لیے وہ اضطراب و بے کلی نہیں ہے، علامہ اقبالؒ نے بڑے دکھ واضطراب کی حالت میں فرمایا تھا اور دعا دی تھی ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کرے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو !
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

میں ایک مرتبہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ اپنے علاقے میں ذرا اس پر محنت کریں تاکہ آپ کے طلبا کی اردو زبان ٹھیک ہوجائے، حضرت نے خاص طور پر فرمایا اور ساتھ ساتھ یہ جملہ فرمایا کہ آپ کے علاقے کے بعض علما کے خطوط میرے پاس آتے ہیں جو فارغ التحصیل ہیں؛ لیکن خط ایسا ہوتا ہے کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی مبتدی طالب علم نے لکھا ہے، یہ جملہ تھا مولانا علی میاں صاحبؒ کا، یہ افسوس کی بات ہے۔

دراصل کوتاہی ہماری ہے:

اچھا ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کمزوریاں جو ہمارے بچوں میں آرہی ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ ہم خود ہیں، ہم نے بتانا، محنت کرنا، فکرمند ہونا چھوڑ دیا ہے، میں آپ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ برا نہ سمجھیں، ہم اپنی ذات کو اس کے بارے میں موردِ الزام ٹھہرائیں کہ بچوں کو قوم نے ہمیں دیا ہے، یہ امانت ہمارے سپرد کی، لیکن ہمیں جتنی توجہ کرنی چاہیے تھی، جس طرح خود کو پگھلانا و تپانا چاہیے تھا ہم نے اس میں بہت کوتاہی کی ؎

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاق

اور یہ کیفیت ہو......

تو اے مسافرِ شب خود چراغ بن اپنا
کر اپنی تاریکی کو خونِ جگر سے نورانی

اساتذہ شفقت کے ساتھ ذہن سازی کریں:

میرے دوستو! طلبا یوں نہیں بنا کرتے، طلبا بنتے ہیں اساتذہ کی پوری توجہ سے، اساتذہ اگر دل لگا کر طالب علم کے پیچھے پڑ جائیں اور ہر جماعت میں اگر ۲۵ یا ۳۰/طالب علم ہیں تو ہر ایک کا جائزہ لیں کہ اس کی ذہنی سطح کیسی ہے؟ اس کے حالات کیسے ہیں، یہ کس علاقہ کا ہے، گھر کی پوزیشن کیا ہے؟ اور یہ طالب علم پیچھے کیوں رہ رہا ہے؟ اس کے بات کیوں سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟ کس پہلو میں یہ کمزور ہے اور

اس کے پیچھے وہ مسلسل محنت کرتے رہیں، اس کے بارے میں مشورہ کریں، دعائیں کریں تو تجربہ ہمارا بتا رہا ہے کہ طالب علم پھر بن جاتا ہے۔

۳۵رسالہ تجربہ:

دوستو! ۳۵رسال میرے تعلیمی اداروں میں گزرے ہیں اور میں نے اندازہ لگایا کہ جو اساتذہ طالب علموں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو معلم انسانیت، مربی انسانیت اور محسن انسانیت تھے، ان پر احسان کے انداز میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ”**فبما رحمة من الله لنت لهم، ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك، فاعف عنهم واستغفر لهم**“(۱) کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ ان کے لیے نرم دل ہیں، اگر آپ درشت گو، سخت دل ہوتے تو وہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس آپ ان کو معاف کردیں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں۔

اساتذہ ان کو اپنے کمرے میں بلا کر خارجی کتابیں پڑھاتے ہیں، ان کا ذہن مطالعہ کا بناتے ہیں تو پھر وہ طالب علم کام کے انسان بن گئے ہیں اور اچھے مدرس بنے ہیں، انہوں نے قوم کی خدمت کی، وہ جہاں گئے، جہاں رہے نافع وفائدہ مند بن کر رہے، یہ تجربہ ہو چکا ہے۔ اگر طالب علم معمولی سی غلطی کرتا ہے، ٹھیک سے نہیں سناتا اور استاذ نے اس کو ایسا جملہ کہہ دیا کہ بھائی تم کو کس نے کہا تھا کہ تم مدرسے میں آکر داخل ہو جاؤ، تم فلانی جگہ جا کر بیگن کیوں نہیں بیچتے؟ میں نے خود یہ جملہ سنا ہے،

(۱) سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۹

یہ بہت خطرناک بات ہے، اس سے طالب علم بد دل ہو جاتا ہے، ایک طالب علم بیچارہ علم حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس آیا ہے، ہم نے تو یہ جملہ کہہ کر اس کا ضمیر چکنا چور کردیا، وہ تو دل برداشتہ ہو گیا اور اس میں کم ہمتی، احساس کمتری پیدا ہو گئی ؎

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

سیدنا امام شافعیؒ کی جگر سوزی:

استاذ کو تو یہ چاہیے تھا کہ اس کو ہمت دلاتے، اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے، اس کو اپنے قریب بلاتے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اسے کہتے کہ بیٹا! کیا بات سمجھ میں نہیں آتی اور کیوں نہیں آتی؟ آ بیٹھ میرے پاس!

میں نے سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قصہ کسی کتاب میں پڑھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، سیدنا امام شافعیؒ کے یہاں مجلس ہو رہی تھی، مسئلہ کی تفہیم فرما رہے تھے، بہت سے طلبہ حضرت کے سامنے تھے، لیکن ایک بیچارہ کمزور ذہن کا تھا (جیسے ہمارے یہاں بہت سے بچے ہوتے ہیں) اور وہ سمجھ ہی نہیں رہا تھا، امام صاحب بار بار ایک مسئلہ کو دہرا رہے تھے، عبارت تو ایسی لکھی ہے ”**كَرَّرَ عَلَيْهِ الْمَسْئَلَةَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَمْ يَفْهَمْهُ**“ ستر مرتبہ وہ نہیں سمجھا تو وہ شرمندہ ہوا کہ امام صاحب اتنا سمجھا رہے ہیں اور مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے ”**فَخَرَجَ مِنَ الْغُرْفَةِ خَجِلًا**“ شرمندگی کے مارے وہ کمرے سے نکل گیا، ”**فَتَبِعَهُ الشَّافِعِيُّ رحمه الله وَأَجْلَسَهُ فِيْ الْغُرْفَةِ الْأُخْرٰى وَ كَرَّرَ عَلَيْهِ الْمَسْئَلَةَ حَتّٰى فَهِمَهُ**“ عجیب بات

ہے، امام شافعیؒ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اس کے پیچھے پیچھے گئے اور اس کو دوسرے کمرے میں بٹھایا اور فرمایا کہ مایوس ہوکر جانے کی ضرورت نہیں، بیٹھ جاؤ، پھر میں سمجھاتا ہوں، اس کو کہتے ہیں جگر کو پاش پاش کرنا، طالب علم کے لیے پتہ مارنا، طالب علم کیوں نہیں بنتے، اگر محنت ہوگی تو انشاءاللہ بنیں گے۔

ہمارا مزاج جگر پاشی کا نہیں رہا:

میرے دوستو! ہمارے یہاں یہ جو جگر پاشی اور فکرمندی کی کمی ہے اس کا ہمیں اعتراف کرنا چاہئے، ہم اگر اس بات کا اعتراف نہیں کرتے تو ہم انحطاط کو کبھی دور نہیں کرسکتے، تجویزیں پاس کرتے رہیں گے، جیسے کہ ''تحفظ مدارس'' میں تجویزیں پاس ہوئیں، ابھی مجھے دی گئی، اس میں یہ سب باتیں ہیں جو ہم یہاں کررہے ہیں کہ بھائی طلبا کی کمیاں ہیں، لیکن معاملہ آگے کیوں نہیں بڑھا، ہمیں تو اب یہ سوچنا ہے کہ تقریریں تو بہت ہوچکیں، ہم آپس میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ طلبا ایسے آتے ہیں، طلبا کام نہیں کرتے، غبی ہوتے ہیں، والدین یہ نہیں کرتے، مہتمم صاحب ایسا کرتے ہیں، بھائی مہتمم جو کچھ کرتا ہو، والدین کچھ کرتے ہوں، مگر طالب علم آپ کے ہاتھ میں آیا، اگر آپ محنت کرجائیں تو طالب علم کچھ بن جائے گا ؎

مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نَفَس یا دو نَفَس مثلِ شرر کیا

امام اعظمؒ کا واقعہ:

امام صاحبؒ کے پاس امام ابو یوسفؒ کے والد امام ابو یوسف کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے، کہتے تھے کہ میرے بچے کو کہاں لے جاؤ گے؟ میں غریب ہوں، یہ کچھ کما کے لاتا ہے تو میرا گزر ہوجاتا ہے، پھر امام صاحبؒ نے اپنی جیب میں سے خرچ مقرر کیا اور اس بچہ کو پڑھایا، آپ نے دیکھا کہ اس کے اندر صلاحیت ہے، مال خرچ کیا، والد کو سمجھایا اور پھر وہ قاضی القضاۃ بنے، لیکن امام صاحبؒ نے اس کو اپنے پاس سے وہ سب کچھ دیا جس کی ضرورت تھی، ان کے والد کو فرمایا، فکر مت کرو، تمہارا خرچ ہم دیں گے۔(۱)

طلبا میں اب بھی صلاحیتیں ہیں:

ہمیشہ جب استاذ کسی طالب علم کے پیچھے اس طرح محبت وشفقت سے اور اپنے خونِ جگر کو پگھلا کر محنت کرتا ہے تو طالب علم ضرور بنتا ہے، یہ بات غلط ہے کہ طلبا غلط آرہے ہیں، اچھی صلاحیت کے طلبا اب بھی ہمارے مدارس میں ہیں، ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، انہیں حکمت عملی کے ساتھ مہمیز لگانے کی فکر کرنی ہے، اس لیے ہمیں اس پر غور کرنا ہے اور ہم باتیں بہت کرچکے ہیں، بہت تجویزیں ہم نے پاس کرلی ہیں، اب وقت آچکا ہے کہ ہم عملی زندگی میں قدم رکھیں، قوم ہم کو اتنا پیسہ دے رہی ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں، میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ۳۰/مدرسے ہمارے یہاں گجرات میں ہیں جن میں دورہ ہورہا ہے؛ لیکن جب

(۱)أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ص۹۹، وفیات الاعیان: ۶/ ۳۷۹، تاریخ بغداد: ۱۴/ ۲۴۴

لسٹ بنی تو معلوم ہوا کہ ۳۰۰ نہیں چالیس کے قریب ہیں، اس میں دو چار مدرسے ایسے ہوں گے جن میں دورہ نہیں ہے، شرح وقایہ تک کی تعلیم ہے، لیکن پھر بھی وہ عربی مدرسے ہیں، ۴۰۰ مدرسے گجرات کی سرزمین پر ہیں۔(۱)

رجال سازی میں ہم ناکام ہیں:

لیکن ہمیں ایک شیخ الحدیث تلاش کرنے کے لیے بار بار باہر جانا پڑتا ہے، ہم نہ تو حدیث کا استاذ تیار کرسکے، نہ ہمارے طلبا میں یہ صلاحیت ہے کہ کسی حدیث کی تخریج کرسکیں، تخریج کرنا کیا ہے وہ سمجھتے بھی نہیں، اس کی وجہ کیا ہے۔

میرے دوستو! ہمارا اپنا مطالعہ بہت کمزور ہے، ہماری اپنی زبان درست نہیں ہے تو ہمارے طلبا کی زبان کیسے درست ہوگی؟ مدرسہ میں پڑھانے والے استاذ کبھی جب تقریر کرتے ہیں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ بھائی یہ استاذ ہے اور اس کو اردو زبان میں مذکر ومؤنث کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ ہمیں معلوم ہو کہ یہ لفظ اردو میں مذکر ہے یا مؤنث، چوں کہ ہمیں اردو زبان سے مناسبت نہیں ہے اور مناسبت اس لیے نہیں ہے کہ ہم اردو کتابیں نہیں پڑھ رہے ہیں، ہمارا مطالعہ ہی نہیں ہے، ہمیں جو کتابیں مدرسہ میں دی گئی ہیں ان کا حاشیہ اور جو مشہور شرح ہے اس کو دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ بھائی ٹھیک ہے ہم پڑھا دیں گے، اپنا فریضہ گویا پورا ہوگیا، حالاں کہ یہ بات ٹھیک نہیں، ہمیں اوپر کی کتابیں نیچے کی کتابوں کے لیے دیکھنی چاہیے، تاکہ ہم صحیح

(۱) یہ ۲۰۰۸ء کی بات ہے، اب تو ساٹھ سے زیادہ مدارس وہ ہیں جن میں دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم ہوتی ہے، ان کے علاوہ دیگر وہ مدارس جن میں ابھی تک دورے کی تعلیم شروع نہیں ہوئی ان کو اگر شمار کریں تو عدد سو سے تجاوز کرجائے گا۔

رہنمائی کریں، ہمیں موجودہ دور میں جو رسائل نکلتے ہیں، جو نئی نئی کتابیں چھپتی ہیں ان سے واقف ہونا ضروری ہے۔

نئی کتابوں سے ہمارے احباب ناواقف ہیں:

میں ایک مثال دیتا ہوں ''مشکاۃ المصابیح'' تمام مدرسوں میں داخل نصاب ہے، برصغیر کا کوئی دارالعلوم ایسا نہیں ہے جس میں یہ کتاب نہ پڑھائی جاتی ہو، میں نے کئی جگہ مدرسوں میں معلوم کیا کہ آپ کے پاس مشکاۃ شریف کا وہ نسخہ آیا ہے جس کو البانی نے اپنی تحقیق سے شائع کیا ہے، شیخ ناصرالدین البانی نے اپنی تحقیق سے ایک نسخہ شائع کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہے، میں نے کہا وہ نسخہ بھی آیا ہے جس کو شام کے ایک عالم نے تحقیق کر کے شائع کیا ہے تو کہا کہ اس کا بھی ہمیں تو علم نہیں، ہمارے پاس تو یہ دیوبند کی چھپی ہوئی مشکاۃ شریف ہے تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ جب ہمارے مدرسین کو کتابوں کا علم نہیں کہ یہ کتاب چھپی ہے جب کہ مشکاۃ شریف ہر مدرسہ میں داخل ہے تو پھر ہمارے مدرسوں کا کیا حال ہوگا۔

یہ کتابیں ہمارے مدرسوں میں منگوانی چاہیے، میرے دوستو! بہترین کتابیں چھپتی ہیں، یہاں (مسجد عائشہ کے دروازہ پر) ایک کتاب رکھی ہے شروح میں نور الیقین کے نام سے، پورے کلام پاک کی اس میں ترکیب ہے، الحمدللہ سے لے کر والناس تک، یہاں وہ کتابیں بھی ہم نے رکھی ہیں جو پاکستان کی چھپی ہوئی ہیں، بہت سی عرب ممالک کی ہیں تو وہ اس لیے رکھی ہیں کہ آپ حضرات ذرا جاتے ہوئے ان پر غور کریں اور نئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اگر کتاب المغازی بخاری شریف میں آپ پڑھا رہے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ جس جگہ غزوہ ہوا اس کا جائے وقوع کیسا تھا؟ مسلمانوں کے لشکر کی کیا پوزیشن تھی؟ کفار کے لشکر کی کتنی تعداد تھی؟ اور غزوہ کا سبب کیا تھا؟ اور غزوہ کے اثرات کیا ہوئے؟ ہم اس پر بالکل کلام نہیں کرتے، ہم تو صرف بخاری شریف میں جو کتاب المغازی آئی ہے، اس کی جو حدیث ہے اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور کسی سیرت کی کتاب میں سے کوئی چیز بیان کر دیتے ہیں، اب نئی نئی کتابیں غزوات پر شائع ہو گئی ہیں، عربی میں شائع ہوئیں، اردو میں شائع ہوئیں، ان میں پوری بحث کی گئی ہے۔ یہ غزوۂ حدیبیہ میں کیوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کی رائے کے خلاف یہ کہا کہ ہم کو ہر حال میں صلح کرنی ہے چاہے دب کر کرنی پڑے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کیا؟ اور پھر یہ کرنے کے کیا اثرات ہوئے؟ اس پر پوری بحث کی گئی ہے، نقشے دیئے گئے ہیں، عربی زبان میں اطلس شائع ہو گئے ہیں۔

"أطلس السيرة النبوية" کے نام سے سیرت پر مکمل اطلس شائع ہو گئے اور ایسے اطلس شائع ہوئے ہیں جن میں محدثین کے سفروں کا تذکرہ ہے، فقہ کے اطلس شائع ہوئے، "أطلس الفتوحات الإسلامية" تمام فتوحات کا اطلس شائع ہوا، ابھی مدینہ منورہ میں ایک اطلس نیا شائع ہوا، "أطلس الخلفاء الراشدين" چاروں خلفا کے بارے میں بڑی تفصیل ہے، جس میں ان کے گھروں کے فوٹو، وہ کہاں رہتے تھے، کس طرح تھے وغیرہ تفصیلات ہیں، ان کو منگوالیں، مطالعہ کریں، اس پر تحقیق کریں، تھوڑا اوپر اٹھ کر مطالعہ کا مزاج بنائیں۔

طلبا پر ہماری کمزوریاں اثر انداز ہوں گی:

میرے دوستو! نئی نئی چیز جو چھپی ہوئی ہے، اگر ہمارے اساتذہ اس سے واقف نہیں ہیں تو وہ طالب علم کو نہیں بنا سکتے، کیوں کہ کنویں میں جو پانی ہوگا وہی باہر آئے گا، برتن سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہوگا، لیکن اگر کنواں خالی ہے تو اس سے کچھ نہیں نکلے گا، ہم اگر کتابوں کے نام سے واقف نہیں ہیں اور اس کا مطالعہ نہیں کرتے، تو ہماری زبان بھی درست نہیں ہو سکتی اور ہم طلبا کی زبان بھی درست نہیں کر سکتے، یہ یقینی بات ہے کہ جتنی کمزوریاں ہمارے اندر ہوں گی وہ کمزوریاں ہمارے طالب علم میں بھی ہوں گی۔

مثالی تربیت:

پہلے کے اساتذہ اتنے مستعد تھے کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں فارسی اول میں ڈابھیل میں داخل ہوا، ۱۹۴۴ء کا زمانہ تھا، میں گاؤں میں جا رہا تھا اور میرے استاذ گاؤں سے آ رہے تھے، وہ گاؤں ہی میں رہتے تھے، ان کا نام حضرت مولانا عبد الحی بسم اللہؒ ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، (ڈابھیل میں جہاں اساتذہ کے مکانات بنے ہوئے ہیں، جو حضرات ڈابھیل گئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ٹنکی کے پاس وہاں ایک بہت بڑا بڑ کا درخت تھا) وہاں راستے میں ملاقات ہوئی، میں نے السلام علیکم کہا، انہوں نے کوئی بات مجھ سے پوچھی، مجھے اب وہ جملہ یاد نہیں، لیکن میری زبان سے یہ نکلا تھا کہ تم نے ایسا کہا تھا، "تم نے" کہنے پر میرا کان پکڑا اور مروڑنا شروع کیا، میں تو گیارہ سال کا بچہ تھا، جس وقت میرا داخلہ ہوا میری عمر گیارہ

سال تھی، مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میرے کان کیوں مروڑے جارہے ہیں، وہ کہتے بھی نہیں تھے کہ تم نے یہ جملہ کیوں ایسا استعمال کیا؟ لیکن انہوں نے ایسا مروڑنا شروع کیا، پھر مجھے خود ہی تنبہ ہوگیا کہ میں نے لفظ ''تم نے'' استعمال کیا اس پر یہ تنبیہ ہورہی ہے تو پھر میں نے فوراً کہا کہ ''آپ نے فرمایا تھا'' جب یہ جملہ کہا تو انہوں نے کان چھوڑ دیا، انہوں نے کہا ادب سیکھو، یہ ہے اصل استاذ کا کام ؎

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتے ہزاروں کی تقدیر دیکھی

چارزانو نہیں بیٹھنے دیتے تھے:

ہم نے فارسی کے دوسال اور عربی اول ان کے پاس پڑھی، لیکن کبھی یہ یاد نہیں کہ ہم چارزانو ہوکر ان کے سامنے بیٹھ سکے ہوں، فوراً کہتے تھے کیوں میاں! کسی خوانچے کے انتظار میں بیٹھے ہو، یہ مولانا عبدالحیؒ کا خاص جملہ تھا۔ زبان کی اصلاح باربار فرماتے تھے کہ ایسا نہیں بولتے، یہ جملہ اس طرح نہیں ہے، زبان کی اصلاح استاذ کرسکتا ہے، زبان کے ادب سے آراستہ کرسکتا ہے، الفاظ کے استعمال کا صحیح طریقہ بتاسکتا ہے، ہمارا کام صرف کتاب پڑھادینا ہی تو نہیں ہے۔

شیخ محمود کا ''ض'' کو ''ز'' پڑھنے پرغصہ:

یہی حال میں نے شیخ محمود عبدالوہاب محمود کا بھی دیکھا جو مصر سے دیوبند عربی سکھانے آئے تھے، وہ اسی انداز سے ہماری تربیت کرتے تھے، ہم ان کے پاس عربی سیکھنے کے لیے بیٹھا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے سوال کرلیا، ہمارے

جتنے ساتھی حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک طالب علم غیر حاضر تھا، اس کا نام محمد تھا، انہوں نے پوچھا: **أين غاب محمد**؟ یہ سوال کیا کہ محمد کہاں غیر حاضر ہوگیا؟ اب میں سامنے بیٹھا تھا تو میں نے فوراً کہا ''**یاشیخ هو مريز**'' ادھر مریز کا لفظ استعمال کیا، انہوں نے اتنی بڑی آنکھیں نکالیں، (شیخ محمود مصری موٹے تو تھے ہی) انہوں نے کہا ''**هو مريز في عينك**'' میں نے سوچا کہ یہ کیا بات ہو رہی ہے، میں پہلے نہیں سمجھا کہ میری کس غلطی پر اس طرح کہہ رہے ہیں، چہرہ سرخ ہوگیا، انہوں نے کہا: ''**لماذا لا تقول مريض، نحن العرب الناطقين بالضاد**'' کہتے ہیں کہ ہم عرب لوگ تو ضاد بولنے والی قوم ہیں، تم کیسے کہتے ہو کہ ''مریز''، اس دن سے آج تک کبھی میری زبان سے نہیں نکلا، چوں کہ مجھے ٹوکا گیا، میری اصلاح کی گئی۔ ان کے یہاں طریقہ تھا، ''**القراءة السرية والقراءة الجهرية**''، پہلے کہتے تھے کہ تم سب اپنا سبق چپ چاپ پڑھو، اس کے بعد شروع کرتے تھے، ''**اقرأ يا إبراهيم، اقرأ يا فلان**'' اب وہ جو غلطی کرتا تھا اس کو پہلے فرماتے کہ یہ ادائیگی تمہاری درست نہیں ٹھیک کرو، اب جب اس کو ٹھیک کروارہے ہیں تو سب سن رہے ہیں کہ شیخ نے اس کی پکڑ کی، اب وہ ٹھیک پڑھے گا، اس طرح چند طلبا کو پڑھاتے تھے، اس کو کہتے ہیں ''**القراءة الجهرية**''، اس طرح ہماری زبان انہوں نے درست کی، عربی تلفظ سکھایا، جب بھی کوئی غلطی کرتا تھا تو کہتے ''**أنت هندي تتكلم بكذا**'' تم اس طرح بات کرتے ہو، عربی میں یہ تعبیر ہے۔

اساتذہ بیدار مغز ہوں:

تو معلوم ہوا کہ اگر اساتذہ بیدار مغز ہیں اور وہ طالب علم کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور ان کی ہر ہر لفظ پر گرفت کرتے ہیں تو ان کی زبان درست ہوتی ہے، ان کا املا بھی درست ہوجاتا ہے اور وہ کچھ بن کر قوم کے خادم بن جاتے ہیں۔ میں ابھی کئی مدرسوں میں گیا اور میں نے اساتذۂ کرام سے درخواست کی کہ دیکھو، میرا تجربہ یہ ہے کہ ہمارے اردو اور فارسی کے جو اساتذہ ہیں وہ طلبا کو اردو لکھواتے ہیں تو فرماتے ہیں چلو! لاؤ کاپیاں، اب طلبا کاپی لے کر آئے، انہوں نے دیکھا کہ جو صفحہ ان کو لکھنے کے لیے دیا ہے وہی لکھ لیا ہے تو لال قلم سے صحیح کا نشان لگا دیتے ہیں، پھر کہتے ہیں دوسری کاپی لاؤ، یہ طریقہ صحیح نہیں، یہ طریقہ بالکل صحیح نہیں ہے، طریقہ یہ ہے کہ اس کے ہر ہر لفظ کو دیکھو کہ اس نے کتابت کی رو سے ٹھیک لکھا ہے، یا الف کو اس نے ٹیڑھا لکھا ہے، مثلاً ''حامد بازار گیا'' ایک جملہ ہے، اگر حامد کے الف کو اس نے ٹیڑھا لکھا ہے، جیسے ہمارے طلبا کی عادت ہے تو اس کو بتایا جائے کہ الف دنیا میں کہیں ٹیڑھا ہوتا ہے؟ تو نے کتاب میں کیوں ٹیڑھا لکھ دیا۔

مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کا انداز:

یہ بات میں نے مولانا وحید الزماں کیرانویؒ میں دیکھی کہ جتنے بچے ان کے پاس پڑھے ان کا عربی خط بہترین کرا دیا، کیوں کہ طلبا پر انہوں نے محنت کی، قلم پکڑ پکڑ کر سکھایا، خود کو کھپایا، بار بار فرماتے نہیں، ایسا نہیں، صحیح لکھو، موٹا یہاں سے ہوگا، اس کا طریقہ یہ ہے، باقاعدہ دیواری پرچے لکھواتے، تو جب مولانا وحید الزماں طلبا

کے خط کو درست کرا سکتے ہیں تو میں اور آپ بھی کرا سکتے ہیں۔ ضرورت ہے محنت کرنے کی اور بنانے کی، تڑپ کی، ہماری کوتاہی یہ ہے، ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہیے کہ ہم ذرا غلط چل رہے ہیں، جتنی ہماری توجہ طلبا کے لیے درکار ہے وہ توجہ نہیں ہے، یہ میرے تاثرات ہیں، اگر میں غلطی پر ہوں تو آپ مجھے معاف فرمائیں اور میری اصلاح فرمائیں، چوں کہ میں اس قابل نہیں ہوں! میں یہ سمجھ کر نہیں بیٹھا ہوں کہ میں کوئی آپ کی اصلاح کروں گا، میرے تجربات ہیں، انہیں میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں، ۳۵/سال میرے مدرسے کی زندگی میں گزرے ہیں، ڈابھیل میں رہا، اس کے بعد ترکیسر رہا، میں نے ''مجلس خدام الدین'' میں وزیٹر کا کام کیا تو مدارس پر ہماری نظر رہی ہے، ۱۹۹۲ء کے بعد تو میں نے مدرسے سے رسمی علاحدگی اختیار کی، میں کینیڈا میں رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین! لیکن کوئی دن خالی نہیں گزرتا کہ جب میں کوئی کتاب نہیں پڑھتا۔

خارجی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق بھی ضروری ہے:

میرے دوستو! ہمارے علما میں سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ خارجی کتابیں نہیں پڑھتے، جب کتابیں نہیں پڑھتے تو ان کو اچھی زبان نہیں آسکتی، کبھی بھی نہیں آئے گی، جب تک ہم اچھی کتابیں نہیں پڑھیں گے اچھی زبان بول بھی نہیں پائیں گے، ہم اچھی زبان سمجھ بھی نہیں پائیں گے، ہمارے طلبا کا یہ حال ہے اور ہمارے فضلا کا یہ حال ہے کہ اردو کا ایک شعر ان کی سمجھ میں نہیں آتا، چوں کہ ہم سبق اردو میں پڑھاتے ہیں تو اپنے طور پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم تو اردو بہت اچھی جانتے

ہیں، حالاں کہ اردو زبان میں بڑی وسعت ہے۔ ایک مولوی صاحب سے میں نے پوچھا ''نوراللغات'' تم نے کبھی دیکھی جو دہلی سے چھپی ہے، کہنے لگے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ ''نوراللغات'' نام کی کوئی کتاب ہے، اب جس آدمی کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ اتنی بہترین لغت چھپی ہے اور اس میں استشہاد اشعار سے بھی کیا گیا ہے تو وہ بے چارہ کب منگوائے گا؟ اور کسی لفظ کو کھول کر کیسے دیکھے گا؟ اسے تو پتہ ہی نہیں، ہماری سب سے بڑی یہ کمزوری ہے کہ ہم کتابوں سے واقف نہیں۔ اقبال نے اسی کا رونا رویا تھا ؎

آتی ہے دمِ صبح صدا عرشِ بریں سے
کھویا گیا کس طرح تیرا جوہرِ ادراک
کس طرح ہوا کند تیرا نشترِ تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک

''اردو ریو'' نام کا رسالہ دلی سے نکلتا ہے اس کو یہاں میں نے مسجد کے دروازہ پر رکھا ہے، اس میں ہر مہینہ میں جو نئی کتابیں چھپتی ہیں ان پر تبصرہ ہوتا ہے، میرا خیال ہے یہ رسالہ اکثر مدرسوں میں نہیں آتا ہوگا، گجرات کی بات کر رہا ہوں، ہمارے گجرات کے اکثر مدرسوں میں نہیں آتا، ایک اردو کا دوسرا رسالہ نکلا ہے، اب میں یہ سوچتا ہوں کہ رسالہ ''اردو بک ریو'' منگوالیں تو کیا نقصان ہے، اس میں دو مہینہ میں یہاں ہندوستان یا پاکستان میں جتنی کتابیں چھپی ہیں، ان پر ایک ایک صفحہ کا تبصرہ ہوتا ہے، آدمی اس کو پڑھ جائے تو پتہ چل جائے کہ یہ کتاب آئی ہے۔

اسی طرح ہمارے جو مجلّات ہیں الفرقان ہے، دارالعلوم دیوبند ہے، تعمیر حیات ہے جو دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ سے نکلتا ہے، ماہنامہ مظاہر علوم یا آئینۂ مظاہر علوم سہارن پور ہے، ندائے شاہی مرادآباد ہے اور ماہنامہ حرا کا پیغام ہے جو المعہد الاسلامی مانک مئو سے نکلتا ہے، بحث ونظر ہے، ترجمان دیوبند ہے۔ محدث عصر ہے، ماہنامہ ترجمان دارالعلوم دیوبند وغیرہ ہیں، یا پاکستان سے جو رسالے نکلتے ہیں عموماً ان کے پچھلے حصہ میں کتابوں پر تبصرے ہوتے ہیں ان سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب نئی آئی ہے۔

نئی کتب منگوائی جائے:

میں ابھی ٹورنٹو سے رمضان سے پہلے آیا ہوں، لیکن اس سے پہلے پاکستان کے رسالے جب میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ پاکستان میں ایک کتاب چھپی ہے، ''ترجیح الراجح'' کے نام سے، اس ''ترجیح الراجح'' میں ہدایہ کے اقوال میں جو راجح قول ہے اس پر بحث کی ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے امام صاحب کا کوئی قول نقل کیا، صاحبین کا نقل کیا، کسی جگہ امام زفر کا نقل کیا، اب اس میں راجح قول کون سا ہے؟ وہ اس کتاب میں ہے، وہ ابھی نئی چھپی ہے، اب یہ ہدایہ ہمارے یہاں درس میں داخل ہے، ہم اگر اس کو سامنے رکھیں تو ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ ''شرح وقایہ'' ابھی اردن میں چھپی ہے، جس کی اطلاع مجھے ''بحث ونظر'' سے ہوئی، ''بحث ونظر'' اچھا رسالہ نکلتا ہے، اگر وہ ہر مدرسہ میں نہیں آتا تو اس کو ضرور منگوایئے، اس میں بڑے اچھے تبصرے آتے ہیں، اس میں میں نے ابھی تبصرہ دیکھا کہ ''شرح وقایہ'' کچھ

جلدوں میں چھپی ہے، مجھے اس وقت صحیح یاد نہیں رہا، ہمارے یہاں تو دو ہی جلدوں میں ہے، جلد اول جلد ثانی، لیکن وہ چھوٹی جلدوں میں ہے، اب یہ کئی جلدوں میں چھپی ہے، اس میں تخریج احادیث ہے، مشکل الفاظ کے معانی بتائے گئے ہیں اور اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ راجح قول کون سا ہے؟

اگر عرب ممالک میں کوئی جانے والا ہو اس سے یہ کہیں کہ بھائی تم یہ کتاب لے آنا، چوں کہ ہمارے یہاں درس میں داخل ہے، افسوس یہ ہے کہ جو ہمارے یہاں درس میں داخل ہے اس کے بارے میں ہم کتابوں کو نہ منگوائیں تو کبھی بھی ٹھیک نہیں چل سکتے۔ میں نے ابھی ''مشکاۃ'' کی شرح البانی کا ذکر کیا، البانی صاحب نے ''مشکاۃ'' کی روایتوں پر یہ دیکھا کہ صاحبِ مشکاۃ نے کس سے روایت کی ہے، مثال کے طور پر ''رواہ النسائی'' تو یہ کبھی کبھی ایسا لکھتے ہیں حاشیہ میں کہ ان الفاظ کے ساتھ نسائی میں یہ روایت نہیں ہے، فلاں جگہ ہے، صاحبِ مشکاۃ نے بعض جگہ پر بیاض چھوڑ دیئے ہیں، ''رواہ۔۔۔۔۔'' کہہ کر اس کے بعد کچھ نہیں لکھا، تو ہمارے اساتذہ یہ کہتے ہیں کہ بھائی صاحب مشکاۃ کا انتقال ہو گیا، ان کو تحقیق نہیں ہو سکی، اس لیے جگہ خالی رکھی تو وہ تو کھو گئے، انتقال کر گئے۔ بس صبر! البانی صاحب کہتے ہیں کہ اب تو احادیث کی بے شمار کتابیں چھپ گئیں، جنہیں دیکھنے کے لیے ہمارے اکابرین تمنا کرتے کرتے اللہ کے یہاں پہنچ گئے، لیکن اب وہ وجود میں آ گئیں، بڑی بہترین بہترین احادیث کی کتابیں چھپی ہیں اور تحشیہ وترقیم کے ساتھ چھپی ہیں، مسند امام احمد ۳۰/جلدوں میں چھپی ہے اور پھر تعلیقات کے ساتھ چھپی

ہیں اور ظاہر بات ہے کہ کسی مدرسہ میں اگر ''مسند احمد'' نہیں تو اساتذہ کا علم ناقص رہے گا، ان کتابوں کو منگوائیں، پڑھیں اور پڑھائیں۔

کیرالہ کے ایک عالم نے میری آنکھیں کھول دیں:

میں حج کے لیے جا رہا تھا تو کیرالا کے ایک عالم مجھے اسٹیمر میں ملے، انہوں نے مجھے پوچھا- کیرالا والے عربی اچھی بول لیتے ہیں- کہ تم نے حدیث شریف میں کیا پڑھا؟ تو ہمارے یہاں جو دورہ کی کتابیں ہیں، میں نے ان کے نام بتائے، اب وہ مجھے پوچھنے لگے کہ تم نے حدیث کی فلانی کتاب نہیں دیکھی ہے؟ فلانی کتاب نہیں دیکھی ہے؟ میں نے تو نام بھی نہیں سنے تھے، ڈابھیل میں پڑھ رہا تھا تو چوں کہ ہمیں تو بتایا ہی نہیں جاتا کہ حدیث کی اور بھی کتابیں ہیں، اس لیے معلوم نہیں ہے، طلبا کو کتابیں بتائیں اور لکھائیں گویا یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے، طلبہ کو ہم کتابوں سے واقف نہیں کراتے، اگر ہمیں واقف کرایا جاتا کہ دیکھو یہ تو صحاح ستہ ہے، اس کے علاوہ حدیث کی فلانی کتاب ہے، فلانی کتاب ہے جو بہت مشہور ہے، کنز العمال ہے، مسند امام احمد ہے، اور کتنی کتابیں ہیں تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے تو کچھ بھی نہیں پڑھا ہے، جب تیرے پاس ''مسند احمد'' کا مطالعہ نہیں ہے تو تو کیا حدیث پڑھتا ہے، اس کیرالا کے عالم نے اسٹیمر میں مجھ سے یہ بات کہی تو میری آنکھیں کھلیں کہ اچھا ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ہم تو یہی سمجھے کہ ہم نے دورہ پڑھ لیا، بہت حدیث کی کتابیں پڑھ لیں، ارے! حدیث کا ذخیرہ بہت بڑا ہے، لیکن ہمیں تو کتابوں کے نام تک معلوم نہیں ہیں، جب

نام معلوم نہیں ہیں تو ہمارا علم کوتاہ ہے، اس میں سے بھی پھر جی چرا کر تھوڑا سا کچھ پڑھتے ہیں اور تھوڑا سا بیان کرتے ہیں، اس سے طلبا کی استعداد نہیں بن سکتی، یہ صاف بات ہے۔

ذی استعداد استاذ ہی طلبہ کو بنا سکتا ہے:

طلبا کی استعداد وہی عالم بنا سکتا ہے جس کا اپنا علم وسیع ہو اور اس میں سے وہ لے لے کر منتخب کر کے طلبا کو پلاتا ہو اور ان کو مراجع سے واقف کراتا ہو کہ اس کتاب کے سلسلہ میں تم لوگ فلانی کتاب دیکھو، فلانی کتاب دیکھو، استاذ کی معمولی رہنمائی ہی بچے کو حرکت میں لاتی ہے، اس کے ذہن کو کشادہ کرتی ہے، اس میں مطالعہ کا ذوق پیدا کرتی ہے اور استاذ کی شخصیت ہی متعلم کو زمانہ کے تقاضوں سے واقف کار بناتی ہے۔

میرے دوستو! یہ باتیں میں وہ عرض کر رہا ہوں جو میرے ذہن میں ہیں، اب اس کے علاوہ آپ حضرات کے ذہن میں کوئی بات ہو تو پھر آپ بیان کریں گے انشاء اللہ، بہرحال ہمیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم خود زیادہ مطالعہ کریں اور ہمارے طلبا کو کتابوں کے ساتھ وابستہ کریں، استاذ اگر کتاب کسی طالب علم کو دیتا ہے اور پھر اس کو کہتا ہے کہ اس کو پڑھو، جو سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھو اور اس کا خلاصہ اس سے معلوم کرے کہ تم نے اس کتاب میں کیا سمجھا، خارجی کتاب بھی کوئی دے دے تو اس سے بہت نفع ہوتا ہے۔

فلاحِ دارین ترکیسر کا میرا ایک تجربہ:

میں نے ترکیسر کے زمانہ میں ایک مرتبہ تجربہ کیا تھا کہ جب چھٹی ہوئی تو چہارم اور پنجم کے طلبا کو دفتر میں بلایا، میں نے کہا دیکھئے! آپ گھر جا رہے ہیں اور شعبان اور رمضان دو مہینے کی چھٹی ہے تو جایئے کتب خانہ سے احمد امین کی "زعماء الإصلاح" اور "حياتي" لے آیئے، "كليلة و دمنة" بھی نکال کر لایئے، اب ہمارے طلبا کو معلوم ہی نہیں کہ "زعماء الاصلاح" اور احمد امین کون کیا ہے؟ ان کو بتایا کہ احمد امین مصر کا مشہور لکھنے والا ہے، صاحب طرز ادیب ہے، آپ اس کی کتاب کو پڑھیں گے تو آپ کو بڑا میٹھا معلوم ہوگا، وہ لے آئے، پانچ چھ کتابوں کے نام میں نے دیئے، اس کا ایک ایک حصہ پوری کتاب نہیں، ایک ایک چیپٹر دیا، میں نے کہا کہ رمضان کے مہینہ میں اس کا ترجمہ کیجیے اور شوال میں جب یہاں آئیں تو اس کا ترجمہ لکھ کر لائیں ورنہ آپ کا داخلہ نہیں ہوگا، یہ میں نے جان بوجھ کر ایسا وزن رکھا، اب وہ مجبور تھے، میرا منشا یہ تھا کہ چھٹی کے زمانہ میں ان کا ذہن کتاب سے منسلک رہے، ہمارے یہاں ہوتا یہ ہے کہ جہاں طالب علم نے کتاب مدرسہ میں داخل کی اس کے بعد دو مہینہ وہ کتاب ہاتھ میں لیتا ہی نہیں ہے، اب جس طالب علم کا یہ حال ہو کہ دو مہینہ تک کوئی کتاب ہاتھ میں نہ لے اس کی استعداد نہیں بن سکتی، میرے بھائیو! یہ خواہ مخواہ کی بات نہیں ہے، بل کہ اس کے مطالعہ کا تسلسل جاری رکھنے کے لیے اس کو دو چار کتابیں جاتے وقت ہاتھ میں دینا ضروری ہے اور استاذ انتخاب کرے، "كليلة و دمنة" کا "باب الأسد و الثور" وغیرہ، میں نے کہا، اس کا ترجمہ کر کے لانا ہے، یہ ادبی چیز ہے۔

تو الحمدللہ! طلبا اپنی اپنی نوٹ بک لے کر شوال میں آئے اور انہوں نے میرے سامنے رکھا، مجھے خوشی ہوئی کہ انہوں نے محنت سے ترجمہ کیا، جو کچھ کمی تھی جتنی ہوسکی اصلاح کی۔ الحمدللہ! وہ طلبا جن کو میں نے یہ لکھنے کے لیے دیا آج اچھے مدرسین ہیں، آج وہ کئی مدرسوں میں اوپر کی کتابیں پڑھا رہے ہیں، یہ اس لیے میں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر ہم اس طرح طلبا سے کام لیں، ان کو کتابیں دیں، ان سے مفہوم نکلوائیں کہ اس کا ترجمہ کرو، اب بھی میں ایسا کرتا ہوں، میں نے تو پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا، کل ہمارے مولوی اقبال صاحب ماٹلی والا آئے اور مجھے کہہ رہے تھے کہ ہمارا ڈرائیور مجھ سے پوچھ رہا تھا کیا مولوی صاحب کسی مدرسہ میں پڑھاتے ہیں، اب اس کو کیا پتہ کہ بھائی یہ میرا اور آپ کا مشترکہ کام ہے، ہم چاہے پڑھائیں یا نہ پڑھائیں، علم سیکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم کسی جگہ مدرس بن کر اکتسابِ زر کریں، اکتسابِ زر ہمارا منشا نہیں ہے، چاہے ہم مدرسہ میں پڑھائیں یا نہ پڑھائیں، ہمارا مطالعہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔

ثقافت و معلومات کا تبادلہ کمیاب ہے:

اور مطالعہ کے بارے میں معلومات ہم کو دوسروں تک پہنچانی چاہیے، ایک سب سے بڑی کمزوری ہماری یہ ہے کہ ہم ثقافت اور معلومات کا تبادلہ نہیں کرتے، "**مبادلة الثقافة**" عربی زبان کا ایک لفظ ہے جسے انگریزی میں ایکسچینج آف نالج (Exchange of knowledge) کہا جاتا ہے یعنی معلومات کا تبادلہ کرنا۔

مثال کے طور پر آپ کے پاس کوئی نئی کتاب آئی ہے جو مجھے معلوم نہیں، آپ نے مجھے بتایا کہ مولانا! فلانی کتاب آئی ہے، طلبا اور اساتذہ کے لیے بہت عمدہ

کتاب ہے تو میں اس کو منگواؤں گا، آپ کا کوئی نقصان نہیں مجھے بتانے میں؛ لیکن ہمارے اندر یہ بات نہیں ہے، ہم کسی کو یہ بتانے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ میں ٹورنٹو سے جو نئی کتاب پاکستان وغیرہ کی آتی تھی اس کو پڑھتا تھا اور یہاں ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب ایک رسالہ گجراتی میں نکالتے ہیں، میں ان کو خط لکھتا تھا کہ مولانا نئی کتاب میں پڑھ رہا ہوں، اس میں یہ مضامین ہیں، ایسی تین چار کتابوں کے نام لکھتا تو وہ میرا خط رسالہ میں شائع کرتے تھے، ایک مولوی صاحب کا خط آیا، "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کا مراسلہ جب ہم پڑھتے ہیں تو ہم کو نئی نئی کتابوں کا علم ہوتا ہے، اور ہمیں بڑی اس سے معلومات ملتی ہیں"، لیکن دوسرے ایک مولوی صاحب نے تبصرہ کیا، یہ "اس لیے خط لکھتے ہیں؛ تاکہ دنیا کو یہ بتائیں کہ میں بہت پڑھتا ہوں"، آپ سمجھ رہے ہیں، یعنی ہمارے سوچنے کے انداز دیکھئے! بجائے اس کے کہ وہ یہ سوچیں کہ ان کے خط سے یہ کام کی بات ہم کو مل رہی ہے تو ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے، بجائے اس بات کے منفی ذہن ہے، ہمارا یہ جو منفی ذہن ہے اس نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا۔

اساتذۂ کرام کی تعلیمی انجمن ہو:

اسی لیے ہم نے آپ کو یہاں بلایا، آپ کو زحمت دی، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر مدرسہ میں اساتذہ کی اپنی ایک مستقل انجمن ہو، آپ اس بات کو غور سے سنیں کہ ہر مدرسہ میں اساتذہ کی ایک انجمن ہو اور وہ آپس میں مہینہ میں ایک دو مرتبہ بیٹھیں اور اس بارے میں تبادلۂ خیال کریں کہ کیا کوئی نئی کتاب آپ کے پاس آئی ہے، آپ کو کچھ معلوم ہے، کسی رسالہ میں آپ نے دیکھا ہے، تاکہ اگر نہیں معلوم ہے تو معلوم ہوجائے گا

اور کسی استاذ کے پاس کوئی اچھی چیز آئی ہے تو وہ بھی اپنے ساتھی اساتذہ کو بتلائے اور اسی طرح دوسرے دوست واحباب جو دوسرے مدرسہ میں ہیں ان کو بتلائیں۔

مسجدِ عائشہ کے سامنے چند کتابیں:

دیکھئے یہ کتابیں ہم نے یہاں مسجد عائشہ کے دروازے میں ٹیبل پر رکھی ہیں، جس میں بہت سی پاکستانی ہیں، عرب ممالک کی ہیں، یہ اس لیے اوپر سے نیچے اتار کر رکھی ہیں؛ تاکہ ہمارے ان علمائے کرام کی ایک مرتبہ اس پر نظر پڑے اور یہ معلوم کرلیں کہ بھائی! یہ نئی نئی کتابیں ہمیں پڑھنی چاہیے، اگر کتاب کا علم ہو تو دیکھے گا، پھر آدمی اس کو پڑھے گا، اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اور ہمارے اساتذہ نئی کتابوں سے بھی واقف ہوں۔

اساتذہ کا اپنا کتب خانہ ہو:

یہ ایک مستقل کام ہے، ایک ہوتا ہے مدرسہ کا کتب خانہ اور ایک ہوتی ہے طلبہ کی انجمن، طلبہ کی انجمن میں کتابیں ہوتی ہیں وہ تو ظاہراً پڑھیں گے اور ایک اساتذہ کی انجمن ہونی چاہیے اور اس کا کتب خانہ الگ سے ہونا چاہیے، اس کی ابتدا کرنے کے لیے ہم نے یہاں کتابیں دس پندرہ جمع کی ہیں، ہر مدرسہ کے اساتذہ کے لیے، جو اساتذۂ کرام یہاں تشریف لائے ہیں ان کو ہم دے رہے ہیں، اور اس لیے دیں گے کہ مدرسہ کے کتب خانہ میں نہ داخل کریں، اس لیے کہ تجربہ یہ ہے کہ کتاب کتب خانہ میں داخل ہوجاتی ہے اور تین تین سال تک استاذ کو پتہ نہیں چلتا کہ ہمارے کتب خانہ میں کوئی نئی کتاب آئی ہے، اس لیے کہ کتب خانہ کا چکر ہم لگاتے نہیں۔

مدینہ منورہ کی لائبریری:

''جامعہ اسلامیہ'' مدینہ منورہ کا ایک طرز مجھے بہت پسند آیا کہ انہوں نے لائبریری میں داخل ہونے سے پہلے ایک ہال بنایا ہے اور وہاں کتابیں رکھنے کے لیے ٹیبل رکھے ہیں اور اس پر بڑے حروف سے لکھا ہے ''**الكتب الجديدة**'' تو جامعہ کی لائبریری میں جو کتاب آتی ہے وہ پہلے اس میں رکھی جاتی ہے، اب مثلاً مجھے حدیث سے شغف ہے، آپ کو ادب سے ہے، کسی کو فقہ سے ہے، آپ نے دیکھا کہ میری دلچسپی کی کتاب کتب خانہ میں آئی ہے، لائبریری میں جاتے ہوئے پہلی نظر وہاں اس ہال میں پڑے گی تو استاذ واقف ہوجائے گا، وہ ایک مہینہ تک اس میں رہتی ہے، ایک مہینہ کے بعد وہاں سے نکل کر اندر چلی جاتی ہے، استاذ پھر اس کو نکال سکتا ہے، چوں کہ اس کو علم ہوگیا کہ یہ کتاب ہمارے کتب خانہ میں داخل ہوئی ہے۔

ناظم کتب خانہ زحمت کریں:

ہمارے یہاں تو یہ ہے کہ کتب خانہ میں داخل ہونے کے بعد کتنے استاذوں کو پتہ نہیں ہوتا، مہتمم صاحب کو پتہ ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جاؤ اس کو کتب خانہ میں رکھ دو، ہمارے یہاں جو ناظم لائبریری ہیں، جو کتابیں دیتے ہیں، جن کے ذمہ کتب خانہ کا کام ہے وہ بھی اتنی زحمت نہیں کرتے ہیں کہ کتابوں کا آنے والوں کو تعارف کرادیں، (ممکن ہے یہاں ایسے حضرات بیٹھے ہوں جن کے ذمہ کتب خانہ ہے، میں ان سے معذرت خواہ ہوں) وہ کبھی بھی ان مجلّات کا مطالعہ نہیں کرتے کہ یہ کتابیں اس وقت کہاں سے آئی ہیں۔ پاکستان سے جو رسالے آتے ہیں، اب تو یہاں آنے

لگے ہیں، ''بینات'' آنے لگا ہے، ''البلاغ'' آنے لگا ہے، ''الفاروق'' آنے لگا ہے، اکوڑا خٹک کا ''الحق'' آنے لگا ہے، ''احتشام'' آنے لگا ہے، وہاں کے ہر رسالہ میں تبصرے ضرور ہوتے ہیں، ہمارے یہاں ''الفرقان'' ہے، ندائے شاہی'' ہے، ''مظاہر علوم'' ہے، ماہنامہ ''دارالعلوم'' ہے اور حیدرآباد سے رسالے نکلتے ہیں تو یہ سارے رسالے مدرسہ میں لازم ہیں کہ آئیں۔

رسائل میں دو چیزیں دیکھیں:

اساتذہ ان میں دو باتیں دیکھیں، اس میں قیمتی کوئی مضمون آیا ہے، جس میں تعلیم و تعلّم کے بارے میں یا ہمارے طالب علم کو کسی مسئلہ کی وضاحت میں کام آئے گا تو اس کی فوٹو کاپی کرا کے طلبہ میں تقسیم ہونی چاہیے، دیکھئے یہاں ہم نے یہ فوٹو کاپی رکھی ہے، یہ **''حقوق المعلم والمتعلم''** کا ایک مضمون پاکستان کے ایک رسالے میں آیا ہے، وہ مجھے پسند آیا کہ بہت اچھا مضمون ہے، میں نے کہا ہمارے دوسرے احباب جمع ہو رہے ہیں، ہم سب کو ایک ایک کاپی دیں، ہر مدرسہ میں جائے، اگر ان کو پسند آئے گی تو ہم فوٹو کاپی کر کے اپنے ساتھیوں کو دیں گے، یہ اس لیے کر رہا ہوں کہ ایک عملی چیز شروع ہو جائے، ہم تو آج تک تقریریں کرتے رہتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، عملاً کوئی کام شروع نہیں کرتے، یہ دو کام بہت مفید ہیں، اس لیے یہ کتابیں لایا ہوں، تا کہ آپ حضرات اپنے اساتذہ کی انجمن میں کتابیں منگوائیں اور مسلسل خود پڑھیں اور دوسروں کو بتائیں اور اچھی کتابوں سے واقف کریں، طالب علم کو کہیں دیکھو بھائی! یہ کتاب آئی ہے، اس سے ان میں پڑھنے کا

مزاج پیدا ہوگا، ہمیشہ ہر وقت ہمارے ان مدارس کے ہمارے دوستوں کو میں خط لکھ کر پوچھتا ہوں کہ دیوبند، سہارن پور یا دلی میں کوئی نئی کتاب چھپی ہو تو مجھے مطلع کریں، میں خط لکھ کر پوچھتا ہوں، ترکیسر میں مولانا رشید احمد صاحب سے پوچھتا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ ہاں! ایک نئی کتاب مارکیٹ میں آئی ہے تو پھر ہم اس کو منگواتے ہیں، ہم تو وہاں ٹورنٹو میں ہیں، ہمیں کیا پتہ کہ دیوبند میں کیا چھپا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب نئی آئی ہے۔

دو نئی کتابیں برائے اساتذہ:

ابھی اساتذہ کی تربیت کے سلسلہ میں یہ دو کتابیں آئی ہیں: (۱) اساتذہ کے لیے تربیتی واقعات، یہ اچھی کتاب ہے ''کتب خانہ نعیمیہ دیوبند'' سے چھپی ہے، مجھے یقین ہے کہ ہمارے بہت سے دوستوں کو اس کتاب کا علم نہیں ہوگا کہ ایسی کوئی کتاب چھپی ہے، یہ اساتذہ کے لیے ہے، اسی طرح دوسری ایک کتاب چھپی ہے، (۲) ''طلبہ کے لیے تربیتی واقعات'' نیز ''مدارس اسلامیہ، مشورے اور گزارشیں'' یہ کتابیں جو ابھی نئی چھپی ہیں، ہمارے یہاں مدرسوں میں آنی چاہیے، یہ جب آئیں گی اور ہم پڑھیں گے، دوسروں کو ہم دیں گے کہ اس کو پڑھو اس میں مفید باتیں ہیں تو اس سے پھر ہم کو فائدہ ہوگا، تو میرے دوستو! خود ہمارا علم بڑھے گا، ہمارے طالب علم کا علم بڑھے گا، ان کی اردو زبان درست ہوگی، مسلسل مطالعہ کرنے سے زبان درست ہوتی ہے ـ

علم وہ دولت ہے جو کبھی لٹتی نہیں   خرچ کرنے سے کبھی گھٹتی نہیں

کتاب کو چاٹ لینے کا مزاج بنائیں:

حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ندوہ کی حاضری پر فرمایا کہ مولوی صاحب! کسی کتاب کا سرسری طور پر پڑھ لینا کافی نہیں، کسی کتاب کا مضمون آپ کو پسند آئے تو اس کو آپ اتنا پڑھیں، ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ کہ ایسا معلوم ہو جیسے کتاب کو آپ نے چاٹ لیا ہے، تب جاکر آپ کے اندر کوئی صلاحیت پیدا ہوگی، ان کے تجربے کی بات تھی، زندگی کا تجربہ انہوں نے ہمارے سامنے رکھا۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے مطالعہ کا انداز:

اور پھر اپنی مثال دی، فرمایا کہ میں نے احمد امین کی کتاب ''فجر الاسلام''، ''ضحیٰ الاسلام'' اور ''عصر الاسلام'' کو اتنا پڑھا کہ ان کے صفحات کے صفحات میرے ذہن میں محفوظ ہوگئے، آپ دیکھیں گے، مولانا علی میاںؒ کی جو عربی زبان ہے اس میں احمد امین کا اسلوب ہے۔ ہمارے اساتذہ کو تو میرے دوستو! اس کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ کس مصنف نے کس کا اسلوب اختیار کیا ہے؟ علی طنطاوی کا اسلوب کس کے پاس ہے؟ محمد ابن مبارک کے اسلوب میں کون لکھ رہا ہے؟ اور طنطاوی تو بہت مشہور لکھنے والے ہیں اور ہمارے یہاں ہندوستان میں ایک مولانا آئے تھے شامی عالم، جو سارے ہندوستان کا دورہ کر کے گئے، ان کی بھی بہت اچھی کتاب ہے، اب علی طنطاوی کی ''قصص من التاریخ'' ہے، ''رجال من التاریخ'' ہے اور ''ذکریات'' ہے، آٹھ جلدوں میں ان کی یادداشتیں ہیں، وہ بیمار ہوگئے تو انہوں نے ''ذکریات''

کے نام سے اپنی یادداشتیں لکھوائیں، وہ مدینہ منورہ میں عام طور پر ملتی ہیں اور بہت اچھی عربی زبان، بڑی میٹھی زبان لیکن ان کتابوں کے نام معلوم نہیں، ہمارے ان ادبا کے نام معلوم نہیں جو مصر اور شام میں گزرے ہیں، مصطفی السباعی بڑے محقق آدمی ہیں، انہوں نے سیرت پر چھوٹی سی کتاب لکھی ہے، ''السیرۃ النبویۃ دروس و عبر'' چھوٹی سی کتاب ہے، وہ کالج اور یونی ورسٹی کے طلبا کے لیے لکھی ہے، لیکن ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس کتاب سے ہمیں فائدہ اٹھانا ہے، کتاب کا علم ہو تو معلوم ہوگا، یہ جو کمی ہے اس کمی کو ہمیں دور کرنا ہے ؎

تھے تو وہ آبا تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

زمانہ کے فرق کے ساتھ سب طالب علم ہیں:

میرے دوستو! اصل ہم نے آپ حضرات کو تکلیف اسی لیے دی ہے، میں طالب علم ہوں، آپ بھی طالب علم، ہم سب طالب علم ہیں، کوئی اس میں فرق نہیں ہے، زمانہ کا فرق ہے کہ ہم کچھ ۱۹۴۴ / ۴۵ میں داخل ہوگئے اور آپ شاید کچھ بعد میں داخل ہوئے ہوں گے تو زمانہ کے تقدم وتاخر کا فرق ہے، ورنہ مقصد ہم سب کا ایک ہی ہے کہ ہم سب طالب علم ہیں، لیکن ہمیں تجربات اس وقت ہوئے تو ہمیں احساس ہوا کہ ہماری معلومات میں کمی اس لیے ہے کہ ہم کتابیں نہیں پڑھ رہے ہیں، علمی ذوق نہیں ہے۔

پروفیسر شمیم صاحب کا شکوہ:

ہمارے یہاں ٹورنٹو میں دلی کے ایک پروفیسر شمیم احمد صاحب ہیں، ان کے والد حاجی نسیم صاحب مظاہر علوم سہارن پور کے خزانچی تھے، ان کا مکتبہ ہے تو ان کا معمول یہ ہے کہ وہ ہر منگل کو گاڑی لے کر میرے پاس آتے ہیں اور میرے گھر آکر مجھے اپنے کتب خانہ میں لے جاتے ہیں اور پورا دن میں کتب خانہ میں گزارتا ہوں اور شام کو وہ مجھے چھوڑ دیتے ہیں، وہ اصل میں علمی ذوق کے آدمی ہیں تو وہ مجھے بار بار یہ کہتے تھے کہ مولانا! یہاں گجرات سے جتنے ائمہ آئے ہوئے ہیں، ان میں سے کسی کو کتاب کا کوئی شوق ہی نہیں ہے، میں ان سے پوچھتا رہتا ہوں کہ شمیم صاحب! کوئی نئی کتاب آئی ہے، وہ بتلاتے ہیں کہ پاکستان کے پارسل میں یہ کتاب آئی ہے، میں اس کو لے جاتا ہوں، میں ان کے یہاں جاتا ہوں، مجھے اتنا فائدہ ہے کہ مجھے کتاب خریدنی نہیں پڑتی، وہ کتاب جو نئی آتی ہے میں گھر لے کر آجاتا ہوں۔

میں صبح سے شام تک مطالعہ کرتا ہوں:

اور چوں کہ وہاں تو مجھے کوئی کام ہی نہیں ہے تو صبح سے شام تک وہی کتابیں پڑھنے کا کام ہے تو جب پڑھ لیتا ہوں تو دوسرے منگل کو جاتا ہوں اور ان کو سپرد کر دیتا ہوں، لیکن مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ نئی کتاب آئی ہے، اس میں یہ معلومات ہیں؛ لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ میں یہاں اتنے سال سے ہوں، کوئی مولوی صاحب آتے ہی نہیں اور پوچھتے ہی نہیں کہ کوئی نئی کتاب آئی ہے۔

بیرونی ممالک میں اکثر ہمارے ہی فضلا ہیں:

اور یہ سب ہمارے مدرسوں کے ہیں، افریقہ میں گجرات کے مدرسوں کے فارغ جاتے ہیں، زامبیا میں گجرات کے مدرسوں کے فارغ جاتے ہیں، انگلینڈ میں اکثر و بیش تر گجرات کے مدرسوں کے فارغ ہوتے ہیں، کینیڈا میں گجرات کے مدرسوں کے فارغ جاتے ہیں تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان کو ذوق نہیں ہے، یہ کتابیں نہیں پڑھتے، دو تین گھنٹے مکتب پڑھاتے ہیں اور سارا دن کچھ نہیں کرتے۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ کیسا عالم ہے کہ پورے دن اس کو شوق نہیں ہوتا ہے کہ کوئی نئی کتاب پڑھے، آدمی کو تو یہ شوق ہونا چاہیے کہ جیسے کسی کو بیڑی کی عادت ہے اور بیڑی نہ ملے تو وہ تڑپتا ہے، پان والا پان نہ کھائے تو اس کو پریشانی ہوتی ہے، اسی طرح ہم مولویوں کو کتاب نہ ملے تو ہمیں پریشانی ہونی چاہیے، بے چینی ہونی چاہیے کہ کوئی نئی کتاب ہمارے ہاتھ میں نہیں آئی لیکن ہمارے اندر یہ پریشانی پیدا نہیں ہوتی۔

اگر ہمارے اندر یہ پریشانی نہیں پیدا ہوگی تو ہمارے طلبا کے اندر تو ہو ہی نہیں سکتی، اصل مرکز کی بات ہوتی ہے، ہم فکر کریں اور مطالعہ کا اپنے آپ کو عادی بنائیں، ہم کثیر المطالعہ بنیں گے تو طلبہ کو صحیح علم پہنچا سکیں گے اور کتابیں پڑھنے سے ہی ان کے دماغ میں علم کی روشنی پھیلے گی۔

بخاری نے ترجمۃ الباب باندھا ہے:

یہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب باندھا ہے "**إنما العلم بالتعلّم**"، مولانا عبدالاحد صاحب دیوبند میں فرماتے تھے کہ بھائی! علم تو پڑھنے سے آوے، ان کے

بولنے کا طرز یہ تھا، ہاں بھائی! علم تو پڑھنے سے آوے، پڑھے ہی نہیں تو علم کہاں سے آوے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

میرے دوستو! میں جو بیان کر رہا ہوں مجھے کوئی تقریر کا شوق نہیں ہے اور میں تقریر جانتا بھی نہیں ہوں؛ لیکن یہ میرے دل کی باتیں ہیں، میں آپ حضرات سے بہت دردمندانہ اپیل کرنے کے لیے بیٹھا ہوں کہ اللہ کے واسطے ہم ان چیزوں کی طرف توجہ دیں، ہم خود بھی اپنی استعداد بنائیں، ہم علم سے واقف ہوں اور پھر وہ جو طالب علم ہمارے پاس بیٹھے ہیں، جتنے بھی آتے ہیں، ہم ان کو علم سے جوڑیں، ان کا ذوق بنائیں۔ مہتمم صاحب ہم کو دیکھتے ہیں یا نہیں دیکھتے، کمیٹی والوں کی نگرانی ہے یا نہیں ہے، اس کو بالکل ایک طرف رکھ دیں، ہم کو تو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، اسی لیے کام کریں، ہم خود اپنا احتساب کریں، اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شئے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر:

مولانا علی میاں صاحبؒ نے جو یہ جملہ ازہر والوں کو لکھا تھا:

”إن الأمة الإسلامية ألقت أفلاذ كبدها أمامكم“

امت اسلامیہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو لا کر ڈالا ہے، یہ جو طلبا ہیں، ”وأنتم مسئولون عنهم أمام اللّٰه يوم القيامة“ تم لوگوں سے قیامت کے دن ان بچوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، مہتمم پوچھے یا نہ پوچھے، اس کو ایک طرف پھینک

دو، ہمارے دل میں یہ آنا چاہیے ؎

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

سوزِ جگر ہمارے اندر نہیں ہے تو سارے نقش ناتمام ہیں، ہزاروں طلبہ آئیں گے، حضرت مولانا علی میاںؒ نے کلام اقبال کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے ”جو فلسفہ خونِ جگر سے نہیں لکھا جاتا اور جس آرٹ اور فن میں فن کار کا خونِ دل شامل نہیں ہوتا اور جس شاہ کار کے لیے ادیب ومصور کا موئے قلم روح کی روشنائی میں نہیں ڈوبا ہوتا، وہ سطحی، مصنوعی اور لفظ وصوت، رنگ وروغن اور کنکر پتھر کا ایک خالی خولی ڈھانچہ ہوتا ہے، جس میں نہ جان ہوتی ہے نہ زندگی کی تازگی ورعنائی، فنی شاہ کار گہری محبت، جذبہ کی گرمی اور خلوص کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، محبت ہی پتھر کے مجسمہ اور زندہ انسان میں فرق وامتیاز پیدا کرتی ہے اور محبت کا جب کوئی قطرۂ حیات پتھر پر گر جاتا ہے تو وہ بھی دل کی طرح دھڑکنے اور زندگی کا ثبوت دینے لگتا ہے اور جب اس سے انسانی دل بھی خالی ہوتا ہے تو وہ دل ۔۔۔ دل نہیں پتھر کی سل سمجھا جاتا ہے۔(۱)

جو فلسفہ خونِ جگر سے نہیں لکھا جاتا، اور جو صرف دماغ سوزی کی پیداوار ہوتا ہے، اس میں زندگی نہیں ہوتی اور ہر وہ فنی شہ پارہ فنا پذیر اور سریع الزوال ہے جس میں فن کار کا خونِ دل شامل نہیں اور وہ نغمہ جاوداں نہیں بن سکتا جس میں نواز کا سوزِ دروں اور دل کی آنچ نہیں، جو دل کی گہرائیوں سے نہیں پھوٹا“۔(۲)

---

(۱) نقوشِ اقبال:۱۷۳ (۲) نقوشِ اقبال:۱۸۰

ہمیں خیال رہے عنداللہ ہم اور آپ اس بارے میں مسئول ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا خیال کر کے ہمارے ان بچوں پر محنت کر کے ان کو بنانا ہے، یہ کیا بات ہوئی کہ ہمارے بچے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو نہیں سمجھتے، ایک اردو کی کتاب نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

ایک عالم کے سوال نے مجھے شرمسار کر دیا:

حضرات گرامی! پرسوں یا ترسوں ایک مولوی صاحب یہاں آئے، میں فجر سے پہلے قرآن شریف پڑھ رہا تھا، پرسوں کی بات کر رہا ہوں اور مجھے آ کر چپکے سے (وہ مولوی ہیں اور مدرسہ میں مدرس ہیں) مجھ سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ مولانا! ”**لا إله إلا الله محمد رسول الله**“ میں تو ”**محمد رسول**“ (رفع کے ساتھ) ہے، اور ”**أشهد أن محمدًا**“ میں ”**محمدًا**“ پڑھ رہے ہیں (نصب کے ساتھ)، میں نے کہا آپ عالم ہیں؟ کہا ہاں! میں فلاں مدرسہ سے فارغ ہوں، میں تو فلانی جگہ پڑھا رہا ہوں اور وہ بیرونی ممالک میں پانچ سال پڑھا کے آئے ہیں، میں نے سر پکڑ لیا، یہ میں پرسوں کی بات کر رہا ہوں، اب ہمارا دل روئے گا یا نہیں روئے گا؟ کہ اس شخص کو اتنا پتہ نہیں کہ ”**محمد رسول الله**“ میں ”اَنَّ“ نہیں اور ”**اشهد اَنَّ**“ میں ”اَنَّ“ ہے، تو میں نے کہا کہ حروف ناصبہ ”**اِنَّ، اَنَّ، كأن، لكن، ليت، لعل**“ ۔۔۔۔۔۔۔ اتنی بات بھی تم کو یاد نہیں ہے، یہ عربی اول کی بات ہے۔

ع ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

مقصد تربیت ہے تعلیم نہیں:

میرے دوستو! جب ہماری تعلیم کا یہ مسئلہ ہے تو پھر چالیس مدرسے قوم کے کس کام کے ہیں؟ خدا کے واسطے اپنے ضمیر کو ٹٹولیں! میں دردمندانہ آپ سے اپیل کرنے بیٹھا ہوں، اللہ کے واسطے اس پر غور کریں، ہم مدرسوں میں اس لیے نہیں گئے کہ ہماری زندگی کی گاڑی چل جائے، ہم کچھ پیسے کمالیں، تین ہزار مل جائیں، ہم اپنے بچوں کو پالیں، یہ علمِ دین تحصیلِ مال وزر کے لیے نہیں، اگر یہ مقصد ہے تو نیت کا بگاڑ ہے، ہماری ترقی میں سنگِ گراں ہے ؎

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ہم ان بچوں کے بارے میں مسئول ہیں اور یہ پوچھے جائیں گے کہ ایک ایک جماعت کس طرح پڑھ رہی ہے، ان کو سبق یاد ہے یا نہیں۔

اور یہ جو آپ حضرات نے تجاویز لکھ کر دیں ان میں بعض قیمتی باتیں ہیں، انشاء اللہ جلدی جلدی اس کو پڑھوائیں گے، ان تجاویز سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگوں کے ذہن میں خیال تو ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں، اب یہ کوئی تک کی بات ہے کہ ایک آدمی ”ہدایۃ النحو“ پڑھ رہا ہے پھر دوسرے مدرسے میں جا کر ”مشکاۃ“ میں داخلہ لے، صرف اس لیے کہ ہم ”مشکاۃ“ کی جماعت کو بڑی بنانا چاہتے ہیں۔

ترکیسر سے ایک مشکاۃ کے طالب علم کا اخراج:

ایک مرتبہ ہمارے دارالعلوم میں ''مشکاۃ شریف'' میں چار یا پانچ طالب علم تھے، ابھی دورہ اگلے سال شروع ہونے والا تھا، میں سورت گیا تو اس ''مشکاۃ'' کے طالب علم کو میں نے دوسرے فٹ پاتھ پر چلتے دیکھا اس حال میں کہ اس کے سر پر ٹوپی نہیں تھی، اس نے شرٹ پہن لیا تھا اور بیلٹ لگا کر چل رہا تھا تو میں نے اس کی طرف نظر کی، میں نے کہا کہ یہ وہ طالب علم ہے جس نے ''مشکاۃ المصابیح'' پڑھی ہے اور اس حالت میں جا رہا ہے کہ ٹوپی بھی نہیں ہے اور شرٹ پہنا ہوا ہے، میں ترکیسر گیا اور اس کے گھر خط لکھا کہ آیندہ سال آپ ہمارے یہاں تشریف نہ لائیں۔

مردہ لاشیں کچھ نہیں کرسکتیں:

حضرت مولانا شیر علی صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ ویسے ہی پانچ طالب علم ہیں اور آپ نے ایک کم کردیا، میں نے کہا، حضرت! چاہے تین ہوں؛ لیکن جب ''مشکاۃ شریف'' کے طالب علم کو یہ احساس نہیں کہ میں نے یہ حدیثیں پڑھی ہیں، مجھے اس حالت میں امت کے سامنے نہیں رہنا ہے، اس کو دورہ پڑھا کر بھی ہم کیا کریں گے، سوائے اس کے کہ وہ ہمارے مدرسہ کو بدنام کرے گا، اساتذہ کو بدنام کرے گا، ہمیں نہیں ضرورت، ہمیں رپورٹ نہیں چھپوانی ہے، ہمیں قوم کے سامنے یہ ڈینگیں نہیں مارنی ہیں کہ میرے پچاس فارغ ہوئے، اس سے کوئی فائدہ نہیں، ایسی مردہ لاشوں کو قوم کے سامنے رکھ کر ہم قوم کا کوئی کام نہیں کرسکتے ؎

وہ کہنہ دماغ ہیں اپنے زمانے کے پیرو
کرسکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت

کوالٹی اچھی بنائیں:

تھوڑے افراد پیدا کریں؛ لیکن ان کے دل میں کچھ تمنا ہو، کچھ علم رکھتے ہوں، وہ سوز لے کر دعوت کے کام کے لیے دنیا میں جائیں، تھوڑے جائیں، پانچ جائیں، دس جائیں تو ان شاء اللہ اس سے امت کا کام بنے گا، ورنہ یہ مدرسے، لمبی چوڑی فہرست کل میں نے بنائی ہمارے گجرات کے مدرسوں کی، آپ اندازہ لگائیں کہ کتنے فارغ ہوتے ہیں، یہ دردناک حالات ہیں، ہر ایک کو اپنا دل ٹٹولنا ہے۔

تربیت سازی پر پوری توجہ دیں!:

طلبہ کے پیچھے میرے دوستو خوب محنت کرنی ہے، ان کو مغرب کے بعد بلاؤ، ان کو عصر کے بعد بلاؤ، ان کو اپنے ساتھ رکھو، ان پر شفقت کرو، کھانا کھلاؤ، اپنی جیب سے خرچ کرو، انہیں مانوس کرو، ضروریات کا تکفل کرو، ہمارے متقدمین اساتذہ یہ کام کرتے تھے۔ شیخ ابوبکر کا ایک تربیتی مقالہ ہم نے عربی سے اردو میں نقل کرکے ''دارالعلوم'' میں بھیجا تھا، بہت سال ہوگئے، میں نے دیکھا کہ وہ کبھی کبھی اپنے طلبا کو لے کر مصر کے باغوں میں چلے جاتے؛ تاکہ وہ ذرا تفریح کریں، کھیلیں اور ان کے لیے کھانا پکاتے تھے اور ان کو علم دیتے تھے، ہمارے اسلاف نے اس طرح بچوں کو پڑھایا ہے کہ وہ تنگ بھی نہ ہو جائیں، ان کو کبھی خود لے کر چلتے تھے کہ چلو! کھیلنے جائیں گے۔

دلکش مقامات پر لے جا کر بچوں کی تربیت کریں:

یہاں بھی ہمارے یہاں گجرات میں ایسے مقامات ہیں، دریا کے کنارے طلبا کو لے جاؤ، کہیں چلو! وہاں ہم لوگ کھیلیں گے، وہاں جماعت سے نماز پڑھیں گے،

وہاں یہ تعلیم ہوگی اوران کے ذہنوں میں بات بٹھائیں گے کہ تمہیں آیندہ کیا کرنا ہے؟ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ ہم تم کو کیوں پڑھارہے ہیں؟ یہ اس کھلی فضا میں جاکران کے دماغ میں ڈالیں، ہمارے بچوں کو یہی نہیں پتہ چلتا کہ دورہ پڑھنے کے بعد ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ امت تو بالکل ختم ہورہی ہے۔

اسکول کے نصاب تعلیم پر نظر رکھئے:

میرے دوستو! امت کو ایسے راستے پر لے جایا جارہا ہے جس کا میں اس وقت تذکرہ کرنا نہیں چاہتا، جو ہمارا نظام تعلیم ہے بہت خطرناک ہے، آپ لوگ اس کو دیکھیں کہ اسکولوں میں کیا پڑھایا جارہا ہے، ہرایک عالم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسکول کے نصاب کو دیکھے، اس کے ہر ہر صفحہ پر غور کرلے کہ کس انداز سے ہمارے بچے ایسے ماحول میں الحاد ولادینیت کی راہ پر ڈالے جارہے ہیں اور ہمارے قیمتی سرمایہ کو ہم سے قیمت وفیس لے کر دین سے برگشتہ کررہے ہیں، اکبرالہ آبادی نے اس نظام تعلیم پر خوب طنز کیا ہے اور اپنے ظریفانہ انداز میں ایسا شعر فرمایا جس کے بارے میں حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکبر کا یہ شعر بہت سے دیوانوں پر بھاری ہے ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اسکولوں کی مہم اتنی خطرناک ہے کہ جو کام فوج وسپاہ نہ کرسکی وہ اس خاموش مشن سے لیا جارہا ہے اور ہماری غفلت کی انتہا یہ ہے کہ ہم اس بارے میں سوچتے ہی

نہیں، علامہ اقبال کی دوررس بصیرت نے اس کا ادراک کیا اور فرمایا ؎

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو — ہوجائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب — سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

اللہ اکبر! ہم اگر غفلت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہم کیا جواب دیں گے؟ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔

اکابر کے مجاہدات:

میرے دوستو! ہم نے دین سیکھا ہے، ہمارے اساتذہ نے قربانیاں دی ہیں، اگر ان کی قربانیاں نہ ہوتیں تو ہم اتنے الفاظ نہیں پڑھ سکتے تھے، انہوں نے پیدل چل کر کے دین کی دعوت دی۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا کہ آسام میں حضرت سفر کرتے تھے اور راستے میں نالے آتے، آسام میں ندیاں بہت ہیں، گہرے پانی میں اتر کر حضرت تشریف لے جاتے اور دیہاتوں میں جاتے تھے، اس وقت موٹریں نہیں تھیں، اس وقت رکشائیں نہیں تھیں، حضرت پیدل تشریف لے جاتے تھے اور یہاں تک دیکھا کہ کسی گاؤں میں پہنچے تو مسجد میں صرف پانچ آدمی ہیں، لوگوں نے بتایا کہ حضرت پانچ آدمیوں کے سامنے بھی ایسی تقریر کرتے تھے جیسے پانچ سو کے سامنے کرتے تھے۔

یہ ان کے اخلاص کی بات تھی، میرا اور آپ کا معاملہ یہ ہے کہ اگر دو چار آدمی ہیں تو دس منٹ میں کوئی بات کہہ کر ختم کردیں گے اور اگر بڑا مجمع ہے تو پھر ہماری طبیعت خوب چلتی ہے، ہمیں احتسابِ نفس کی ضرورت ہے، احتساب کی بہت

ضرورت ہے اور ہمارے اسلاف کی طرح اپنے اندر تواضع پیدا کرنے کی ضرورت ہے، حسد سے بچنے کی ضرورت ہے۔

حسد و کبر دو خطرناک بیماریاں:

کبر اور حسد دو خطرناک بیماریاں ہمارے حلقوں میں گھس گئی ہیں، تواضع نہیں ہے، کبر ہے اور حسد ہے، دوسروں سے جلنا ہے۔ یہ کچھ مضامین ہیں، جنہیں آپ انشاء اللہ! پڑھیں گے، ایسے مضامین ہیں جن میں ہمارے بزرگوں نے کبر و حسد سے بچنے کی تلقین کی ہے، یہ مضامین تو سب کو دئے جائیں گے، آپ حسد اور کبر سے بچیں، ان دونوں بیماریوں نے ہمیں تباہ کر دیا ہے، ہم قسامِ ازل کی تقسیم پر راضی نہیں، ہم تقدیر کو چیلنج کرتے ہیں، ان سے اپنے قلب و روح کو پاک رکھیں۔ میں یہ مضامین اس لیے آپ کو دے رہا ہوں کہ آیندہ آپ کے پاس اچھے مضامین رسالوں میں آئیں تو آپ اس کی فوٹو کاپی کریں اور طلبا میں تقسیم کریں کہ بیٹا! اس کو پڑھ لینا تو وہ شوق سے پڑھے گا، آپ ایک مضمون دیں گے، دوسرا دیں گے، یہ پڑھنے کی چیز ایسی ہے کہ آدمی ایک مرتبہ دوسری مرتبہ پڑھے، پھر اس کو نئی نئی چیزیں پڑھنے کا ذوق پیدا ہوگا، مطالعہ کا ذوق پیدا کرنا یہ اہم کام ہے، ہماری شکایت ہے، میں نے دیکھا ہے کہ بھائی! طلبا میں مطالعہ کا ذوق نہیں ہے، بھائی! کیوں ذوق نہیں ہے، اس لیے کہ ہم نے ذوق پیدا نہیں کیا ہے، یہ تو آپ کو کرنا چاہیے تھا، آپ کی صحبت سے پیدا ہونا چاہیے تھا۔

ابتدائی تعلیم کے دور کا ایک واقعہ:

میں فارسی دوم میں تھا، ڈابھیل میں اپنے استاذ کے برتن دھوتا تھا، وہ ڈابھیل گاؤں میں رہتے تھے اور کھانے کے بعد میرے ذمہ تھا کہ ان کے برتن دھو کر رکھ دیں، تو میں نے سوچا کہ اب ظہر میں تھوڑی دیر باقی ہے تو میں کیا کمرہ جاؤں؟ ان کی کتابیں رکھی ہوتی تھیں، میں نے ایک دن علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الفاروق'' نکالی تو مجھے بہت اچھی لگی، فارسی دوم میں تھا اور ۱۲ر سال کی عمر تھی، ''الفاروق'' مجھے اتنی پسند آئی کہ میں اس کو پڑھتا گیا، تین چار دن کے بعد مولانا آئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ دو پہر کو اس کمرے میں تمہارے ساتھ کون آتا ہے، میں نے کہا حضرت! کوئی بھی نہیں آتا، میں اکیلا آتا ہوں، برتن صاف کرتا ہوں، کہنے لگے نہیں کوئی دوسرا آدمی یہاں داخل ہوتا ہے؟ میں گھبرا گیا کہ کوئی بھی نہیں آتا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہاں تو کوئی نہیں آیا، فرمایا کہ کتاب جس ترتیب سے رکھ کر گیا تھا اس ترتیب پر نہیں ہے، ہٹی ہوئی ہے، یہ ان کی ذہانت کی بات تھی کہ وہ یہ کہہ رہے تھے، انہوں نے محسوس کرلیا، پھر میں نے اعتراف کیا، میں نے کہا حضرت! صحیح بات یہ ہے کہ میں برتن صاف کرنے سے فارغ ہوتا ہوں تو میں کمرہ نہیں جاتا اور میں یہ کتاب لے کر پڑھتا ہوں، میں نے ہی نکالی تھی۔ تو اس پر وہ بہت خوش ہوئے، میرے اس کہنے پر کہ میں نے ہی نکالی تھی، انہوں نے کہا کہ شاباش! ضرور اس کتاب کو پڑھو اور جب یہ کتاب ختم کرلو تو مجھے بتانا، جب ''الفاروق'' ختم ہوگئی تو میں نے کہا حضرت! آج میں نے اس کو مکمل کرلیا تو انہوں نے کہا اب ''سیرت عمر ابن عبدالعزیزؒ'' اٹھاؤ، اس کو

پڑھو، وہ جب ختم ہوگئی تو انہوں نے تیسری کتاب مجھے دی، اس سے مجھے ذوق پیدا ہوا اور وہ ذوق اس دن سے آج تک میری ۷۶ رسال کی عمر ہے(۱)، کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ میں کوئی کتاب نہیں پڑھتا، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پرنور برسائے، انہوں نے مجھے چسکا لگایا، کتاب پڑھنے کا شوق دلایا کہ ضرور پڑھو، یہ کتاب پڑھو، یہ کتاب پڑھو۔

اکل کوا کا مثالی اندازِ تربیت:

ہمیں طلبا کو کتابیں ہاتھ میں دینی ہیں، خرید خرید کر دینی ہیں، پرسوں میں اکل کوا گیا تو مجھے ایک اچھی بات معلوم ہوئی، انہوں نے کہا کہ ہم طلبا کو اچھی کتاب بتاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھو! تم اس کو خریدو اور پچاس فی صد رقم ہم دیں گے، پچاس تم خرچ کرو، مثلاً: بیس روپے کی کتاب ہے، دس طالب علم خرچ کرے، دس آپ دیں، اس پر خرچ کرو، یہ بھی ایک مدہے خرچ کرنے کا، طلبا کو پیسے دے دے کر کتابیں پڑھوانی چاہیے۔

کام کرنے والے اپنے اوزار رکھتے ہیں:

میں دورہ کے سال میں مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ کو مالش کر رہا تھا، کرسی کے پیچھے کھڑا ہوا تھا، مولانا کرسی پر بیٹھے ہیں اور میرے ہاتھ میں تیل کی شیشی ہے، مولانا نے پوچھا کہ عبداللہ! میں نے کہا جی حضرت! تم نے کسی بڑھئی کو دیکھا ہے کہ کسی دوسرے کے اوزار لے کر کام کرنے جاتا ہو، میں نے کہا نہیں حضرت! وہ تو اپنا سامان خود لے کر جاتا ہے، اچھا! تم نے کسی نائی کو دیکھا ہے کہ حجامت کرنے کے لیے

(۱) اب تو حضرت والا اپنی عمر عزیز کی پچاسی بہار دیکھ چکے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ طول عمر سے نوازے۔

دوسروں سے استرے وغیرہ لے کر جاتا ہو؟ میں سوچنے لگا یہ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ بڑھئی کو دیکھا، نائی کو دیکھا، جب تین چار سوالات کر چکے تو اس کے بعد حضرت نے فرمایا، حضرت کا منہ آگے اور میں پیچھے ہوں۔

مولوی کتابیں کیوں نہیں رکھتا:

یہ مولوی کو کیا ہوگیا ہے کہ دوسرں کی کتابیں پڑھتا رہتا ہے اور اپنی نہیں خریدتا، مولوی کو کیا ہوگیا وہ دوسروں کی کتابوں سے کیوں کام چلاتا ہے، وہ خود کو کیوں تیار نہیں کرتا ہے ؎

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا؟

اور اس کے بعد یہ جملہ فرمایا کہ دیکھ! تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جتنے اہم مراجع ہیں ان کی ایک ایک کتاب تو تمہارے پاس ہونی چاہیے، یہ ہوٹلوں میں جا کر پیسہ برباد مت کرو، تم کتابیں خریدو، تفسیر کی کتاب، حدیث کی کتاب، فقہ کی کتاب، تصوف کی کتاب، غرض یہ کہ جو بھی کتاب ہے اس کو خریدو، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں، اب تو ان کا انتقال ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین! ہمارے اساتذہ نے ہم کو لگایا، ہم کو سمجھایا کہ کتابیں خریدو۔

طالب علم کو کتابیں خریدنے کا عادی بناؤ:

طالب علم ہو اور اس کے پاس کتاب نہ ہو، مانگ مانگ کر پڑھے یہ بڑے تعجب کی بات ہے، ہر طالب علم میں ذوق پیدا کرو کہ اپنی کتاب خریدے، اگر اس کے پاس پیسہ نہیں ہے اور اللہ نے آپ کو دیئے ہیں تو آپ دے دیں، اگر آپ خود

نہیں دیتے ہیں تو صاحب خیر آپ کے پاس گاؤں میں ہیں، ان سے کہو کہ بھائی! اپنی رقم بچہ پر خرچ کرو۔ اب بھی ہم ایسا کرتے ہیں کہ ہمارے جو طلبا دس بارہ تیرہ اس گاؤں کے مختلف جگہوں پر پڑھ رہے ہیں تو میں ان کو پوچھتا ہوں کہ آپ کو کسی کتاب کی ضرورت ہے، آپ کو کچھ چاہیے؟ تو وہ بتاتے ہیں کہ اگر فلانی چیز ہو تو اچھا ہے تو ہم اس کو خرید کر دیتے ہیں۔

اب ان کا علم بڑھے گا، وہ نئی نئی تعبیرات سے واقف ہوں گے، آپ کی عزت میں اضافہ ہوگا، ان کا لغات دیکھنے کا مزاج بنائیں، وہ ''مصباح اللغات'' خریدیں، لغات وحیدی خریدیں، ان سے کہنا چاہیے اس میں سے الفاظ تم نکالو، یہ نہیں کہ استاذ کا منہ دیکھتے رہو، استاذ کہاں ترجمہ کر رہے ہیں، تم ڈکشنری سے پہلے نکالو، صلاحیت اس وقت پیدا ہوگی، اس طرح میرے دوستو! اگر استاذ طلبہ کے پیچھے لگے رہیں گے تو استعداد بن جائے گی، یہ تجربہ کی بات ہے۔

تجربہ کرلیں:

آپ اس کا تجربہ کرلیں، آپ چند طلبہ کا انتخاب کریں اور ان پر محنت کر کے دیکھیں، پھر ان شاء اللہ! شعبان میں آپ دیکھیں گے کہ کس طرح ان میں نکھار پیدا ہوا ہے، لوگوں نے جانوروں پر یہاں تک کہ درندوں پر محنت کی اور انہیں سدھا لیا، بڑے بڑے کام لیے، آخر اگر ہم ان سادہ ذہنوں پر محنت کریں گے تو کیسے ممکن ہے کہ ثمرات ظاہر نہ ہوں۔ **''إن اللہ لا یضیع أجر المحسنین''**۔ (۱)

(۱) سورۃ التوبۃ: آیت ۱۲۰

یہ میری عاجزانہ درخواست ہے ؎

اوروں کے بنانے سے تقدیر نہیں بنتی ہم جہدِ مسلسل سے تقدیر سنواریں گے

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرائیے:

سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں بچے بالکل نہیں پڑھتے، سیرت کی کتابوں سے بالکل ناواقف ہیں، دورہ کے بعد بھی کسی واقعہ پر ہمارے طالبِ علم تجزیہ نہیں کر سکتے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیرت رسول پڑھے بغیر کوئی صحیح معنی میں کچھ بھی نہیں کر سکتا، ہمیں تو سیرتِ رسول کے مقابلے اسکول و کالجز کے طلبا میں کروانے چاہیے۔ سید سلیمان صاحب ندویؒ کے صاحبزادے ڈربن میں رہتے ہیں، وہ وہاں یونی ورسٹی میں پروفسر ہیں، اب وظیفہ یاب ہوگئے، گزشتہ سال ان سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ مولانا عجیب بات ہے کہ یہاں کے یونی ورسٹی والے مجھے سیرت پر ایک ہفتہ کا لکچر دینے کے لیے دعوت دیتے ہیں، ہمارے مدرسوں سے کبھی ہم کو کسی نے یہ نہیں کہا کہ ایک ہفتہ تک سیرت پر بیان دیجیے تو مجھے شرمندگی ہوئی، صحیح بات ہے، بہت ڈر لگتا ہے، کہیں یہ دعوت کی نعمتیں چھین نہ لی جائیں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں ہے **''وإن تتولوا یستبدل قوماً غیرکم''** (۱)۔ اقبال مرحوم نے اس درد کا اظہار کیا تھا ؎

اس اندیشہ سے میں ضبطِ آہ کرتا رہوں کب تک
کہ مغز والے نہ لے جائیں تیری قسمت کی چنگاری

(۱) سورۂ محمدؐ: آیت ۳۸

سیرت اسوۂ حسنہ ہے:

سیرت النبی تو ہمارے لیے ضروری ہے "**لقد کان لکم في رسول الله أسوة حسنة**"(۱) اس اسوہ کو ہم خود نہیں سمجھتے، اس کی سیرت کا گہرا مطالعہ نہیں ہے اور سیرت کا گہرا مطالعہ نہیں ہوگا تو ہماری سیرت نہیں بن سکتی، سیرت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نظر رکھنے سے بنے گی، اس میں زندگی کے ہر شعبہ اور ہر فرد کی رہنمائی ہے، بس اسوہ کو عروج ہی عروج ہے، اسے زوال نہیں، اس سے وابستہ افراد کو کبھی زوال نہیں آسکتا ہے ؎

اک نامِ مصطفی ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں
ورنہ ہر ایک عروج میں پنہاں زوال ہے

صحابہؓ کی سیرت پڑھنے سے ہی ہمارے اندر ایمان تازہ ہوگا؛ لیکن یہ ایک بات ہم سے چھوٹ گئی کہ سیرت پر توجہ نہ دے سکے تو ہم آپ سے درخواست کرنے بیٹھے ہیں کہ سیرت کا مطالعہ خود بھی کریں، طلبا سے بھی کروائیں، بتائیں کہ سیرت کی کیا کتابیں ہیں، کس طرح تمہیں پڑھنا ہے، یہ بہت ضروری ہے۔ علامہ شبلیؒ کے نام وکام سے آپ واقف ہیں، ان کا یہ شعر سیرت کی اہمیت کا شہکار ہے ؎

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبرِ خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

(۱) سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱

"اقرأ تتحسن لغتک العربية" ایک بہترین رسالہ:

جدید عربی کی تیاری کرائیں، جیسے دلی سے "**اقرأ تتحسن لغتک العربية**" ایک رسالہ نکلتا ہے اسے منگوائیں، یہ نہیں کہ مدرسہ میں صرف ایک منگوایا جائے، اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب ہم ایسے کسی رسالے کی نشان دہی کرتے ہیں تو ایک منگوالیں گے، حالاں کہ یہ ایسا رسالہ ہے کہ عربی چہارم یا پنجم کے تمام طلبا کو چاہیے کہ اپنے پاس منگوائیں، اس کی فائل رکھیں، بڑی اچھی اچھی تعبیرات اردو سے عربی میں ہیں، اس میں یہ بتایا گیا ہے کس طرح اس جملہ کو ادا کر سکتے ہیں؟ یہ جملہ کہاں کس طرح استعمال ہوتا ہے؟ اس میں ہر مہینہ میں بہت عمدہ چیزیں آتی ہیں، اس لیے درخواست یہ ہے کہ اپنے طلبہ کو ایسے رسالے خود منگوا کر دیں یا ان کے پاس پیسے ہیں تو ان سے کہیں کہ خود خریدنے کی عادت ڈالیے، یہ بہت عمدہ رسالہ ہے، اساتذہ اپنی نگرانی میں ان کو اچھے مضامین کا مطالعہ کروائیں۔

میں اطراف کے اساتذہ کو عربی کے رسائل دیتا ہوں:

کوئی اچھا مضمون ہے اس کا مطالعہ کروائیں اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھیں، اس کا ترجمہ کرائیں، اب بھی یہ ہمارے قریب کے جو مدرسے ہیں، انکلیشور کا مدرسہ ہے، ہمارا "جامعہ قاسمیہ" کھروڑ میں ہے، وہاں کے کئی اساتذہ یہاں تشریف لاتے ہیں، بیٹھتے ہیں، میری عادت ہے کہ جب بھی کوئی رسالہ عربی کا یا کوئی کتاب میں ان کے ہاتھ میں تھماتا ہوں تو کہتا ہوں مولانا! آپ اس کو لے جائیں، اپنے طلبہ کو پڑھوائیں اور ہو سکے تو آپ طالب علم سے اس کا ترجمہ کروائیں،

یہ میں ان کو بتا دیتا ہوں تو اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ طالب علم میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی، کام کریں گے تو یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی نگرانی میں طلبہ کو اس طرح آگے بڑھائیں اور دیکھتے رہیں کہ طلبہ کیسا ترجمہ کرکے لاتے ہیں، اس سے آپ کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ ان کی کتنی صلاحیت ہے، یہ بہت ضروری ہے۔

اساتذہ عملاً اپنی انجمن کا آغاز کریں:

اساتذہ کی انجمن الگ ہونی چاہیے، طلبہ کی بھی ایسی ہی انجمنیں ہوں اور اس میں اچھی کتابیں اساتذہ منگوائیں اور خود پڑھیں اور طلبہ کو بھی پڑھوائیں، یہ کتابیں جو ہم نے رکھی ہیں، یہاں جو حضرات مدرسوں سے تشریف لائے ہیں، کسی مدرسہ میں سے دو آئے ہیں، کسی مدرسہ میں سے تین آئے ہیں، ہم نے کہا کہ ایک ایک پاکٹ دے دیتے ہیں، اُن سے آپ حضرات اپنے اساتذہ کی انجمن شروع کریں، یہ عملاً ابتدا ہوجائے، اس لیے سارے پاپڑ بیلے ہیں۔

کچھ کتابوں کا تعارف:

اس میں سے کچھ کتابیں تو میرے پاس تھیں وہ ہیں، ’’تفسیر عزیزی‘‘ جو شاہ عبدالعزیزؒ کی ہے، مولانا ادریس صاحب جو انکلیشور میں ہیں انہوں نے شائع کی ہے، انہوں نے چالیس پچاس نسخے بھیجے ہیں، دوسرے ہمارے طالب علم ہیں مولانا ادریس جو ورتھی کے باشندے ہیں انہوں نے اسباب نزول پر ایک کتاب لکھی ہے تو انہوں نے تیس نسخے بھیجے ہیں اور ایک کتاب کہیں اور سے میں نے منگوائی ہے، ایک کتاب مولانا نور عالم خلیل امینی کی ہے، ان کے عربی مضامین چھپتے تھے فلسطین و

عربوں کے بارے میں، انہوں نے اس کا اردو کیا، بہت اچھی کتاب ہے، اس کی زبان بھی بہت اچھی ہے، اور اس میں بڑی معلومات ہیں، ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ دنیا ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کررہی ہے، ہمیں اصل میں یہ بھی تو جاننا چاہیے کہ ہم کہاں چل رہے ہیں تو وہ کتاب منگوائی ہے، پچاس ساٹھ نسخے میں نے منگوائے ہیں اور وہ ہر ایک تھیلی میں رکھے ہوئے ہیں، اگر آپ حضرات کو پسند آئے تو آپ دوسروں سے بھی کہیں کہ یہ کتاب لیں، طلبہ سے بھی کہیں کہ یہ کتاب لیں تو یہ ایک نمونہ کی چیز ہے، ایسی تو بہت سی کتابیں یہاں رکھی ہوئی ہیں۔

کتابیں مانگنے پر دینی چاہیے:

یہ کتابیں ہیں اس میں سے اچھی کتابیں جو معلوم ہوں، آپ ان کو طلب کریں اور طلبہ کو بھی بتائیں، ہماری عادت یہ ہے کہ ایک کتاب ہمارے پاس ہے تو ہم اس کو پڑھ کر رکھ دیتے ہیں، کسی کو کہنے کے لیے تیار نہیں، کیوں کہ کہیں گے تو وہ مانگیں گے، ارے بھائی مانگیں تو دینا چاہیے، علم تو پھیلنے کے لیے آیا ہے، اس کو جمع کرکے کیا فائدہ۔

مسجدِ عائشہ میں ’’دارالمطالعہ‘‘:

میرے پاس جتنی کتابیں ہیں، یہاں ہم نے ایسا ارادہ کیا ہے کہ انشاء اللہ! اللہ مجھے توفیق دے کہ یہ جو کمرہ مسجد کے ساتھ بنا ہوا ہے، وہ ساری کتابیں میں اس میں رکھ دوں گا(۱) اور یہاں کے عالم جو ہمارے یہاں پڑھا رہے ہیں ان کے سپرد

(۱) الحمدللہ! حضرت نے اپنی تمام کتابیں اہل علم کے لیے وقف فرما کر مسجد عائشہ میں رکھ دی تھیں، جن سے سالوں تک =

کردوں گا کہ بھائی یہ چابی اپنے پاس رکھیں، اگر میں یہاں نہیں ہوں، ٹورنٹو چلا جاؤں اور کسی کو مطالعہ کرنا ہو تو آپ اس کو کھول دیں۔ اس لیے کہ میرے گھر میں میری عدم موجودگی میں کوئی عالم نہیں جائے گا، مسجد میں تو کوئی کسی وقت بھی آ سکتا ہے، کم سے کم کوئی عالم آئے اس کے پاس نماز کے بعد ایک گھنٹے کا وقت ہے تو وہ مطالعہ کرلیں، یا کوئی مہمان آجائے اور وہ الماری کے پاس سے گزرے گا تو اس کو معلومات ہوگی کہ اچھا بھائی یہ نئی کتاب ہے، یہ فلانی کتاب ہے۔

المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم ومفردات کا تقابل:

اب ہمارے یہاں مدرسوں میں مفردات امام راغب ہوتی ہے، جلالین یا ترجمۂ قرآن پڑھانے والے کے پاس مفردات راغب اصفہانی ہونی چاہیے، ابھی شام سے ایک عالم نے "**المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم**"مفردات ہی کے طرز کی بڑی اچھی کتاب چھاپی ہے، میں نے دونوں کا تقابل کیا، مفردات کو کھول کر دیکھا اور اس المعجم کو بھی میں نے دیکھا تو محسوس ہوا کہ المعجم میں کچھ تحقیقات زیادہ ہیں، اس میں عربی الفاظ کے بارے میں استشہاداً قدیم عربی شعراء کے اشعار بھی کبھی نقل کرتے ہیں، اگر ہم نہ منگوائیں گے تو پھر ہم مفردات ہی دیکھتے رہیں گے، ہم اس کو بھی دیکھیں، ہمیں فائدہ ہوگا، تجزیہ کی صلاحیت پیدا ہوگی، علم جامد چیز نہیں ہے، اس میں تھوڑی ترقی ہوتی ہے، جس کا مطالعہ وسیع ہوتا ہے وہ نت نئے افق تلاش کرلیتا ہے، جتنی کتابیں ہم زیادہ پڑھیں گے، ہم کو اس مسئلہ کی تفہیم میں سہولت ہوگی۔

=لوگ استفادہ کرتے رہے، امسال جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڑ میں "مجمع الشیخ عبداللہ الکافودروی" کا قیام عمل میں آیا تو یہ تمام کتابیں وہاں منتقل کردی گئیں جو شائقینِ علم وادب کی تشنہ لبی دور کرنے کا سامان فراہم کررہی ہیں۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی نصیحت:

مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم جو دیوبند میں شیخ الحدیث ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، ان کی بڑی اچھی نظر ہے، وہ ہمیشہ یہ بات کہتے ہیں، انہوں نے ابھی ترمذی کی شرح کی پانچویں جلد میرے پاس بھیجی، اس میں یہ بات لکھی ہے کہ اساتذہ کو چاہیے کہ جو کتاب پڑھا رہے ہیں، مثلاً: "ہدایۃ النحو" پڑھا رہے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ تم صرف "ہدایۃ النحو" کا حاشیہ دیکھ کر نہ پڑھاؤ، اوپر کی "قطر الندیٰ" بھی دیکھو، شرح شذور الذہب بھی دیکھو اور نیچے کی کتاب بھی دیکھو، جس کتاب کو پڑھا رہے ہیں اس کے اوپر اور نیچے کی کتابیں مطالعہ میں رکھو؛ جس سے آپ کو سمجھ میں آجائے گا کہ اسی مسئلہ کو جو صاحب "ہدایۃ النحو" بیان کر رہا ہے، "قطر الندیٰ" والے نے کس طرح بیان کیا ہے، صاحب "شرح شذور الذہب" نے کس طرح بیان کیا ہے تو آپ کو سامنے کا راستہ ملے گا۔

"النحو الواضح" کا تجزیہ:

ایک "**النحو الواضح للثانوية**" ہے اور ایک "**النحو الواضح للابتدائية**" ہے، ثانویہ کو آپ دیکھیں گے تو ہدایۃ النحو کے تمام مسائل اس میں ملیں گے؛ لیکن اس میں خاص بات یہ ہے کہ پہلے امثلہ ہیں، چھ سات مثالیں دیتے ہیں، امثلہ کے بعد "البحث"، بحث کے بعد "القاعدة" اور وہ ڈیڑھ سطر کا، کوشش کرتے ہیں کہ لمبا قاعدہ نہ ہو، تاکہ طالب علم کو یاد کرنے میں سہولت ہو، جملہ اسمیہ کس کو کہتے ہیں تو انہوں نے چھوٹا سا جملہ لکھ دیا "**كل جملة ابتدأت باسم فهي**

جملة اسمية" چھوٹا سا جملہ تا کہ طالب علم یاد کرلیں، تو جب تک زندہ رہے گا اس کو یہ جملہ یاد رہے گا "وكل جملة ابتدأت بفعل فهي جملة فعلية" یہ چھوٹے چھوٹے جملے طالب علم یاد کر سکتے ہیں اور ان کو یاد کرانا چاہیے، اصل میں ہم لوگ اس کو یاد نہیں کراتے تو پھر وہ چیز محفوظ نہیں رہتی، پھر قاعدہ کے بعد "النحو الواضح" میں تمرینات لکھی ہیں، اگر آپ "ہدایۃ النحو" پڑھا رہے ہیں، آپ "کافیہ" پڑھا رہے ہیں تو پڑھائیے۔

کتاب نہیں اصل استاذ ہے:

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مولانا! کتابیں کوئی چیز نہیں ہیں، کتاب مشکل ہو یا آسان، اگر استاذ قابل ہے تو وہ کسی بھی کتاب سے طالب علم کی مناسبت پیدا کرادے گا، کہا کہ طویل تجربہ کے بعد سید صاحب (سید سلیمان ندویؒ) اس نتیجہ پر پہنچے تھے، ہمارے سید صاحب نے یہ بات فرمائی کہ مولانا! اصل استاذ ہے، استاذ باصلاحیت ہے تو طالب علم کو کسی بھی کتاب سے مناسبت پیدا کرادے گا، اگر استاذ ہی کے اندر صلاحیت نہیں ہے، وہی ادھر اُدھر کچھ اردو کو دیکھ کر بول رہا ہے، بعض مرتبہ اس کو خود انشراح نہیں ہوتا۔

ایک تبسم آمیز واقعہ:

ہمارے مولانا خیر الرحمان صاحب ڈابھیل میں پڑھاتے تھے، ہم لوگ اس وقت ڈابھیل میں تھے، مولانا خیر الرحمان صاحب کبھی کبھی کہتے تھے کہ میں حاشیہ دیکھتا ہوں تو کم بخت جس جگہ مجھے سمجھ میں نہیں آیا اس کو بھی سمجھ میں نہیں آیا، مولانا تو

پٹھان ہیں تو وہ ایسا کہتے ہیں کہ مجھے جس جگہ سمجھ میں نہیں آیا، میں دیکھتا ہوں کہ اس کو بھی سمجھ میں نہیں آیا ہے، یہ بھی ایسے ہی گزر گیا ہے تو شرح میں بھی ایسا ہے، آپ دیکھ لیجیے، نور الانوار کو دیکھیے۔

مدرسین فن کی چھوٹی بڑی کتابیں دیکھیں:

اس لیے ضرورت پڑتی ہے کہ حاشیہ کے علاوہ اور کسی کو دیکھیں، ہوسکتا ہے کہ آپ کی مطلوب چیز اوپر ملے، اوپر کی کتابیں ساتھ میں دیکھنا اس لیے ضروری ہے، تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ بھائی اوپر کیا لکھا ہوا ہے؟ اسی مسئلہ کو انہوں نے کس انداز سے بیان کیا ہے؟ مگر میرے دوستو! اس کے لیے ہمیں محنت کی ضرورت پڑتی ہے، رات کی بیداری کی ضرورت پڑتی ہے، ہم کیوں یہ کوشش کرتے ہیں کہ ذرا سا دیکھ کر طلبہ کو پڑھا دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ جاؤ یاد کر کے لاؤ، کل میں تمہارا سنوں گا اور دو چار کا سنا اور دو چار کا نہیں سنا، یہ ٹھیک نہیں، برابر سننا چاہیے۔

ہمارے اساتذہ طلبا کو متوجہ رکھتے تھے:

ہمارے مولانا فضل الرحمن صاحب "ہدایہ آخرین" پڑھاتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، ان کی قبر کو نور سے بھرے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ ہدایہ آخرین پڑھاتے پڑھاتے یکا یک ٹھہر جاتے تھے، بالکل یہی حال دیوبند میں مولانا سید حسن صاحبؒ کا دیکھا، ان کا بھی یہی طرز تھا، پڑھاتے پڑھاتے ۱۵، ۲۰ منٹ ہوگئے، یکا یک سبق روکا، بچوں سے کہا بتلاؤ میں نے اب تک کیا تقریر کی؟ ایسے اشارہ کرتے بتلاؤ، اب اگر اس کا ذہن سبق میں حاضر نہیں ہے تو وہ کچھ نہیں بتا سکتا، فرماتے اچھا تو

کیا سمجھا ہے؟ تم سب بیکار ہو، میں رات کو دو بجے تک اپنی آنکھیں پھوڑتا ہوں اور تم اس طرح سبق سنتے ہو کہ ابھی میں نے بیان کیا اور تم بیان نہیں کر سکتے، خوب ڈانٹتے تھے، تو اس کی وجہ سے طلبہ کو دھیان سے سننا پڑتا تھا، معلوم نہیں یہ کس وقت انگلی اٹھالیں، یہی حال مولانا سید حسن صاحبؒ کا تھا، دیوبند میں وہ پڑھاتے تھے، ٹھہر جاتے وہ کہتے، میں نے کیا بات کہی، چلو بتلاؤ، یہ اوپر کے درجوں کی بات ہے، ہدایہ آخرین کی بات کر رہا ہوں جو مشکاۃ میں پڑھائی جاتی ہے تو ہمیں بیدار مغزی کے ساتھ سبق سننا پڑتا تھا اور اگر خدانخواستہ گھڑی ایسے دیکھ لی تو بس شامت آجاتی تھی، وہ کہتے کہ اچھا تم گھڑی دیکھتے ہو؟ تمہیں سبق کی فکر نہیں ہے؟ تمہیں وقت کی فکر ہے کہ چھٹی کب ہوگی؟ تم اس لیے پڑھنے آئے ہو۔ اتنا ڈانٹتے تھے کہ بس طلبا کو تپائی کے نیچے ہاتھ رکھ کر گھڑی دیکھنی پڑتی تھی، طلبہ تو ویسے ہی چور بہت ہوتے ہیں، کسی نہ کسی صورت سے دیکھ ہی لیتے ہیں، لیکن میں آپ سے بتاتا ہوں ان کی فکرمندی کہ یہ طالب علم میرے پاس بیٹھا ہے تو اس کو کچھ بات سمجھ میں آنی چاہیے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

(نوٹ) حضرت مفکر ملت کا خطاب مکمل ہوگیا، پھر تقاریر و تجاویز کا سلسلہ مکمل ہونے کے بعد اختتامی خطاب میں فرمایا۔

اساتذہ خود محتسب ہوں:

حضرات! یہ مجلس کافی طویل ہوگئی ہے، ہم معذرت چاہتے ہیں، آپ تھک بھی گئے ہوں گے، بس اخیر میں ایک دو باتیں کرنی ہیں، آپ سے اتنی درخواست کرتے ہیں کہ ہر مدرسہ میں اساتذہ کا ایک نظام ہو، ایک مجلس ہو اور وہ مہینہ میں ایک مرتبہ کم سے کم جمع ہوں، استاذ ہر مدرسہ میں اپنے ایک مہینہ کا جائزہ لے کہ بھائی کیا

حال ہے، کس طرح کا نصاب چل رہا ہے، اس لیے کہ دور کا آدمی گھڑی گھڑی نہیں آسکتا، یہ نگرانی آپ ہی کو کرنی ہے اور جیسے مولانا نے ایک جملہ فرمایا کہ انتظامیہ کے ساتھ مشورہ کر کے کرنی ہے، اساتذہ مستعد اگر ہوں گے تو سب مسئلہ پر قابو ہو جائے گا، دوسری بات یہ ہے کہ اساتذہ خود مطالعہ کے عادی بنیں، کتنی اچھی اچھی کام کی کتابیں مل رہی ہیں، ان کو منگوا کر خود بھی پڑھیں اور جو مفید مضامین ہیں ان سے طلبہ کو ہمیشہ واقف کریں، ایک' دو' تین' چار اس طرح کتابیں بار بار طلبہ کے سامنے آئیں گی تو پھر ان کا ذہن بنے گا، علمی ذہن بنانا بہت ضروری ہے، ہمارے یہاں یہ شکوہ عام ہے کہ طلبہ میں بد ذوقی ہے تو بھائی بد ذوقی کیسے دور کریں، ہم ہی کر سکتے ہیں، ہماری اور آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان بچوں کی تربیت کریں۔

کمیٹی برائے نگرانی:

اور دوسرے یہ ہے کہ کمیٹی تو اس لیے بنائی کہ بعض حضرات کی تجاویز میں یہ بات ہے کہ بھائی یہاں کے علما کی کوئی نگرانی ہو، ایسا لکھا ہوا ہے، ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ بھائی یہ اچھی بات ہے، مفتی احمد خان پوری دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور صاحب دل آدمی ہیں، حضرت مفتی گنگوہیؒ سے انہوں نے بڑا فائدہ اٹھایا اور بہت اچھی علمی صلاحیت کے مالک ہیں، پھر ہمارے مولانا احمد صاحب دیولوی کا نام میں نے رکھا کہ وہ بہت متحرک آدمی ہیں، مفتی ابراہیم صاحب آچھودی کا نام خاص طور سے اس لیے کہ مفتی صاحب بہت اچھا تجربہ رکھتے ہیں اور دوسرے مولانا اقبال صاحب ٹنکاروی اور مولانا یاسین صاحب ہیں؛ تاکہ شمالی

گجرات، وسطی گجرات اوراِدھر کے سب آجائیں، تو یہ پانچ آدمی ہیں اور ضروری نہیں کہ یہ پانچ ہی رہیں، یہ حضرات مناسب سمجھیں گے تو اور حضرات کو بھی شامل کریں، کم ازکم سال میں دو مرتبہ ان حضرات کو چاہیے کہ یہ تمام مدارس کی طرف نظر دوڑائیں، اپنے آدمی کے ذریعے سے یا بذاتِ خود جا کر اچھی طرح جائزہ لیں کہ کیا نظام ہے۔

ہر مہینہ کی مقدارِ خواندگی متعین کریں:

یہ جو باتیں طے ہوئیں کہ نصاب کی فکر کرنی چاہیے، یہ بھی بہت ضروری ہے، ابھی حج کا مہینہ آگیا اور بخاری شریف کی دو روایتیں ہوئی ہیں، یہ افسوس کی بات ہے، کتاب پوری نہیں ہوتی، ایک جگہ ہم گئے تو سالانہ امتحان قریب ہے، تقریباً جمادی الثانیہ چل رہا ہے اور ابھی صرف ستّر، اسّی صفحے ہوئے ہیں، ارے بھائی! جمادی الثانیہ میں ستّر، اسّی صفحے ہوئے ہیں، حالاں کہ رجب میں تو کتاب ختم ہو جانی چاہیے، یہ تو بہت بری بات ہے، یہ حضرات جو چاہیں جا کر دیکھیں گے؛ بل کہ سہارن پور میں جو نصاب پہلے چھپا تھا اس کے اخیر میں ایک صفحہ ہے، ہر مہینہ کی مقدارِ خواندگی اس میں چھپی ہوئی ہے، اپنے یہاں کے حالات کے مطابق اس میں آپ ترمیم کر سکتے ہیں، اور ہر چیز جو اساتذہ کی انجمن میں نہ ہو مشورہ کر کے مقدارِ خواندگی طے کریں اور اس میں پھر یہ دیکھا جائے کہ مقدارِ خواندگی پوری ہو رہی ہے یا نہیں۔

ہمارا پیغام ذمہ دارانِ مدارس کو پہنچا دیں:

دوسری بات یہ ہے کہ ایک جماعت میں جو ۲۰، ۳۰ طلبا ہوتے ہیں اس میں کتنے ایسے ہیں کہ جو کمزور چل رہے ہیں، ان کی کمزوری ہم کیسے دور کریں، یہ سب

اساتذہ مل کر مشورہ کریں، ہمیں تو فکر کرنی چاہیے کہ اگر اس طرح کام کریں گے، آپ حضرات آپ کے ادارہ کے مہتمم صاحب کو بھی ہمارا یہ پیغام پہنچا دیں، پوری روئداد ان کو سنائیں اور دوسرے جو ساتھی اساتذہ ہیں چوں کہ یہاں ہر مدرسہ سے دو یا تین آدمی آئے ہیں تو ان کو یہاں سے جا کر کسی مناسب موقع پر آپ جمع کریں، اور یہ پوری بات ان کے سامنے رکھیں اور بھائی فکر کے بغیر کام نہیں چلتا، ہماری ذمہ داری ہمیں سمجھنی پڑے گی، قوم تو ہم کو بہت پیسہ دے رہی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں مسئولیت کا اندازہ کر کے ہمیں کام کو آگے بڑھانا ہے اور پھر ان اکابرین سے بھی درخواست کریں گے کہ انشاء اللہ وہ مشورہ دیں گے! اللہ تعالیٰ آپ حضرت کی اس تشریف آوری کو قبول فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ اس سے کوئی اچھا نتیجہ نکالے، ان مدرسوں میں اگر فکر پیدا ہوگئی تو انشاءاللہ اچھے طلبہ پیدا ہوں گے۔

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں!:

اور امت کے لیے ایسے افراد ہونے چاہیے، حالات بہت خطرناک ہیں، امت اسلامیہ اس وقت جن حالات سے گزر رہی ہے، ہم آپ کے سامنے کیا بیان کریں، کس کس طریقے سے ہم کو مٹانے کے لیے کام ہو رہا ہے، کہاں کہاں پارلیمنٹ تک میں بحثیں ہو رہی ہیں، خاص کر کے ہمارے اس حلقہ کے لیے، ابھی ایک مولانا آئے تھے انگلینڈ سے، ان کی انگلینڈ کے سابق وزیر داخلہ کے ساتھ دوستی ہے، وہ بلیک برن کے ہیں، وہ بھی بلیک برن کے ہیں، ابھی وہ آئے تھے، میری ملاقات اتفاق سے نہیں ہوئی، پھر وہ وہاں واپس گئے تو انہوں نے میرے لڑکے اسماعیل سے

کہا کہ تمہارے والد سے ملاقات نہیں ہوئی، مجھے بڑا افسوس ہے، جیک اسٹروک کے ساتھ ان کی جو باتیں ہوئیں ان کو سنانا چاہتے تھے۔

ع...... تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

تو کہتے ہیں کہ حکومتی سطح پر فکریں ہورہی ہیں کہ ان دیوبندیوں کو کس طرح نیچے گرانا ہے، کیسی کیسی کتابیں ہمارے خلاف عرب ممالک میں پھیلائی جارہی ہیں، تاکہ پورا ذہن لوگوں کا اس طبقہ سے ہٹ جائے، انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ علمائے حق جو ہیں وہ یہ ہیں، اور یہی ہمیشہ استعمار کا بھی مقابلہ کرتے ہیں اور باطل تحریکوں کو بھی انہوں نے مٹایا دیا ہے، جان کی بازی اگر کسی قوم نے لگائی ہے تو یہی ہے، یہ سمجھ چکے ہیں، اوراسی لیے آج کل ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں ؎

وہ فاقہ مست کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو

ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے پیچھے جو طاقتیں کام کررہی ہیں، ہمیں کس طرح اپنے طلبہ کو مضبوط کرنا ہے۔ توحید کو مجروح کرنے کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نوجوانوں کو برگشتہ کرنے کی مستقل مہم ہے، یہ اخبارات میں کارٹون صرف اسی لیے شائع ہوتے ہیں تاکہ مسلم نوجوان کا ذہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بدل کیا جائے اور یہ سب سے بڑی بات ہے، یہ بہت اہم بات ہے۔

توحید و رسالت کی دعوت دیں:

اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہر طالب علم کو یہ بات بتا دینی چاہیے کہ چھٹیوں میں توحید پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر عوام میں تقریر کریں، یہ دو ہمارے جز ہیں، مولانا علی میاں ندویؒ نے مکہ معظّمہ میں ۱۹۵۱ء میں عرب نوجوانوں کو خطاب کر کے کہا تھا ”**إن سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ہو روح العالم العربي والإسلامي**“، ۱۹۵۱ء میں جو تقریر کی تھی اس میں فرمایا تھا: اے عرب نوجوانو! تم اس بات کو سمجھ لو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم اسلامی اور عربی کی روح ہیں، تمہارا تعلق اگر ان سے کمزور ہوا تو مٹ جاؤ گے، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کو مضبوط کرنا ہے، ہمارے ہر طالب علم کے دل میں یہ بات بٹھانی ہے ؎

نہیں ہے وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدِ عربی سے ہے عالمِ عربی

یہ بات سمجھ لو کہ ہمارا مشن اور ہمارے ان مدارس کا کام یہ ہے کہ خدا کی توحید کو برابر مضبوط کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر لوگوں کا یقین جمایا جائے، لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ پوری انسانیت کی نجات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے اور یہ پرسوں ایک مضمون آیا تھا گجراتی اخبار میں، جس کو کٹنگ کر کے میں نے جیب میں رکھا ہے، ایک آدمی نے یہاں گجرات میں اپنے لڑکے کو بہت بڑا جج بنایا اور جج بنانے کے بعد جب بہت اعلیٰ عہدہ پر پہنچا تو اس نے اپنے باپ کو اولڈ ہاؤس میں بھیج دیا۔

اخلاقی تعلیم کا فقدان:

اخلاقی تعلیم کے نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اپنے ماں باپ کو بوڑھوں کے مکانات میں بھیج دیتے ہیں، اس میں ایک جج کا قصہ لکھا ہے کہ اس کی بیوی نے کہا کہ بڑھے کی کیا ضرورت ہے، اس کو کسی گھر دا گھر (Old house، دار الضعفاء) میں بھیج دو، بڈھوں کے جو مکانات ہوتے ہیں ان کو اولڈ ہاؤس کہتے ہیں، اس نے لکھا ہے کہ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے، اور اس نے پوری تقریر لکھی ہے، ہندو دھرم میں فلانی جگہ ماں باپ کا یہ حق ہے، تو اس نے عنوان اتنا بڑا لگایا ہے گجراتی میں، جس کا مطلب اخلاقی تعلیم ہے، اور اخلاقی تعلیم کون دے گا، سب سے زیادہ دنیا میں اخلاقی تعلیم دینے والی شخصیت صرف جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ''إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق'' (۱) میں دنیا میں بھیجا ہی گیا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں اور اخلاق جب قوموں میں خراب ہوتے ہیں تو اس سرزمین پر پھر اس کو کوئی اہمیت نہیں۔

اخلاق عروج بخشتا ہے:

شوقی نے کہا ؎

إنما الأمم بالأخلاق ★ فإذا ذهبت أخلاقهم ذهبوا

دنیا میں قومیں اخلاق سے بنا کرتی ہیں، جب قوموں میں اخلاق ختم ہو جاتے ہیں تو قومیں مٹ جایا کرتی ہیں، یہ چیز ہمیں بچوں میں پیدا کرنی ہے، تا کہ

(۱) مستدرک حاکم: ۲/ ۶۷۰، الرقم: ۴۲۲۱

ہماری قوم رہ سکیں، وہ قربانی پر آئیں، وہ ہر مصیبت کو جھیلنے کے لیے تیار ہوں، میں ابھی جن مدارس میں گیا، وہاں میں نے طلبہ سے یہ کہا، ہمارا معاملہ کیسا ہونا چاہیے، وہ ایک عربی شاعر نے کہہ دیا اللہ تعالیٰ سے خطاب کر کے ؎

''فليتك تحلو والحياة مريرة ★ وليتك ترضى والأنام غضاب'' (۱)

اے اللہ! کاش آپ کے اور ہمارے تعلقات میٹھے ہوں، چاہے ہماری زندگی کڑوی گزر رہی ہو، چاہے ہم چٹنی روٹی کھائیں، لیکن خدا کے ساتھ تعلق کمزور نہ ہو، ساری مخلوق ناراض ہو جائے، لیکن آپ ہم سے ناراض نہ ہوں ؎

إذا صح منك الود يا غاية المنى ★ فكل الذي فوق التراب تراب

اے ہماری آرزوؤں کی انتہا! تیری ذات پاک سے اگر ہمارا تعلق ٹھیک ہے، پھر ہمارے نزدیک اس سرزمین پر جتنی چیزیں ہیں ہم ان کو مٹی سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ عجیب شعر ہے، کاش کہ ہمارے طلبہ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ دنیا کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ ہم سے کیسے راضی ہوسکتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے کیسے اپنے آپ کو قربان کر سکتے ہیں۔

(۱) یہ اشعار ابوفراس ہمدانی نے اپنے چچا زاد بھائی سیف الدولہ ہمدانی کو خطاب کر کے کہے ہیں، دوسرا شعر اس طرح ہے: وليت الذي بيني وبينك عامر ★ وبيني وبين العالمين خراب (دیوان ابوفراس ہمدانی: ۴۶)

یتیمۃ الدہر: صفحہ ۲۱/ پر ابو منصور ثعالبی نے ابوفراس کے یہ اشعار ذکر کیے ہیں؛ البتہ آخری شعر کا پہلا مصرع اس طرح ذکر کیا ہے: إذا صح منك الود فالكل هيّن

اسی طرح ''قری الضیف: ص ۹۵'' پر بھی مذکور ہے؛ البتہ شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی، دمشقی نقش بندی متوفی ۱۰۵۰ھ کے دیوان میں یہ اشعار اسی طرح مذکور ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابوفراس ہمدانی کے یہ اشعار تھوڑی سی ترمیم کر کے حق جل مجدہٗ کو خطاب کر کے کہے ہیں۔ اسماعیل عفی عنہ

ایک انقلاب آفریں جملہ:

اور حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ جملہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا: "أینقص الدین وأنا حي" میرے جیتے جی دین میں کمی بیشی ہوسکتی ہے؟

کہا کہ "اس کو سونے کے حروف سے لکھ کر لٹکانا نہیں، اس کو ہر مومن کو اپنے قلب پر لکھنے کی ضرورت ہے"۔ دل میں جمانے کی ضرورت ہے، میری زندگی جب تک باقی ہے دین میں کیسے کمی آسکتی ہے، ہم مرمٹیں گے، ہم اس کی فکر کریں، ہم لوگوں کے پاس جا کر سمجھائیں کہ کس طرح تمہیں رہنا ہے، ان کے اندر ایک فکر پیدا کریں، اللہ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آخری پیغام:

میرے دوستو! جتنے دن باقی ہیں ہم اس کے اوپر ایک ایک منٹ صرف کریں، یہ بہت قیمتی سرمایہ ہے جو قوم نے ہمارے سامنے لاکر رکھ دیا ہے، اس کو ہم اللہ کے واسطے ضائع نہ کریں، یہ آج اس جلسہ کا پیغام ہے اور یہی پیغام ہے کہ آپ اپنے مدرسوں میں اپنے اساتذہ کی انجمن بنائیں اور یہ جو کمیٹی بنی ہے انشاء اللہ مفتی صاحب حج سے واپس آئیں گے تو ہم ان سے گفتگو کریں گے اور اس سلسلے کو آگے بڑھائیں گے اور آپس میں تبادلۂ خیال کرتے رہیں، اسی لیے سب کے ہم نے پتے بھی لیے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں۔ آمین!

معذرت:

میں نے آپ کا بہت وقت لے لیا، میں معذرت خواہ ہوں، یہ کچھ باتیں میرے ذہن میں تھیں، اب میں چاہتا ہوں کہ جو حضرات اپنی تجاویز لائے ہیں وہ پانچ پانچ منٹ میں اپنا مدعا بیان کریں، اگر تمہید لکھی ہے تو کسی چیز کی تمہید کی ضرورت نہیں ہے، جو خاص باتیں ہیں ان کو پیش کریں، بہت سی باتیں تو وہ ہوں گی جو میں نے آپ سے بیان کی ہیں وہ لکھ کر لائے ہیں، وہ تو ٹھیک ہے، آپ بیان کر دیجیے، یا کسی صاحب کو کوئی اور بات کہنی ہے کیوں کہ اتنے سارے علما آئے ہیں، ممکن ہے بل کہ یقین ہے کہ اچھی باتیں فرمائیں گے، جو ہم سب کے لیے نافع ہوں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائیں اور ہمیں عملی طور پر ایک فکر مند داعی کی طرح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

(۲)

اکابرین سے کٹ کر ترقی کا حصول صرف خواب وخیال ہے

حضرت والا کا یہ بیان

۲۲رنومبر ۲۰۱۶ءکو''جامعہ قاسمیہ عربیہ'' کھروڑ کی مسجد میں ہوا تھا، جس میں گجرات کے تقریباً بارہ سو چیدہ علمائے کرام جمع تھے، اب اسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین الهادي إلى الصراط المستقیم، والصلاة والسلام علی النبي الأمین الذي بعث رحمة للعالمین، وعلی آله وأصحابه الطیبین الطاهرین، ومن تبعهم بإحسان إلی یوم الدین۔ أما بعد!

فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: العلماء ورثة الأنبیاء۔ (۱)

قابل صد احترام، محبوب العلما حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم اور دیگر مدارس کے علمائے کرام اور گجرات سے تشریف لائے ہوئے ہمارے احباب کرام!

سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ بہت زیادہ مصروفیات کے باوجود جب کہ اسباق چل رہے تھے، ان کو روک کر یہاں تشریف لائے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی تشریف آوری کو قبول فرمائے۔ آمین!

ہمارا دائرۂ کار محدود ہے:

میں نے آپ حضرات کو بہت زیادہ مصروفیات کے باوجود یہاں آنے کی اس لیے تکلیف دی کہ میرے دل میں ایک عرصہ سے یہ بات گردش کررہی ہے کہ ہمارے گجرات میں تقریباً ساٹھ دارالعلوم ہیں، لیکن میرا تاثر یہ ہے کہ ہمارے علما بہت محدود طریقہ پر زندگی گزار رہے ہیں اور ایک مخصوص دائرہ میں اپنے آپ کو گھیر رکھا ہے۔

---

(۱) ابوداود: ۳۶۴۳، ترمذی: ۲۶۸۲

تیری فکر میں وہ بلندئ پرواز نہیں:

دوستو! میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ آپ جیسے بڑے علما کی رہبری کے لیے کچھ کام کروں؛ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا موقع دیا ہے کہ کچھ بزرگوں اور کچھ اکابر کے ساتھ میرا رہنا ہوا ہے اور کچھ اکابر کی سوانح حیات پڑھنے کا موقع ملا ہے، جس کی وجہ سے کئی دنوں سے دل میں ایک احساس پیدا ہوا کہ ہمارے مدارسِ عربیہ اور ان کے فضلا میں فکری بلندی نہیں ہے، یہ تو میرا احساس ہے، اس میں مَیں غلط بھی ہوسکتا ہوں اور دینِ اسلام کے لیے جو تڑپ ہمارے اکابر کے دلوں میں تھی اور اس کے لیے جس طرح وہ اپنے آپ کو کھپاتے تھے، ہم نے جس طرح ان کو دیکھا ہے، آج ہمارے علما میں وہ بات نہیں ہے۔

اس طوفانِ بلاخیز میں امت کے سفینے کا ناخدا:

اس وقت امریکہ سے لے کر چائنا، آسٹریلیا اور رشیا، ہر جگہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ کس طرح اسلام کو ختم کیا جائے اور کس طرح مسلمانوں کو زوال کا شکار بنا دیا جائے اور ان میں یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے، اور اس کے لیے باقاعدہ اسکیمیں بناتے ہیں اور جھوٹے بہانے بنا کر ہمارے ملکوں کو تہس نہس کر دیا جاتا ہے، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے، لیبیا اور افغانستان بالکل ختم ہو گئے، سیریا میں دو لاکھ سے زیادہ معصوم لوگوں کو قتل کر دیا گیا ہے، اور ہمارے ملک کے حالات بھی آپ کے سامنے ہیں اور ہمیں کس طرف لے جانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، ہر روز ایک نیا پروگرام پیش کیا جاتا ہے، ایسے حالات میں

سب سے زیادہ اگر کوئی کام کر سکتا ہے تو یہ علما ہی کر سکتے ہیں، امت کو بچانے کا کام علما ہی کر سکتے ہیں اور صرف وہ علما جو حالات پر نظر رکھتے ہوں اور جن علما کو خبر ہی نہ ہو کہ پچھلے دنوں امت پر جو حالات آئے تھے ہمارے اکابر نے امت کو کس طرح نکالا تھا، وہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔

اس مردِ درویش نے حالات کا رخ موڑ دیا:

اکبر کے زمانہ میں پورے ملک میں دینِ الٰہی عام کرنے کی کوشش کی گئی اور پھر تو اس ملک میں اسلام باقی رہنے کی کوئی امید ہی نہ تھی، اس لیے کہ اس دین کی اشاعت میں مغل سلطنت کی پوری طاقت استعمال ہو رہی تھی؛ لیکن ایک اللہ کا بندہ سرہند میں بیٹھا ہوا تھا جس نے مکتوبات کے ذریعہ امیروں کو دعوت دی، غریبوں کو بھی دعوت دی، علما کو بھی اس طرف متوجہ کیا کہ کس غفلت میں پڑے ہوئے ہو، غرض یہ کہ ہر طبقے کو متوجہ کیا، حکومت کے ساتھ لڑائی نہیں کی بل کہ ذہنوں کے بدلنے کی محنت کی اور ایک نسل تیار کی اور حضرت نے اپنے خلفا کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بھیجا، یہ بالکل خاموش محنت تھی، جہاں گیر کے آتے آتے اس ملک کا نقشہ بدل گیا، اب انگریز حیران تھے کہ اکبر نے اس طرح کام کیا تھا تو پلٹا کیسے کھا گیا، یہ لوگ پھر سے اسلام کی طرف کیسے آ گئے؟ لیکن وہ یہ اندازہ نہ لگا سکے کہ یہ کام اس سرہند کے فقیر نے کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا گہرا علم دیا تھا اور ان کو اللہ کے ساتھ قوی تعلق تھا اور اتباعِ سنت میں بھی درجۂ کمال حاصل تھا، انہوں نے اتنی محنت کی کہ اس ملک میں اسلام کے قدم جما دیئے۔

حضرت نانوتویؒ کا مشن اور اس کا مقصد:

پھر انگریزوں کا دور آیا، اتنے قتل عام ہوئے ہیں کہ تمام درختوں پر علما کی لاشیں لٹکتی تھیں اور مسلمانوں کو مایوسی کے گڑھے میں ڈھکیل دیا اور اوقاف بند کر دیئے، مسلمانوں کی بڑی بڑی جائدادوں پر قبضہ کر کے ان کو بے دخل کر دیا، ہمارے اکابر نے شاملی کے میدان میں مقابلہ کی کوشش کی؛ مگر اس میں کامیابی نہ ہوسکی تو فوراً انہوں نے اپنا رخ بدل دیا کہ اب ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ نہیں کرنا ہے، اتنی بڑی قوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے دیو بند میں ایک مدرسہ قائم کیا اور ایسے افراد پیدا کیے جن کے دلوں میں انگریزوں اور ان کی سلطنت کا بغض پیوستہ ہو گیا۔

انہوں نے مختلف جہات میں کام کیا، ایک طرف تو انہوں نے پادریوں کے ساتھ مناظرے کیئے، ان کو شکست دی اور ان کو بھاگنے پر مجبور کیا، دوسری طرف انہوں نے کتابیں لکھیں اور پورے ہندوستان میں مدارس کا جال بچھانا شروع کیا، سب سے پہلے ''دارالعلوم دیوبند'' کی بنیاد رکھی، پھر سہارن پور میں ''مظاہر علوم'' قائم ہوا، ان کے علاوہ امروہہ اور مرادا باد میں بھی مدرسے قائم کیئے، حضرت نانوتویؒ یہ چاہتے تھے کہ پورے ملک میں مدارس کا جال بچھا دیا جائے، مدارس کا جال اس لیے بچھائے تھے کہ ہم ان میں ایسے افراد تیار کریں جو خوب معلومات سے آراستہ ہو کر اسلام دشمن طاقتوں کے مقابلہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کریں۔

ہمارے اسلاف کون ہیں؟:

ہمارے یہاں مدرسے تو بہت ہو گئے؛ مگر ہمارے اساتذہ اور ہمارے طلبہ کے بارے میں میرا احساس یہ ہے کہ وہ بالکل نہیں پڑھتے، ہمارے اکابرین کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، یہ صورت حال ہمارے لیے اچھی نہیں ہے۔

تو میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ ان حضرات کو اکابرین کی سوانح حیات دے دی جائے؛ تاکہ ان کو پڑھ کر ان کے دل میں خیال ہو کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کیسے تھے اور انہوں نے کیسے کام کئے؟ حضرت مدنیؒ کیسے تھے اور انہوں نے کیسی زندگی گزاری؟ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ صاحب جن کو ہم ''شیخ الہند'' کہتے ہیں انہوں نے کیسے کارنامے انجام دیئے؟

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے ہمارے شیخ کی قدر گھٹا دی، لوگ انہیں شیخ الہند کہتے ہیں؛ حالاں کہ وہ ''شیخ العالم'' تھے، ایک اوپر کے درجہ کے طالب علم سے پوچھا گیا کہ ''شیخ الہند'' کون تھے؟ تو وہ کہنے لگا کہ مولانا مدنی کے والد صاحب تھے، جن مدرسوں اور علما کی جماعت کا یہ حال ہو کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ''شیخ الہند'' کون تھے تو وہ کیسے یہ کارنامے انجام دے سکتے ہیں؟

انگریز جانتا تھا کہ شیخ الہند کون ہیں، حضرت بنوریؒ سے ڈابھیل میں سنا کہ انگریز اپنی مجلسوں میں کہتے تھے کہ ساڑھے تین فٹ کے مولوی نے ہماری حکومت ہلا کر رکھ دی ہے، وہ کیسے تھے اور ان کا علم کتنا گہرا تھا! انہوں نے اپنے استاذ کی تمام چیزوں کو اخذ کیا تھا، حضرت فرماتے تھے کہ میرے استاذ یعنی حضرت نانوتویؒ نے یہ

مدرسہ صرف اس لیے قائم نہیں کیا کہ لوگ صرف سبق پڑھ کر چلے جائیں، بل کہ اس کا مقصد کچھ اور ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی پوری زندگی کھپا دی اور ہڈیاں پسلیاں بالکل گھلا دی تھیں، ۱۹۲۰ء میں جب مالٹا سے واپس تشریف لائے اور انتقال ہو گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں اور کچھ نہیں تھا، یہ سب کیوں کیا؟ وہ تو بہت بڑے شیخ الحدیث تھے اور انہیں بڑی بڑی پیش کش ہوئی تھیں؛ مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ میرے مشاہدے کا واقعہ ہے جب کہ میں کنز الدقائق کے سال میں تھا، اس وقت حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت رائے پوریؒ اور بھی ایک دو ساتھی تھے وہ دیو بند تشریف لائے، اس وقت مہمان خانے میں مَیں بھی ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا تو آہستہ سے ان حضرات نے حضرت مدنیؒ سے کہا کہ حضرت! آپ کی عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے، آپ ایک ہی جگہ بیٹھیں اور تصوف و بیعت اور درس کا سلسلہ جاری رکھیں اور سفر وغیرہ بند کر دیں تو حضرت مدنیؒ مسکرائے اور پانچ بزرگوں کا نام لیا اور فرمایا کہ وہ اخیر زندگی تک سفر کرتے رہے، میں ہندوستان کے ان حالات میں کیسے گھر میں بیٹھ جاؤں؟

میں ہندوستان کے مسلمانوں کو چھوڑ نہیں سکتا:

ان کے بھائی شیخ محمود صاحب مدینہ منورہ کے امیر ترین آدمی تھے، وہ ہندوستان کی آزادی کے بعد تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت ہندوستان آزاد ہو گیا اور ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کی آپ کی جو غرض تھی اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کو کامیابی دے دی، اب آپ مدینہ منورہ چلیں، میں جہاز کا انتظام کرتا

ہوں، پورے خاندان کو وہاں لے جاؤں گا، آپ کا کام یہاں ختم ہو گیا، حضرت مدنیؒ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ محمود! میں ہندوستان کے غریب مسلمانوں کو چھوڑ کر نہیں آ سکتا، تو انہوں نے کہا کہ حضرت آپ مدینہ منورہ تشریف لائیں گے تو روزانہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری ہوگی اور سلام کا موقع ملے گا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ! مجھے یہ چیز یہاں بھی حاصل ہے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

حضرت مدنیؒ کی آہِ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی:

حضرت مدنیؒ کی عمر اَسّی سے زیادہ تھی اور پیروں میں سخت تکلیف تھی، کوساڑی گاؤں میں بیل گاڑی سے لے جایا گیا، اس وقت گاڑیاں نہیں تھیں، رات کو تقریر ہوئی، بہت سارا مجمع جمع ہوا اور رات کو ایک بجے حضرت جلسہ سے فارغ ہو کر تشریف لائے، ہمارے ساتھ کچھ طلبہ تھے وہ حضرت کی خدمت کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی! جاؤ آرام کرو، کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہو، تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے پھر کہا تو سب باہر چلے گئے، یہ میری آنکھوں کا دیکھا ہوا قصہ ہے جو میں آپ کو سنا رہا ہوں، میں نے جناب حافظ محمد صاحب – جو اُن کے خادم خاص تھے – سے بہت ہی عاجزی سے کہا کہ مجھے آج اس کمرے میں رہنے دیجیے، فانوس جلایا گیا اور میں کونے میں چپ چاپ جا کر سو گیا، حافظ محمد صاحب نے کہا کہ اگر تو کھانسے گا تو حضرت ناراض ہو جائیں گے، اس لیے کہ حضرت نے کہا ہے کہ سب

کو باہر نکالو، جب سب لوگ باہر چلے گئے تو شیخ الاسلامؒ جن کی عمر اسّی سال تھی کہنے لگے کہ حافظ جی یہ بستر لپیٹ کر نیچے رکھ دو، حالاں کہ بہترین قسم کا بستر چادر اور تکیہ تھا، لیکن حضرت نے اسے نیچے رکھوا دیا اور دیوبند سے ایک بستر لائے تھے جس میں ایک موٹی سی چادر تھی وہ بچھائی اور چمڑے کا تکیہ نکالا اور اس پر حضرت نے آرام فرمایا، میں حیران تھا کہ یہ نرم بستر پر سونا کیوں نہیں چاہتے؟ پھر جب تین ساڑھے تین بجے کے قریب کچھ آوازیں آنے لگیں تو میں گھبرا کر اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت اپنے مصلّے پر سجدہ کی حالت میں سسک سسک کر رو رہے ہیں اور سجدہ میں ”**ولجوفه أزيز كأزيز المرجل**“ کا سماں تھا، اس منظر کو دیکھتے ہی مجھے ”**أزيز المرجل**“ کا مطلب سمجھ میں آگیا۔(۱)

وہ امام اکبر تھے لیکن سادگی کا بھی یہ عالم تھا:

علم میں پختگی ایسی کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں چودہ چودہ سبق پڑھائے ہیں، سیاست کے میدان میں جیلوں میں گئے، ایک مرتبہ ہم لوگ جمبوسر سے چھوٹی گاڑی میں جا رہے تھے، اس وقت حضرت نے ہم سے فرمایا تھا کہ انگریزوں نے ہم کو مختلف جیلوں میں ڈالا تھا، لیکن مجھے سب سے زیادہ تکلیف آپ کے احمد آباد میں پہنچائی گئی تھی، انہوں نے جیلوں کی مشقتیں برداشت کیں اور خشک روٹیاں کھائیں، لیکن حضرت نانوتویؒ نے جو پیغام اپنے شاگردوں کو دیا تھا اس پر ڈٹے رہے، حضرت نانوتویؒ کے پیغام کو حضرت شیخ الہندؒ نے مضبوطی سے تھاما اور اپنے تمام

(۱) سنن نسائی: ۱۲۱۴

شاگردوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی کہ حضرت نانوتویؒ کیا چاہتے تھے، اسی لیے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ انہیں ”**الإمام الأكبر**“ فرماتے تھے، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے جو کتاب لکھی ہے اس میں حضرت کے نام کے ساتھ یہ لکھتے ہیں ”**الإمام الأكبر محمد قاسم النانوتوي** رحمه الله“ آج ہمارے دار العلوم کے کتنے ہی بچے ایسے ہیں جن کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ حضرت نانوتویؒ نے کیا خدمات انجام دیں؟ ان کا منہج کیا تھا؟ کس کس میدان میں انہوں نے کام کیا؟ اور کتنی سادگی کے ساتھ کام کیا؟ سادگی کا تو یہ عالم تھا کہ کسی اسٹیشن سے باہر نکلے، وہاں ایک پولیس والا کھڑا تھا، اس نے دیکھا کہ ایک دیہاتی آدمی ہے، اس نے بلایا اور کہا کہ یہ میرا سامان اٹھا، حضرت نے کہا بہت اچھا اور اس کا سامان سر پر اٹھا کر جا رہے تھے، راستے میں استقبال والوں نے دیکھا کہ حضرت اپنے سر پر سامان اٹھا کر جا رہے ہیں، وہ لوگ حضرت سے معافی مانگنے لگے، یہ دیکھ کر پولیس والا گھبرا گیا کہ یہ تو کوئی بڑا آدمی معلوم ہوتا ہے، حضرت نے ان سے کہا کہ اس سے کچھ نہ کہنا، کمزور آدمی تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ سامان اٹھالو تو میں نے اٹھا لیا یہ ہیں امام اکبر۔

ہماری سرد مہری:

اب ہم کیا بتائیں میرے دوستو! کہ ہمارے اکابرین کون تھے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم خود پڑھتے بھی نہیں ہیں اور ہم جو کتابیں بھیجتے ہیں ان کا جواب بھی نہیں ملتا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے حضرت مدنیؒ کے بارے میں چند مضمون لکھے ہیں، وہ ”تذکرۂ شیخ الاسلام“ کے نام سے چھپے ہیں، اس کے پچاس نسخے منگوا کر

مدارس میں بھیجے کہ دیکھو تو سہی، مولانا علی میاں صاحب شیخ الاسلام کے بارے میں کیا لکھ رہے ہیں؟ مولانا علی میاںؒ بار بار فرماتے تھے کہ لوگوں نے مولانا مدنیؒ کو ایک سیاسی لیڈر سمجھا حالاں کہ ان کا مقام بہت بلند تھا۔

ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی:

اس ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کے بعد اتنا ظلم کیا گیا جس کی کوئی انتہا نہیں، بہت بڑی تعداد میں علمائے کرام کو پھانسیوں پر لٹکایا گیا، مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ منہ سے ایک لفظ بھی بولنے کو تیار نہیں تھے، ڈرتے تھے، پورے ملک پر عام مایوسی چھا گئی، مسلمان بالکل دب کر رہ گئے تھے، ایسی حالت میں چند مولوی کھڑے ہوئے جنہوں نے ہندوستان کے اس مردہ جسم میں روح پھونکی، مولانا ظفر علی پنجاب میں کھڑے ہوئے، جنہوں نے ”زمین دار“ نکالا، پوچھو ہمارے طلبہ سے کہ کیا ”زمین دار“ کے ایڈیٹر کو جانتے ہو؟ ”زمین دار“ نے پنجاب میں کیا آگ لگائی تھی؟ کیا آپ مولانا حسرت موہانی سے واقف ہیں؟ انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو بیدار کرنے میں کیا کام انجام دیا تھا، ان پر کتنا ظلم کیا گیا، ان کو جیل میں ڈالا اور اناج کا بڑا ڈھیر دیا جاتا تھا اور انگریز کہتا کہ اے مولوی اس کو پیسو ورنہ خوب پٹائی کریں گے، حسرت موہانی چکی پیس رہے ہیں، علی گڈھ کا پڑھا ہوا آدمی اور اتنا بہترین ہندوستان کا شاعر، اور وہ کوئلہ سے شعر لکھتے ہیں ؎

ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی
کیا طرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

خرقہ پوش ممبر آف پارلیمنٹ:

حسرت موہانی کون تھے؟ کہاں کے رہنے والے تھے؟ اور جب آزادی مل گئی اور پارلیمنٹ کے ممبر ہو گئے تو کیسی زندگی گزاری آپ جانتے ہیں؟ ایک تھیلی میں کپڑے رکھ کر سامنے مسجد میں جا کر نیچے سو جاتے تھے، پہلی مرتبہ جب وہ پارلیمنٹ میں داخل ہوئے تو ان کو الاؤنس ملا، جو پارلیمنٹ کے ممبروں کو ملتا تھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں چاہیے، جواہر لال نہرو نے مولانا حفظ الرحمن صاحب سے کہا کہ مولانا کو سمجھاؤ، ہم اس کو کس کھاتے میں ڈالیں گے، کیا یہ بات لوگوں کو معلوم ہے کہ حسرت موہانی نے الاؤنس ٹھکرا دیا تھا، کیا یہ بات ہمارے علما کو معلوم ہے کہ حضرت مدنیؒ کو یہاں کا بہت بڑا خطاب ”پدم بھوشن“ دیا گیا تھا؛ مگر حضرت نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا ہم نے تو اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر آزادی میں حصہ لیا تھا، لیکن ہمارا مولوی اس بات کو نہیں جانتا۔

جوہر اور آزاد کون تھے؟

ہمارا مولوی نہیں جانتا کہ ابوالکلام کی تحریروں نے پورے ملک میں کیا آگ لگائی تھی، ان کے فوٹو ”الہلال“ میں چھپتے تھے، وہ شیخ الہندؒ کی مجلس میں آتے تھے تو کسی نے حضرت شیخ الہندؒ سے دبے لفظوں میں کہا کہ حضرت یہ تو فوٹو والا ہے، تو حضرت نے جواب دیا کہ بھائی رہنے دو ہم سوئے ہوئے تھے، ابوالکلام نے ہم کو بیدار کیا۔

ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی، محمد علی جوہر جنہوں نے ”کامریڈ“ نکالا اور اس میں جو انگریزی استعمال کی گئی وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی تھی کہ انگریز خود انتظار کرتا

تھا کہ ''کامریڈ'' کب آئے گا کہ ہم اس کو پڑھیں، اور ان کے لیے موقع تھا کہ وہ حکومت کی اعلیٰ سے اعلیٰ کرسی پر جا کر بیٹھ سکتے تھے، وہ آکسفورڈ کے پڑھے ہوئے تھے، لیکن ان کی ماں حافظہ تھی، جیل میں تھے اور ان کی والدہ کو پتہ چلا کہ انگریز مصالحت کے لیے کچھ محنت کر رہے ہیں تو یہ کہلوایا کہ محمد علی! اگر تم نے اسلام کے مفاد کے خلاف کوئی کام کیا تو میں اپنے بوڑھے ہاتھوں سے تمہاری گردن مروڑ دوں گی، کتنے لوگ ہیں جنہوں نے محمد علی جوہر کی سوانح حیات پڑھی ہے؟ کون ہے جس نے ابوالکلام آزاد کی زندگی کا مطالعہ کیا ہو؟

یہ دور تہذیبوں کے تصادم کا دور ہے:

میں نے کل اپنے کتب خانے کے ناظم کو بتایا کہ میں نے انیس کتابیں ابوالکلام آزاد کے بارے میں لا کر رکھی ہیں، مجھے ساتھیوں کے بارے میں اس بات کا دکھ ہوتا ہے کہ جب ہم یہ کتابیں لا کر ان علما کے سامنے پیش کرتے ہیں تو ان کو پڑھنے کا وقت ہی نہیں ملتا، میں نے ایک مولانا کو ایک کتاب دی پھر ان سے بیس روز کے بعد پوچھا کہ میں نے آپ کو کتاب دی تھی اس کا مطالعہ کیا؟ فرمایا جمعہ کے بغیر موقع ہی نہیں ملتا، بیس روز گزر گئے لیکن ابھی تک موقع نہیں ملا۔ میرے پیارو! قوموں کی قیادت اس طرح نہیں ہوتی، یاد رکھو! ہم جس دور اور جن حالات سے گزر رہے ہیں اس کو معمولی سمجھنے کی غلطی کبھی نہ کرنا، پہلے ملکوں میں گڑبڑ ہوتی تھی، حملے ہوتے تھے، اس وقت پورے عالم میں کشمکش چل رہی ہے، اسلام اور باطل کی تحریکات کی، جس کو عربی میں ''الصراع الحضاري'' یعنی تہذیبوں کا ٹکراؤ کہتے

ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں ہے، دنیا کی قومیں چاہتی ہیں کہ اسلام کی تہذیب و کلچر اور اس کے خیالات اور فکر کو بالکل پست کر دیا جائے، آوارگی، عریانیت پسندی اور جو چیز انہوں نے اپنے لیے پسند کی ہے وہ سارے عالم میں پھیلا دی جائے، ایک اسلام ہی ہے جو ان کے راستے میں آڑے آ کر کھڑا ہے، یہ مولوی ہیں جو ہمیشہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ ایسا مت کرو، برطانیہ میں کسی مولوی صاحب نے کسی لڑکے سے کہا کہ ہم جنسی کرنا یعنی ایک لڑکے کا دوسرے لڑکے سے بدفعلی کرنا گناہ ہے تو اس پر مقدمہ چلایا گیا۔

یہ غفلت کسی طرح روا نہیں ہے:

گذشتہ سال میں برسلس (Brussels) (بلجیم کا پایۂ تخت) کے ہوائی اڈے پر بیٹھا تھا اور مولانا اسماعیل صاحب سلمہ اور ان کی اہلیہ بھی ساتھ میں تھیں، انہوں نے برقع پہن رکھا تھا، ایک پولیس والا ہمارے آس پاس چکر لگا رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ برقع ہٹانے کو کہے گا، تھوڑی دیر بعد جب اس سے صبر نہیں ہوا تو اس نے کہا کہ پلیز چہرہ کھولو، ان کی تہذیب زبردستی ہم پر مسلط کی جا رہی ہے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، اور اس وقت پوری دنیا ایک چھوٹے سے قریہ میں شامل ہوگئی، پورا عالم مثل قریہ صغیرہ ہو گیا ہے، ایک چھوٹا سا واقعہ امریکہ میں ہوتا ہے تھوڑی ہی دیر میں آپ کو یہاں پتہ چل جاتا ہے، ہندوستان میں کوئی واقعہ ہوتا ہے اور گاؤں والوں کو تو پتہ بھی نہیں اور اس کی خبریں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہیں، ایسے حالات میں ہمارے علما کا بے خبر رہنا اور اپنے اکابرین کے حالات اور ان کی جدوجہد سے ناواقف رہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر کے فتنے کو کس طرح دبایا تھا، اگر حضرت کی محنت نہ ہوتی تو ہم اور آپ آج مسلمان نہ ہوتے، ان ہی اکابرین کی محنتوں کی وجہ سے اسلام زندہ ہوا ہے، کیا ہمارے مولوی صاحبان میں سے کسی نے مکتوبات کا مطالعہ کیا ہے، اب تو اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے، ان کی سوانح حیات دیکھئے، اس سے پتہ چلے گا کہ مجدد صاحبؒ نے کیسے اس ملک میں اسلام کو بچایا ہے۔

ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند:

پھر حضرت نانوتویؒ کا دور آیا، اس زمانہ میں جب انگریز نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا تو حضرت نے دیوبند میں ایک چھوٹا سا مدرسہ شروع کیا، پہلے اپنے آپ کو مٹایا، ایک دیوبند کا مدرسہ قائم کیا، اور اس میں ایسے افراد تیار کئے اور ایسی انجمنیں بنائیں کہ اس نے پورے ملک کا حال بدل دیا، اور آج دارالعلوم دیوبند کا حلقہ دنیا کے ہر کونے تک وسیع ہو چکا ہے۔ ظفر علی خاں نے شعر کہا تھا ؎

شاد باد و شاد زی اے سر زمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

جب میں دیوبند جاتا ہوں اور یہ شعر پڑھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ظفر علی امریکہ بعد میں گئے ورنہ تو ہند کے بجائے عالم کا لفظ استعمال کرتے۔

علما ہی امت کے رہبر بن سکتے ہیں:

جب بھی امت کی رہبری کا کام کیا ہے تو ان علما نے کیا ہے، آج بھی ہمیں آپ ہی حضرات سے امید ہے کہ انشاء اللہ آپ امت کو سنبھالا دیں گے، امت کی

اور توحید کی آپ حفاظت کریں گے، آج ہمارے ملک میں جو توحید کے خلاف ہوائیں چل رہی ہیں یہ بہت بڑی فکر کی بات ہے، اس لیے میرے دوستو! ہم اپنا درد دل آپ کے سامنے رکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اس لیے میں نے مولانا محمد حنیف صاحب سے کہا کہ ہم کچھ علما کو جمع کریں اور ان سے درخواست کریں کہ اللہ کے واسطے اس غفلت کو دور کرو اور بزرگوں کی سوانحِ حیات کا مطالعہ کرو۔

تبادلۂ ثقافت علم کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے:

عربی میں ایک لفظ آتا ہے "مبادلة الثقافة" مجھے ایک بات معلوم ہے وہ میں آپ تک پہنچاتا ہوں اور آپ کو ایک بات معلوم ہے وہ مجھ تک پہنچاتے ہیں، اس طرح وہ علم کو پھیلانے کا ذریعہ بنتا ہے، کوئی اچھی کتاب میرے ہاتھ میں آئی میرا فرض ہے کہ میں اس کو پڑھ کر دوسرے تک پہنچاؤں اور وہ تیسرے تک اور وہ چوتھے تک پہنچائے، یہ نہیں کہ ہم اس کو پڑھ کر رکھ دیں، اور پھر یہ کہ کسی کتاب کو سرسری پڑھ کر رکھ دینا کافی نہیں ہے، اس میں دیکھو کہ کیسے حالات تھے؟

اپنے ذہنوں میں وسعت پیدا کریں:

ابھی میں پرسوں اسحاق بھٹی کی کتاب ''نقوشِ عظمتِ رفتہ'' پڑھ رہا تھا، اس میں تھا کہ مولانا داؤد غزنوی جو اہلِ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، وہ اور حضرت مدنیؒ جمعیت یا کانگریس کے کسی جلسہ میں جمع ہوئے، جب مغرب کا وقت ہوا تو حضرت مدنیؒ نے ان سے فرمایا کہ نماز آپ پڑھائیں، انہوں نے کہا کہ نہیں حضرت آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں، یہ سیکھنے کی چیز ہے، ہمارے

اکابرین کس طرح جڑتے تھے، اس وقت نفرتیں نہیں تھیں، یہ فلاں جماعت کا ہے، اس کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے، اپنے ذہنوں میں وسعت پیدا کرو، یہ دور ایسا نہیں ہے کہ تنگ نظری سے آپ کوئی کام کر سکیں، جو چیز کسی بھی شخص کی اچھی ہو اسے لیں اور جو چیز معیوب ہو اسے چھوڑ دیں، عربی کا مشہور جملہ ہے ”**خذ ما صفا و دع ما کدر**“ اچھی چیز کو اختیار کرلو اور بری چیز کو چھوڑ دو، اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کی زندگیوں کو سامنے رکھ کر کام کرنے والے بنیں۔

اس خوابِ گراں سے بیدار ہو جاؤ:

میرا احساس ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ غلط ہو کہ ہمارا نوجوان طبقہ تو بالکل ہی نہیں پڑھتا اور ہم پڑھوانا چاہتے ہیں تو جواب بھی نہیں دیتے، ایک مرتبہ میں نے حضرت مدنیؒ کو خط لکھا تو حضرت نے فوراً جواب دیا، ایک مرتبہ میں نے مولانا اعزاز علی صاحب کو خط لکھا تو انہوں نے بھی فوراً جواب دیا، اور آج کل خطوط لکھتے ہیں تو اس کا کوئی جواب ہی نہیں آتا، تو کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ شاید اس لیے یہ لوگ جواب نہیں دیتے کہ یہ حضرات تو ان سے بھی بہت بلند ہیں، میں نے شوال کے مہینہ میں ایک خط بھیجا تھا جس میں میں نے یہ درخواست کی تھی کہ یہ میرے احساسات ہیں، میں کچھ کتابیں بھیجتا ہوں، آپ اپنے قریب کے پانچ مولویوں کو پڑھا دیجیے اور پھر اپنے تاثرات سے مجھے واقف کریں اور اس سلسلہ میں کہ میں یہ کتابیں بھیجتا ہوں اگر آپ کی کوئی رائے ہو تو وہ بھی لکھیں؛ تاکہ اس کے متعلق ہم کوئی پروگرام بنا سکیں، لیکن اس کا جواب ابھی تک نہیں آیا، میں نے حضرت مولانا حنیف صاحب سے یہ

بات عرض کی، مولانا نے کہا کہ ایسا کریں کہ ہم ایک مرتبہ سب کو یہاں جمع کریں اور جمع کر کے سب کے سامنے عاجزی کے ساتھ یہ بات رکھ دیں کہ اللہ کے واسطے ذرا بیدار ہو جاؤ، علامہ اقبالؒ کا شعر ہے ؎

عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ ☆ معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

کیا جانے اسے یہ دو رکعت کے امام:

پورا عالم انگریزوں کی چنگیزی سے برباد ہو گیا، لیبیا برباد ہو گیا، شام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ترکی کو تباہ و برباد کرنے کی سازشیں اور کوششیں ہو رہی ہیں، ایک اسلامی جماعت مصر میں قائم ہوئی تھی اس کو ہٹا کر ایک بدمعاش کو وہاں کا حکم راں بنا دیا گیا ہے، پھر بھی ہمارے دماغ کام نہیں کرتے، کیا ہمیں نہیں لگتا کہ ہمیں بیدار ہونے کی ضرورت ہے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ بغیر علم کے قیادت نہیں ہو سکتی، قوموں کی قیادت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے سامنے اکابرین کے مناہج ہوں، ان کے طریقہ کار ہوں۔

ہمارے مدارس سے کتنے بچے عربی اول یا عربی دوم پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں اور پھر کسی گاؤں میں امامت کرنا شروع کر دیتے ہیں، ایسے لوگ پنجاب میں بہت تھے، اقبال نے ایسے ہی لوگوں کو دیکھا ہوگا، اس لیے اس نے کہا ؎

قوم کیا ہے قوموں کی امامت کیا ہے؟
کیا جانے اسے یہ دو رکعت کے امام

تو ہمارے مولوی خفا ہو گئے کہ اقبال ہمارے علما کی بے عزتی کر رہے ہیں، وہ ہمارے علما کی بے عزتی نہیں کر رہے ہیں بل کہ جن اماموں کو کچھ بھی پتہ نہیں ہے، جن کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کون تھے یہ بھی پتہ نہیں ہے، ایسے اماموں کے بارے میں اقبال نے کہا ہے۔

باقلبِ بریاں و باچشمِ گریاں:

ہمارے اکابر میں علم کی پختگی تھی، طبیعت میں سادگی اور زندگی میں تقویٰ تھا، جس کی آج کمی ہے، حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں دو بزرگوں کو بہت ہی زیادہ روتا ہوا دیکھا ہے، ایک میرے والد مولانا یحیٰ صاحب کو اور دوسرے مولانا مدنیؒ کو، اور میں نے مولانا یحییٰ صاحب کو تو نہیں دیکھا؛ لیکن حضرت مدنیؒ کو دیکھا ہے کہ حضرت کس طرح روتے تھے؟ ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ آم کے باغ میں تشریف لے گئے، مغرب کے بعد خاموشی سے ایک آم کے درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگے اور کچھ لوگ وہاں جمع ہوئے، اس لیے کہ حضرت بہت زور زور سے رو رہے تھے تو حضرت بہت ناراض ہوئے کہ آپ لوگ مجھے یکسو نہیں رہنے دیتے، پھر ان کو وہاں سے ہٹایا گیا، کبھی درخت کے نیچے تو کبھی رات کو مصلّے پر رو رہے ہیں، اتنا بڑا عالم جس نے مدینہ منورہ میں حدیث شریف پڑھائی، اور کبھی کبھی حدیث شریف پڑھاتے پڑھاتے اشارہ کیا کرتے تھے۔ **قال صاحب ھذا القبر**، کیا منظر ہوتا ہوگا اس وقت۔

تو راہِ عزیمت کا راہ رو بن جا:

ان حضرات کے حالات پڑھو، کیسا تقویٰ اور کیسا علم اور کیسی قربانی؟ جب تک یہ تینوں چیزیں ہم میں نہیں آئیں گی اس وقت تک ہم اس قوم کو مصیبت سے نہیں نکال سکتے، جس میں وہ آج پوری دنیا میں پھنسی ہوئی ہے، پورے عالم میں اس وقت جو حالات ہیں وہ بہت ہی خطرناک ہیں، ایسے حالات سے قوم کو نکالنے کے لیے اپنے بزرگوں سے وابستہ ہو کر راہ عزیمت اختیار کرنی ہوگی۔

پرعزم اور پر اعتماد رہیے:

مایوسی کفر ہے، حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب اور مولانا آزاد ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو اور پھر اپنی ذات پر بھروسہ کرو، چاہے کتنے ہی حالات ناسازگار ہوں، معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے، اگر تمہیں اپنی ذات پر بھروسہ نہیں ہے اور تم کسی اور کے سہارے زندگی گزارنا چاہتے ہو تو ابوالکلام آزاد نے کہا تھا کہ تیس کروڑ لاشوں کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے، یہ لاشیں ہیں جو دوسروں پر بھروسہ کر کے بیٹھے ہیں، یہ جماعت، یہ پارٹی ہمارا کام کرے گی، نہیں، کوئی ہمارا کام نہیں کرے گا، ہمارا کام خود کرنا ہے، اپنی ذات پر بھروسہ کرو۔

گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں:

ابھی چند دن پہلے ایک ساتھی بتا رہے تھے کہ بھاجپا کے ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ ۲۰۲۱ء تک ہندوستان میں ایک بھی مسلمان اور ایک بھی عیسائی کو نہیں

رہنے دیں گے، بالکل گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، بکواس کرنے والے بکواس کرتے رہیں، ہماری مسلم جماعتیں جیسے ''جمعیۃ علمائے ہند'' اور ''مسلم پرسنل لاء بورڈ'' یہ اپنے اپنے میدان میں بہت کام کررہی ہیں اور دوسرے طبقے والوں کو بھی ساتھ لے کرکام کررہے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم ان جماعتوں کی نصرت کریں، ہمارے اکابرین نے ہم کوایک مضبوط پلیٹ فارم دیا ہے ہم اس کی کچھ تو مدد کریں۔

مادری زبان میں بامقصد اخبار ایک قومی ضرورت ہے:

لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اخبارات ورسائل کے ذریعہ اپنی قوم کو بیدار کریں، ان کو ڈھارس دیں، ان میں حالات کا سامنا کرنے کی قوت پیدا کریں، افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے پاس گجراتی کا ایک بھی اخبار نہیں ہے، حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دیولہ دامت برکاتہم جن دنوں بھروچ میں تھے انہوں نے ''فدائے ملت'' کے نام سے ایک اخبار گجراتی میں شروع کیا تھا، چند سال چلا اور پھر بند ہوگیا، کیا ہمارے پاس چار صفحہ کا کوئی ایسا پرچہ بھی نہیں ہے جس میں ہم اپنی خدمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں اور اگر اس کے لیے کوئی کوشش کرتا ہے تو ہم اس سے چار صفحے خریدنے کو تیار نہیں ہیں اور باتیں بہت بڑی بڑی کرتے ہیں، ایسے اخبار خرید کر گھر گھر پہنچانا بھی ایک عبادت ہے۔

شادی کا دعوت نامہ تھا یا کیلنڈر؟:

ابھی میرے پاس شادی کا ایک دعوت نامہ آیا، میرا ایسا اندازہ ہے کہ ایک ایک دعوت نامے پر ڈیڑھ سو روپئے خرچ ہوئے ہوں گے، جب میں نے پہلے دیکھا

تو سمجھا کہ کیلنڈر ہے؛ لیکن بعد میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو شادی کا دعوت نامہ ہے، میں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا کہ یہ قوم برباد ہورہی ہے کہ ان کے بچوں کے پاس پڑھنے کے لیے اور ان کے بیماروں کے پاس دوائی کے لیے پیسے نہیں ہیں، دواخانوں میں روتے ہیں، کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم منبر پر ڈنکے کی چوٹ کہیں کہ اے لوگو! کیا کررہے ہو؟ کہاں جارہے ہو؟ تم اپنا پیسہ کہاں خرچ کررہے ہو؟

ایسے کارخانے بھی بناؤ جن سے مسلمان خود کفیل بن سکیں:

میں چند سال پہلے احمد آباد گیا تھا، ''گجرات ٹوڈے'' کے دفتر میں گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کوئی میسیج دینا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں نے میسیج دیا تھا، وہ انہوں نے چھاپا کہ مسجد کے میناروں کے ساتھ کارخانوں کی چمنیوں کی بھی ضرورت ہے، اگر ایک بھائی مسجد کے میناروں میں پچہتر لاکھ کا خرچہ کررہا ہے تو کوئی کارخانہ بنا کر غریبوں کو مزدوری پر بھی رکھ لے۔

تعلیم اور اقتصادیہ قوم کا بنیادی ڈھانچہ ہے:

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ ایک چھوٹی سی بستی میں رہتے تھے، میں نے ان کی سوانح میں پڑھا کہ شاید ۱۹۵۰ء میں جب حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ان کی ملاقات کے لیے گئے کہ مولانا میں عرب ممالک جارہا ہوں، آپ میرے لیے دعا فرمائیں تو حضرت نے مولانا علی میاں صاحبؒ سے فرمایا کہ مولانا! ان بھلے مانسوں سے کہئے کہ کارخانے قائم کریں، صنعتیں قائم کریں اور امریکہ کی صنعتوں پر زندگی نہ گزاریں، جب میں نے یہ پڑھا تو میں تو حیران رہ گیا کہ یہ آدمی

خانقاہ میں ہے؛ لیکن اس بات کو سمجھ رہا ہے کہ اقتصادی حالت کے درست ہوئے بغیر کسی قوم کی حالت درست نہیں ہوسکتی، تعلیم میں آگے بڑھنا اور اقتصادی حالت کو درست کرنا کسی قوم کی دو بنیادیں ہیں۔

خدمتِ خلق کے ذریعے لوگوں کے لیے رحمت بنئے:

اور اس کے ساتھ خدمت خلق کا جذبہ رکھئے، خدمت خلق کر کے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کریں، اس لیے کہ یہ امت دوسروں کے لیے رحمت بن کر آئی ہے، زحمت بن کر نہیں آئی، بلاتفریق چاہے کوئی ہندو ہو یا مسلمان، اگر کوئی پریشان ہے تو اس کی پریشانی کو دور کرنے کی فکر کریں، اگر کوئی پیاسا ہے تو اسے پانی پلائیں، اگر بھوکا ہے تو کھانا کھلائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام مکہ مکرمہ کی سوسائٹی میں نبوت ملنے سے پہلے بھی کیا کرتے تھے، سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ ”بَيْنَمَا هُوَ يَمْشِيْ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ، إِذْ سَمِعَ صَوْتًا يَقُوْلُ آهْ آهْ، فَالْتَفَتَ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا، فَإِذَا هُوَ عَبْدٌ حَبْشِيٌ يَرْتَعِدُ جِسْمُهُ مِنْ كَثْرَةِ الْحُمّٰى، فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَ قَالَ: مَالَكَ يَا أَخِيْ“ ایک حبشی غلام ہے اور یہ مکہ کے سردار اعلیٰ کے بیٹے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم، حبشی غلام کو جا کر کہتے ہیں کہ بھائی کیا تکلیف ہے؟ تو اس نے کہا کہ میرا آقا بہت ظالم ہے، اگر میں یہ اناج نہیں پیسوں گا تو مجھے بہت مارے گا تو آپ نے فرمایا ”تَنَحَّ“ ذرا ہٹ جا ”وَأَخَذَ الرَّحٰى بِيَدِهٖ“ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے چکی اپنے مبارک ہاتھ میں لی۔

سیرت کی کتابوں کا مطالعہ بھی ہماری ضرورت ہے:

ہم سیرت کا مطالعہ ہی نہیں کرتے، ہمارا سب سے پہلا کام سیرت سے واقف ہونا ہے، سیرت پر ایک نئی کتاب آئی ہے جس میں دروس ہیں جو شیخ مصطفی سباعیؒ نے لکھی ہے کہ سیرت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ ”السیرۃ النبویۃ دروس و عبر“ کے نام سے، اس میں یہ بتایا ہے کہ اس واقعہ سے ہمیں کیا عبرت لینی ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ کیا تو آخر اس سے کیا نتیجہ نکلا اور ہمیں اس سے کیا سبق ملا؟ اور سیرت میں مختلف کتابیں ہیں ان کو پڑھیں، اندازہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں کیسے انقلاب پیدا کیا؟ آپ مکہ کی سرزمین پر تن تنہا تھے اور پورا عالم کفر کی تاریکی میں گھرا ہوا تھا، ایسے ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کام کیا؟

سعید رمضان بوطی نے ایک کتاب لکھی، محمد حسین ہیکل نے ”حیاتِ محمد ﷺ“ لکھی، اس کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے اور میں نے باربا ڈوس کی لائبریری میں یہ کتاب دیکھی، اس کے علاوہ میں نے کسی اور عالم کی یا ہمارے اکابر کی کوئی کتاب اس لائبریری میں نہیں دیکھی، زمبابوے اور کینیڈا کی لائبریریوں میں بھی نہیں دیکھی، اس لیے کہ ہمارے مولوی یہ کوشش کرتے ہی نہیں کہ اپنے اکابرین کی کتابیں ہم لائبریری میں پہنچائیں، قادیانیوں کی کتابیں میں نے ہر لائبریری میں دیکھیں، ہم اس لیے نہیں پہنچاتے کہ ہمیں خود کو یہ معلوم نہیں کہ کون سی ایسی کتاب ہے جو دوسروں تک پہنچائی جائے، یہ وہ غفلت ہے جو ہم پر طاری ہے، میں آپ حضرات سے درخواست کرتا

ہوں کہ اللہ کے واسطے اس غفلت کو چھوڑیئے، ہم چاہتے ہیں کہ نوجوان علما میں بیداری اور فکر پیدا ہو، آپ حضرات کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہیے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہمارے اکابرین نے کس طرح کام کیا ہے اور ہمیں کس طرح کام کرنا چاہیے۔

اکابر کی کتابوں کے مطالعے کا معمول بنایئے:

پھر مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی ''حیاۃ الصحابہؓ'' ہے، حضرت جیؒ نے بہت سوچ سمجھ کر ان واقعات کا ذکر کیا کہ صحابہؓ نے دنیا میں کیسے کام کیا ہے؟ اور اسی وجہ سے روزانہ مرکز نظام الدین میں عشا کے بعد پڑھی جاتی ہے اور حضرت کی یہ تمنا تھی کہ پورے ہندوستان میں پڑھی جائے اور عربوں نے بھی اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور عربوں نے اس پر عجیب وغریب تبصرے کئے ہیں۔

پھر مولانا علی میاں صاحبؒ کی ''تاریخ دعوت وعزیمت'' ہے، اس کے مطالعہ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر دور میں علمائے کرام نے امت کی کس طرح رہنمائی کی، ہمارے ہر عالم اور ہر طالب علم کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے، ''تذکرۂ شاہ ولی اللہ'' پڑھیے، حضرت محدثؒ بھی تھے، فقیہ بھی تھے، ان کے سیاسی خطوط بھی چھپے ہوئے ہیں، جس میں آپ نے قبل از وقت متنبہ کیا تھا کہ انگریز آرہا ہے اور تم پر کیا مصیبتیں آنے والی ہیں۔

مجھے اچھی تنخواہ مل رہی ہے اور میں حدیث کی اور فقہ کی کتابیں پڑھا رہا ہوں، یہ ٹھیک ہے؛ مگر یہ ہمارا مقصد نہیں ہے، ہمیں تو کام کرنا ہے اور امت پر نظر رکھنی ہے، اگر صرف تنخواہ ہی ہمارا منشا ہوتا تو ہمارے اکابر کو بڑی بڑی تنخواہیں پیش کی گئی

تھیں، جس زمانہ میں ان کو صرف پندرہ روپئے تنخواہ ملتی تھی اس وقت ان کو بڑی بڑی تنخواہوں کی پیش کش کی گئی تھی لیکن انھوں نے انکار کردیا تھا۔

کتاب کو پڑھ کر حالات سمجھو:

ان اکابر کی کتابوں کو پڑھو، ان جیسا حوصلہ پیدا ہوگا، لیکن رونا تو اس بات کا ہے کہ ہم مطالعہ نہیں کرتے، میں نے دو چار عالموں کو کتابیں دی تھیں، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے وہ کتابیں پڑھیں، انہوں نے کہا کہ ابھی موقع نہیں ملا، ایسے لوگ کام نہیں کرسکتے، صاحب فکر علما کی ضرورت ہے جو حالات کو ان کتابوں کو پڑھ کر سمجھیں، اپنے اسلاف کی تاریخ سے واقف ہوں، اس وقت کیا چل رہا ہے اور موجودہ زمانہ کی کیا تحریکات ہیں اور ان تحریکات میں ناکامیاں کیوں ہوئیں، مثلاً اخوان کی تحریک چلی، پچاس لاکھ نوجوان اس میں شامل ہوئے، دشمنوں نے کس طرح اس کو تباہ وبرباد کیا؟ سید احمد شہیدؒ کی تحریک کیوں ناکام ہوئی، ایک انگریز خود یہ لکھتا ہے کہ سید احمد کی تحریک کو ناکام کرنے کے لیے ہمارے ہتھیاروں نے وہ کام نہیں کیا جو ہماری کتابوں نے کام کیا، انہوں نے کچھ مولویوں کو خریدا اور سید احمد شہیدؒ کے خلاف کتابیں لکھوائیں کہ یہ تو وہابی ہے اور پٹھانوں کو سید احمد شہیدؒ کے خلاف کردیا اور کچھ علاقوں میں ان کے خلاف ایک فضا قائم کردی۔

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں:

عرب ممالک میں ایک کتاب چھپی **''الديوبندية و عقائدها''** علمائے دیوبند کے خلاف بہت ہی خطرناک کتاب ہے، میں نے مولانا سعید احمد صاحب اور

مولانا ارشد صاحب کو خط لکھا کہ دیوبند کے بارے میں ایسی کتاب چھپ رہی ہے اس کا کوئی جواب لکھئے، اور یہ ساری محنتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ اس وقت موجودہ دور میں ان کو صرف دیوبند سے خطرہ ہے۔

ہر ایک ملک میں مفکرین کی ایک جماعت ہوتی ہے اور ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے حالات پر غور کر کے سرکار کو مشورہ دیتے ہیں، میں ایک مرتبہ ٹورنٹو میں ایک اخبار پڑھ رہا تھا، اس میں یہ رپورٹ چھپی تھی کہ امریکہ میں ٹھنکنگ (Thinking) پارٹی ہے جو یہ کام کرتی ہے، انھوں نے امریکہ کے صدر کو ایک تحریر لکھ کر دی کہ دہشت گردی جو ہو رہی ہے اگر اس کو مٹانا ہے تو پاکستان میں دیوبندی خیال کے دو ہزار مدرسوں کو کسی بھی طرح ختم کر دیا جائے اور ان کو جہاں سے مدد ملتی ہے اس کو بھی بند کروانے کی پوری کوشش کی جائے، اور اس رپورٹ میں یہ بھی لکھا تھا کہ پاکستان میں دیوبندی خیال کے جو مدرسے چل رہے ہیں اس کا اصل مرکز دیوبند ہے، جو ہندوستان میں ہے، اس پر خاص طور پر نظر رکھی جائے، امریکہ کی متفکر جماعت صدر امریکہ کو یہ رپورٹ دے رہی ہے، جب میں نے یہ دیکھا تو سوچنے لگا کہ یا اللہ! دارالعلوم دیوبند کے بارے میں امریکہ میں یہ مشورے ہو رہے ہیں، میں نے اس کی فوٹو کاپی کروا کر جمعیۃ کے دفتر میں مولانا محمود صاحب کو بھیجی اور اس پر میں نے ایک مصرع لکھ دیا تھا ۔

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

''دارالعلوم دیوبند'' کے خلاف کہاں کہاں مشورے ہو رہے ہیں اور یہ جو کتاب عرب ممالک میں چھپی ہے یہ بھی اسی کی کڑی ہے کہ علمائے دیوبند کو اتنا بدنام

کیا جائے کہ لوگ دیوبند اور دیوبندی علما سے متنفر ہو جائیں، وہ اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ ہمارے مقابلہ میں ڈٹنے والی کوئی تحریک ہے تو دیوبند سے تعلق رکھنے والی حضرت نانوتویؒ کی تیار کردہ نسل ہی ہے، آج امریکہ کا یہ حال ہے کہ وہاں آپ چندہ لینے جائیں تو آپ کو کوئی چیک نہیں دے گا، گورنمنٹ آپ سے سوال کرے گی کہ آپ نے مدرسہ کو پیسہ دیا، کسی بھی مدرسہ کو آپ پیسہ نہیں دے سکتے اور اب تو نقد دینے پر بھی مصیبت آ رہی ہے۔

ہم تو درختوں کے نیچے بیٹھ کر بھی پڑھا لیں گے:

وہ لوگ اس بات کو بہت اچھے طریقہ سے سمجھ گئے ہیں، اسی لیے پاکستان میں اس کا اعلان ہوا کہ جہاں سے ان کو پیسے ملتے ہیں ان کو بند کر دیا جائے، پاکستان کے ''وفاق المدارس'' کے ناظم صاحب نے بھی یہ بیان دیا تھا کہ ہم بالکل بھی خوف زدہ ہونے والے نہیں ہیں، ہم تو ان اکابر کی نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھایا ہے، اگر آپ ہماری ان بڑی بڑی عمارتوں کو نہیں چلنے دیں گے تو کوئی بات نہیں، ہم درختوں کے نیچے پڑھائیں گے، یہ عزم ہمیں اپنے بچوں میں بھی پیدا کرنا ہے، ہم جو سبق پڑھا رہے ہیں وہ تو ہمارا فرض منصبی ہے، لیکن ہم فکر بنائیں کہ کیسے لوگوں کو تیار کریں۔

علم و ثقافت کی اشاعت کے لیے ایک بہترین وسیلہ:

اور ایسی نسل تیار کرنے کے لیے ان کے حالات سے آگاہی ضروری ہے، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ ہم میں کا ہر ایک آدمی بہت سی کتابیں نہیں خرید سکتا تو اس کا

بہترین حل یہ ہے کہ ہمارے مابین ثقافتی وعلمی تبادلہ ہو، اگر میرے پاس کوئی علمی کتاب آئی تو اسے دوسروں تک پہنچاؤں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام بہترین کتابوں کے نام مجھے ہی معلوم ہوں، اگر آپ کے علم میں کوئی ایسی کتاب آئے تو مجھے بتائیں، انشاء اللہ میں اسے منگوانے کا اہتمام کروں گا اور اپنے حلقے میں اسے تقسیم بھی کروں گا۔

ہمارے ضلع کے ایک عالم صاحب سے میں نے پوچھا کہ میں نے آپ کے مدرسے میں ایک کتاب بھیجی تھی، آپ نے وہ کتاب پڑھی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کتاب ہمارے مدرسے میں آئی ہے یا نہیں، تو میں نے مہتمم صاحب کو خط لکھا کہ حضرت! میں نے جو کتاب بھیجی تھی آپ نے مدرسین کو نہیں بتائی کہ مولانا نے یہ کتاب بھیجی ہے اس کو پڑھو، تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا مدرس کا یہ فرض نہیں ہے کہ آکر ہم سے یہ معلوم کرے کہ نئی کونسی کتاب آئی ہے، اب اس کا کیا جواب دیں؟

علمی جہاں کا یہ انداز بھی دیکھو:

اس لیے میری عادت ہے کہ ہمارے کاپودرا میں جو کتب خانہ ہے وہاں کوئی نئی کتاب آتی ہے تو اطراف کے مدارس میں فوراً اطلاع دیتا ہوں کہ نسائی شریف کی شرح آئی ہے "**ذخیرة العقبی**" بیالیس جلدوں میں، ابھی گذشتہ ہفتہ مسلم شریف کی شرح آئی سینتالیس جلدوں میں "**البحر الثجاج لشرح مسلم بن الحجاج**"، اگر ہمارے علما کو معلوم ہوجائے کہ یہ شرح آئی ہے تو کم سے کم اس کی زیارت توکریں، امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی ایک کتاب آئی ہے جو پہلے کبھی نہیں چھپی تھی، ابھی

کویت میں چھپی ہے، جب میں کویت گیا تو وہ کتاب وہاں سے لے آیا، مولانا شیر علی صاحبؒ جب کاپودرا آئے تھے تو میں نے کہا کہ حضرت امام شیبانیؒ کی یہ کتاب آئی ہے، جب انہوں نے دیکھا تو اس کو سر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ مولانا زندگی بھر اس کا نام سنتے رہے؛ لیکن اس کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا، آج پہلی مرتبہ اس کتاب کی زیارت کر رہا ہوں، ابھی علمائے ہند کے فتاویٰ بمبئی میں چھپ رہے ہیں، ہم مدینہ منورہ گئے تھے تو مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ کے صاحب زادہ جو ڈاکٹر ہیں، وہ یہ کام کررہے ہیں کہ جتنے فتاویٰ ہیں ان کو سامنے رکھ کر انتخاب کررہے ہیں، اور پروفیسر اکرم ندوی صاحب جو لندن میں رہتے ہیں انہوں نے محدثات عورتوں کے حالات میں جنہوں نے حدیثیں پڑھائی ہیں "**المحدثات من النساء**" نامی کتاب چالیس جلدوں میں تیار کی ہے؛ لیکن اس کو چھاپے کون یہ سوال ہے؟ اگر آپ ان کو راستے میں دیکھیں گے تو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ اتنا بڑا کام کرنے والا آدمی ہے، بالکل خاموشی کے ساتھ بہت بڑا کام کررہے ہیں، تو ہمارے علمائے کرام کو اس بات سے واقف ہونا چاہیے کہ کہاں کیا چھپ رہا ہے اور ہمارے کتب خانوں میں کیا چیز کی ضرورت ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں:

اسکولوں میں پروفیسر حضرات ایسا کرتے ہیں کہ ایک مضمون پر تھوڑا سا لیکچر دیتے ہیں اور پھر اس کے مراجع بتاتے ہیں کہ آپ حضرات زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے اس مضمون کو فلاں فلاں کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں، یونی ورسٹی میں مراجع کی کتابیں باقاعدہ لکھوائی جاتی ہیں، ہمارے یہاں اس کا بالکل بھی رواج نہیں

ہے، ہم نے اپنے آپ کو بہت ہی محدود حلقے میں قید کر رکھا ہے، ذرا باہر بھی تو دیکھو ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

بہت سے حضرات کہتے ہیں کہ یوسف القرضاوی کی کتاب نہیں پڑھنی چاہیے، میں نے کہا کیوں نہیں پڑھنی چاہیے؟ وہ صاحب فکر آدمی ہیں، تو وہ کہنے لگے کہ وہ آزاد فکر کے آدمی ہیں، میں نے کہا تو کیا ہم ان کی ساری کتابیں پھینک دیں، اگر آپ کو کسی چیز سے ایسا احساس ہو کہ یہ ہمارے مسلک کے خلاف ہے تو اس کو چھوڑ دو، کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ ان کی رائے کو قبول کریں۔

تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں:

ابھی میں قطر ان کے پاس گیا تو انہوں نے ایک جملہ کہا تھا "یا شیخ فرد ذو همة يحيي الأمة" اگر ایک بھی باہمت انسان کھڑا ہو جائے تو پوری امت کو زندہ کر سکتا ہے، آپ حضرات سے یہی درخواست کرنے کے لیے ہم نے آپ کو زحمت دی ہے کہ افراد پیدا کرو جو پوری امت کو زندہ کریں، جو فکر اور تڑپ کو لے کر چلنے والے ہوں، مولانا علی میاں صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند میں ایک تقریر کی تھی، اس میں ایک شعر پڑھا تھا ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کرے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

جو اضطراب اور تڑپ ہونی چاہیے وہ ہمارے دلوں سے ختم ہوگئی ہے۔

طلبہ کے فارغ اوقات بھی ضائع نہ ہونے چاہیے:

ہمارے نونہالوں کی شروع ہی سے ان فکری بنیادوں پر پرورش کی جائے تا کہ بڑے ہو کر ان کے دلوں میں امت کے لیے سوز و اضطراب پیدا ہو، جب ترکیسر میں چھٹیاں ہوتی تھیں تو جو ذہین بچے تھے ان کو بلا کر کہا جاتا تھا کہ کل سے چھٹی ہو رہی ہے، آپ کتب خانے میں جائیں اور فلاں فلاں کتابیں لے آئیں اور چھٹی میں اس کا اردو ترجمہ کر کے لائیں تب آپ کا داخلہ ہوگا اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ چھٹیوں میں کتابوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ منسلک رہیں گے۔

کچھ بچے تعطیلات میں آئے تو میں نے ان کو بلایا اور "الإسلام الممتحن" جو بہت جان دار کتاب ہے، میں نے عربی چہارم کے ایک طالب علم کو وہ کتاب دی اور کہا اس کو پڑھو، پانچ طلبہ کو بلایا، پانچ میں سے ایک باقی رہا، باقی چار دوسرے دن نہیں آئے، ایک برابر آتا رہا، جب اس نے تین چار مضمون کا ترجمہ کر دیا تو میں نے وہ کتاب اس کو دے دی اور کہا کہ جاؤ اور اس کتاب کا اردو ترجمہ لکھو اور جب چھٹیاں پوری ہوں تو اپنے استاذ کو بتاؤ کہ میں نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے، اس طرح سے طلبہ کی صلاحیتیں اجاگر ہوں گی، ان کی رہبری کی جائے، ان کو بتا یا جائے کہ آپ کو چھٹیوں میں کن کن کتابوں کے ترجمے کرنے ہیں اور پھر پوری کتا ب کا خلاصہ بھی ان سے لکھنے کو کہو؛ تا کہ ہمیں پتہ چلے کہ کتاب کو پڑھنے کے بعد اس نے کیا سمجھا۔

یہ طلبہ قوم کے جگر کے ٹکڑے ہیں:

مولانا علی میاں صاحبؒ نے شیخ الازہر کو ۱۹۵۰ء میں ایک رپورٹ لکھ کر دی تھی، جب مولانا علی میاں ندویؒ جامع ازہر گئے تو دیکھا کہ ازہر کی حالت بہت خراب ہے، تو مولانا کو بہت افسوس ہوا کہ عالم اسلام کی اتنی بڑی یونی ورسٹی اور طلبہ اتنے بے شعور اور بالکل آزاد، رہن سہن بھی ایسا کہ پتہ ہی نہ چلے کہ یہ مسلمان طلبہ ہیں، مولانا کو بہت درد ہوا اور شیخ الازہر کے سامنے اپنی تکلیف کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ شیخ ابوالحسن آپ جو مجھ سے کہہ رہے ہیں وہ رپورٹ تیار کر کے مجھے دیں تو میں اپنی کمیٹی کے سامنے اس کو پیش کروں، تو مولانا علی میاں صاحبؒ نے رات بھر بیٹھ کر رپورٹ تیار کی کہ ازہر کے طلبہ کو کس طرح تیار کرنا چاہیے، عربی میں رپورٹ تیار کر کے وکیل الازہر کے دفتر میں پیش کی، انہوں نے مولانا کی رپورٹ پڑھی تو مولانا کی عربی سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ **"شیخ أبا الحسن أین تعلمت اللغة العربیة في أي بلاد العرب"** کہ آپ نے کون سے عرب ملک میں عربی سیکھی؟ مولانا نے اس رپورٹ میں ایک جملہ لکھا تھا **"إن الأمة الإسلامیة ألقت أفلاذ کبدها أمامکم و أنتم مسئولون عنهم یوم القیامة"** کہ قوم نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو آپ کے سامنے لا کر ڈالا ہے اور قیامت کے دن تم ان کے بارے میں پوچھے جاؤ گے، اس جملے نے میری طبیعت پر بہت زیادہ اثر کیا اور میں بار بار مدرسوں میں اس جملے کو سناتا ہوں کہ دیکھو یہ طلبہ قوم کے جگر کے ٹکڑے ہیں، انہوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے آپ کے سامنے لا کر رکھے ہیں، اگر ہم نے ان کے

دلوں میں اسلام کا درد پیدا نہیں کیا تو ہم ناکام ہوں گے، سبق پڑھا دینے اور سند دے دینے سے ہماری ذمہ داری پوری نہیں ہو جاتی، ہمیں تو ایسے صاحب فکر طلبہ کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو دین اسلام کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیں، ہمارے اکابر نے تو دنیا کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کے طرز پر کام کرنے کی توفیق دے اور میری آپ سے درخواست ہے کہ اللہ کے واسطے اکابر کی زندگی کے مطالعہ کا معمول بناؤ اور صرف سرسری مطالعہ نہیں بل کہ غور وفکر کے ساتھ مطالعہ کرو۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین!

(۳)

حالات کا رخ موڑنے والے علما کی ضرورت ہے

حضرت والا کا یہ بیان
یکم دسمبر ۲۰۱۶ءکو ''جامعہ قاسمیہ عربیہ'' کھروڑ
کی مسجد میں علما کی خصوصی مجلس میں ہوا۔

الحمد للہ رب العالمین، وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و علی اٰلہ و أصحابہ و أتباعہ إلی یوم الدین۔ أما بعد!

قابل صد احترام حضرات علمائے کرام! میں سب سے پہلے آپ حضرات کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے اپنی بہت زیادہ مصروفیات کے باوجود تشریف آوری کی زحمت فرمائی، مجھے معلوم ہے کہ اس وقت درس کا سلسلہ ہوتا ہے، کسی مدرس کو چھٹی لے کر آنے میں دشواری ہوتی ہے، ہماری زندگی مدرسوں میں گزری ہے تو میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں لیکن اس کے باوجود میں نے آپ حضرات کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ ایک عرصے سے میرے دل میں ایک بات یہ آرہی ہے کہ ہمارے گجرات میں تقریباً ساٹھ دار العلوم ہیں، اب ذرا یہ بات سوچیں کہ ان مدرسوں میں کتنے مدرسین ہیں؛ لیکن میں یہ محسوس کررہا ہوں، میرا یہ تاثر ہے، شاید میں غلط سوچ سکتا ہوں، یہ کوئی ضروری نہیں کہ میں جو سوچوں وہ صحیح ہو، میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ ہمارے علما بہت محدود پیمانے پر زندگی گزار رہے ہیں، ایک مخصوص دائرہ میں انہوں نے اپنے آپ کو گھیر رکھا ہے، سبق پڑھاتے ہیں اور گھر چلے جاتے ہیں۔

حالات کی سنگینی اور علمائے کرام کی ذمہ داری:

اس وقت پوری دنیا میں جو حالات چل رہے ہیں، میں صرف ہندوستان کی بات نہیں کرتا، پوری دنیا میں امریکا سے لے کر چائنا تک بلکہ ہر جگہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ کس طرح اسلام کو ختم کیا جائے، کس طرح مسلمانوں کو نیچے گرایا جائے،

ان میں یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں، اس کے لیے باقاعدہ اسکیمیں بناتے ہیں، جھوٹے جھوٹے بہانے بنا کر ہمارے مسلمان ممالک کو تہس نہس کر دیا گیا، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے، لیبیا تباہ ہو گیا ہے، افغانستان بالکل ختم ہو گیا ہے، یمن کو توڑ رہے ہیں، سیریا میں دو لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا ہے، چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اور عورتیں اپنا ملک چھوڑ کر جارہی ہیں، ہمارے ملک کے جو حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور ہمیں کس طرف لے جانے کی کوشش کی جارہی ہے، ہر روز ایک نیا پروگرام بنایا جارہا ہے، ایسے حالات میں سب سے زیادہ اگر کوئی کام کرسکتا ہے تو یہ علمائے دین ہیں، امت کو بچانے کا کام علما ہی کر سکتے ہیں؛ لیکن وہ علما جو حالات پر نظر رکھتے ہوں، جن عالموں کو خبر ہی نہ ہو کہ پچھلے دنوں جو حالات پیش آئے تھے ان سے ہمارے اکابرین نے قوم کو کس طرح نکالا ان سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔

ہمارے اکابر کی بے مثال حکمت عملی:

اکبر کے زمانے میں پورے ملک میں دین الٰہی چلایا گیا اور بالکل امید ہی نہ تھی کہ اس ملک میں اسلام آگے بڑھے گا، پوری طاقت تھی، گورنمنٹ تھی، مغل سلطنت تھی؛ لیکن ایک اللہ کے بندہ نے سرہند شریف میں چپ چاپ بیٹھ کر اپنے مکتوبات کے ذریعہ امیروں کو دعوت دی، فوجیوں کو دعوت دی، علما کو متوجہ کیا کہ کس غفلت میں پڑے ہو، غرض یہ کہ مجدد الف ثانیؒ نے مختلف طبقات کو خطاب کیا اور بہت مؤثر انداز میں یہ کام کیا، حکومت کے ساتھ لڑائی بھڑائی نہیں کی، لیکن مجدد

صاحب نے ذہنوں کو بدلنے کی محنت کی اور ایک نسل تیار کی، حضرت مجدد صاحب اور ان کے صاحب زادے خواجہ معصوم نے اپنے خلفا کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بھیجا اور وہ وہاں جا کر بیٹھ گئے اور خاموشی کے ساتھ کام کرتے رہے، یہاں تک کہ جہاں گیر کے آتے آتے اس ملک کا نقشہ بدل گیا، انگریز حیران تھا کہ یہ کیسے ہوا؟ اکبر نے اس طرح کام کیا تھا پھر یہ پردہ کیسے پڑ گیا کہ پھر سے یہ لوگ اسلام کی طرف آگئے، لیکن ان کو یہ اندازہ نہیں لگ سکا کہ اس سرہند کے فقیر نے یہ کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا گہرا علم دیا تھا، اور اللہ کے ساتھ ان کو مضبوط تعلق اور دین وشریعت کا گہرا فہم حاصل تھا، انہوں نے اتنی محنت کی کہ اس ملک میں اسلام کے قدم جما دیئے۔

پھر انگریزوں کا دور آیا، اتنے قتل عام ہوئے ہیں کہ پنجاب تک تمام درختوں پر علما کی لاشیں لٹکتی تھیں، مسلمانوں کو مایوسی کے گڑھے میں ڈھکیل دیا تھا، مسلمانوں کے جو بڑے بڑے اوقاف تھے وہ سب بند کر دیئے گئے تھے، مسلمانوں کی بڑی بڑی جائدادوں پر قبضہ کر کے ان کو بے دخل کر دیا تھا، انگریزوں نے بہت خراب حالت کی تھی، ۱۸۵۷ء میں ہمارے اکابرین نے شاملی کے میدان میں کچھ تھوڑے سے مقابلے کی کوشش کی، لیکن اس میں کامیابی نہیں ہو پائی تو فوراً انہوں نے اپنا رخ بدل لیا کہ نہیں اب ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ نہیں کرنا کہ اب ہمیں اپنی چال بدلنی پڑے گی، چناں چہ انگریزوں کی اتنی بڑی حکومت کا مقابلہ کرنے کے لیے دیو بند میں ایک مدرسہ قائم کیا، اور اس میں ایسے افراد تیار کئے جن کے دلوں کے اندر انگریزوں اور انگریزی سلطنت کا بغض پیوستہ ہو گیا۔

قیامِ مدارس کا مقصد اور ہماری بے توجہی:

ایسے ہی حضرت نانوتویؒ نے اتنی محنت کر کے حضرت شیخ الہندؒ کو تیار کیا، حضرت مولانا احمد حسن امروہویؒ صاحب کو تیار کیا، اپنے بعض دوسرے شاگردوں کو تیار کیا، اور انہوں نے مختلف جہات میں کام کیا، ایک طرف پادریوں کے ساتھ مناظرے کئے، ان کو شکست دی اور بھاگنے پر مجبور کیا تو دوسری طرف انہوں نے کتابیں لکھیں، مدارس کا جال بچھانا شروع کیا، دیو بند، سہارن پور، امروہہ اور مراد آباد میں مدرسے قائم کئے، حضرت یہ چاہتے تھے کہ پورے ملک میں ان مدرسوں کا جال بچھا دیا جائے، مدرسوں کا جال اس لیے بچھایا تھا تا کہ ہم ان میں ایسے افراد تیار کریں جو استعمار کو سمجھیں، اب ہمارے یہاں مدرسے بہت ہو گئے ہیں لیکن ہمارے اساتذہ اور ہمارے طلبہ میں جو نوجوان بچے ہیں وہ میرا اپنا احساس ہے کہ بالکل نہیں پڑھتے، حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں نہیں جانتے، حضرت مولانا مدنیؒ کے بارے میں نہیں جانتے۔

علما کی بیداری کے لیے عملی مہم:

تو یہ صورت حال ہمارے لیے اچھی نہیں ہے، اس لیے ہم نے تھوڑے دن پہلے بھی سب کو یہاں جمع کیا تھا، تقریباً بارہ سو علما یہاں آئے تھے، پھر ہم نے زون بنائے تا کہ ہم گجرات میں اس مسئلہ پر قابو پا سکیں، اس میں بارہ زون بنا دیئے گئے تھے، ایک تو حلقۂ پالن پور ہے جس میں مفتی ثناء اللہ صاحب کا نام ہے، حلقۂ احمد آباد میں مفتی یحییٰ کڑی صاحب کا نام ہے، حلقۂ ہمت نگر میں قاری عبدالستار صاحب کا نام ہے، حلقۂ بڑودہ میں مفتی فرید صاحب جمبوسری کا نام ہے، حلقۂ بھروچ میں مولانا

اقبال صاحب ٹنکاروی ہیں، حلقۂ کوسمبا میں مولانا حمزہ صاحب پالن پوری ہیں، ترکیسر میں مولانا عمران صاحب خانپوری ہیں، حلقۂ سورت میں مفتی طاہر صاحب ہیں، حلقۂ ڈابھیل میں مفتی ابوبکر صاحب ہیں، لوناواڑہ میں مولانا عطاء اللہ صاحب ہیں، حلقۂ کاٹھیاوار میں مفتی حنیف صاحب ہیں اور عالی پور کی طرف سے ہمارے کاتب صاحب ہیں، یہ بارہ حلقے بنائے ہیں، ویسے حلقۂ پالن پور میں مدارس کے نام زیادہ ہیں، اب مثلاً مفتی ثناء اللہ صاحب کا نام ہے تو ان کی ماتحتی میں ہم نے کاکوسی، چھاپی، ماہی، کالیڑا، گٹھامن، رتن پور، پٹن اور دیگر مدارس پالن پور رکھے ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ تن تنہا ان مدارس سے رابطہ نہ کر سکیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے معاون رکھ لیں، اس لیے ایک فارم ہم نے رکھا ہے کہ دارالعلوم کا نام اور پھر ہر دارالعلوم میں سے تین فون نمبر لکھ کر یہاں بھیجا جائے۔

بزمِ مبادلۃ الثقافۃ کا قیام:

اور ہم نے ایک مرکز یہاں کھروڑ میں قائم کیا ہے، اس کا نام ’’بزمِ مبادلۃ الثقافۃ‘‘ رکھا ہے، ’’مبادلۃ الثقافۃ‘‘ یہ ہے کہ مجھے جو معلومات ہیں وہ آپ تک پہنچاؤں اور آپ کے پاس جو معلومات ہیں وہ میرے پاس آئے، یہ کام میں نے بہت پہلے سے شروع کیا ہے، میں کافی دنوں سے مدرسوں میں کتابیں بھیجتا رہتا ہوں؛ لیکن مجھے اندازہ یہ ہوا کہ میرا جو منشا ہے اس کے مطابق وہ کتابیں نہیں پڑھوائی جا رہی ہیں، یہ حلقے اسی لیے بنائے گئے ہیں، اس سے ہم یہی چاہتے ہیں، میں نے آج آپ کو اس لیے یہ تکلیف دی ہے کہ میں کھل کر یہ بات کروں کہ یہ کتابیں صرف اس لیے نہیں

ہیں کہ آپ پڑھ کر کتب خانے میں رکھ دیں، احمد آباد سے ابھی مجھے خط ملا کہ آپ نے جو کتابیں دی ہیں وہ ہم نے کتب خانے میں رکھ دیں، تو میں نے یہ کتابیں کتب خانے میں داخل کرنے کے لیے نہیں دی تھیں، میں نے اس لیے دی تھیں؛ تاکہ آپ اپنے مدرسے میں جن اساتذہ کے بارے میں یہ سوچیں کہ ان میں کچھ درد ہے، یہ قوم کے بارے میں کچھ کرنا چاہتے ہیں اور ان کی معلومات میں ہمیں اضافہ کرنا ہے، بغیر معلومات میں اضافہ کئے ہوئے کوئی آدمی پوری دنیا میں کام نہیں کرسکتا، میدان میں وہی آدمی کام کرسکتا ہے جس کے پاس علم کا کچھ ذخیرہ ہو، جو اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقف ہو، لہٰذا ایک فہرست بنائی، یہ تو میں نے اپنے لیے بنائی ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ میں دو تین عالموں کا انتخاب کریں، ان کو کم سے کم اتنی کتابوں کا مطالعہ کروادیں۔

سیرت کا مطالعہ:

اور کتب خانہ کا مستقل ایک شعبہ بنائیں جو مدرسہ کے کتب خانہ سے الگ ہو، اس میں ان کتابوں کا نام پہلے ہو جو سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف کرائیں اور نئی نئی کتابیں جو سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی ہیں وہ خریدیں، خصوصاً وہ کتابیں لیں جو عرب علمائے کرام نے لکھی ہیں، ان میں دروس ہیں، ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے، دکتور مصطفی السباعی کی کتاب ہے "**السیرۃ النبویۃ دروس و عبر**" اس میں یہ بتایا ہے کہ اس واقعہ سے ہم کو کیا عبرت لینی چاہیے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ کیا تو آخر

اس کا کیا نتیجہ نکلا اور ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے، تو ہمیں طلبہ کو یہ بات بتانی ہے کہ سب سے پہلا ہمارا کام سیرت کو پڑھنا ہے اور سیرت میں مختلف کتابیں ہیں، ایک دو نہیں کئی کتابیں ہیں، جتنی جس کو مل سکیں اور جہاں نئی چیز ملتی ہو اس کو پڑھیں، اندازہ ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اس دنیا میں انقلاب پیدا کیا، آپ مکہ کی سرزمین پر تن تنہا تھے، دوسری طرف پورا عالم کفر سے بھرا ہوا تھا، اس ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کام کیا تو سیرت پڑھنے ہی سے تو اس کا پتہ چلے گا؟۔

چند کتابیں جن کا مطالعہ ہر داعی کی ضرورت ہے:

پھر مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی "حیاۃ الصحابہ" ہے، حضرت مولانا نے بہت سوچ سمجھ کر صحابہ کے ان واقعات کو ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے صحابہ نے دنیا میں کام کیا ہے اور اسی لیے نظام الدین میں ہر عشا کی نماز کے بعد اس کتاب میں سے واقعات سناتے ہیں اور حضرت کی خواہش تھی کہ پورے ہندوستان میں "حیاۃ الصحابہ" پڑھی جائے، اب تو وہ اردو میں بھی ہوگئی ہے، عربی میں بھی ملتی ہے، عربوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، عربوں نے اس پر جو تبصرے کئے ہیں وہ بہت عجیب وغریب ہیں، پھر حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی "تاریخ دعوت وعزیمت" ہے، "تاریخ دعوت وعزیمت" پڑھنے سے ہم کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ہر دور میں جو ہمارے علما تیار ہوئے ہیں انہوں نے امت کی کس طرح رہنمائی کی، ان کا فکر کیسا تھا، علامہ ابن تیمیہؒ کھڑے ہوئے، ابوالحسن اشعریؒ کھڑے ہوئے، اسی طرح دوسرے حضرات کھڑے ہوئے، مولانا علی میاں صاحبؒ نے حسن بصریؒ سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے

اور مجدد صاحب تک پہنچایا ہے، ہر طالب علم کو یہ کتاب پڑھنی چاہیے، تاکہ پتہ چلے کہ ہمارے بزرگوں نے اس طرح کام کیا ہے، بہت عمدہ انداز سے مولانا علی میاں صاحبؒ نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' لکھی ہے، ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' بھی پڑھنی چاہیے، تاکہ معلوم ہو کہ سید احمد شہیدؒ نے کس طرح مقابلہ کیا، ''تذکرۂ شاہ ولی اللہؒ'' پڑھیں، شاہ ولی اللہؒ بڑے محدث تھے، بہت بڑے فقیہ تھے، لیکن آپ دیکھیں گے کہ ان کے سیاسی خطوط بھی چھپے ہوئے ہیں، انہوں نے بہت سے لوگوں کو خطوط لکھے کہ بھائی انگریز آرہے ہیں، تمہارے اوپر کیا مصیبت آنے والی ہے اُسے ذرا سوچو! تو حضرت شاہ ولی اللہ نے ہمہ جہتی کام کیا، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زندگی کو پڑھنا چاہیے اور تذکرۂ مجدد الف ثانیؒ پڑھنا ہے، تذکرۃ الرشید اور تذکرۃ الخلیل وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

قیامِ دارالعلوم کا مقصد:

حضرت نانوتویؒ نے کوئی معمولی کام نہیں کیا ہے، بہت بڑا کام کیا ہے، حضرت شیخ الہندؒ فرماتے تھے کہ میرے استاد نے یہ دارالعلوم صرف سبق پڑھانے کے لیے قائم نہیں کیا، وہ چاہتے تھے کہ ایسے افراد تیار کریں جو خوب معلومات حاصل کر کے باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیں، اچھی تنخواہ مل گئی، میں حدیث پڑھا رہا ہوں، فقہ کی کتاب بھی پڑھا رہا ہوں تو ٹھیک ہے، بہت اچھا ہے لیکن یہ ہمارا مقصد نہیں ہے کہ ہم بہترین تنخواہ لے کر مدرسہ میں سو جائیں' ہمیں تو کام کرنا ہے، امت پر نظر کرنی ہے کہ کس طرح کام ہوتا ہے، ایسے افراد تیار کرنے ہیں کہ اپنی

محنتوں کا پھل سامنے لا کر دیکھیں تو حضرت نانوتویؒ نے بہت سوچ سمجھ کر ''دارالعلوم دیوبند'' کی بنیاد ڈالی، ہمارے لیے خوشی کی بات ہے کہ حضرت نانوتویؒ کے پڑپوتے حضرت مولانا محمد سفیان صاحب جو حضرت مولانا محمد سالم صاحب کے صاحب زادے ہیں ہمارے یہاں موجود ہیں، جو ''دارالعلوم وقف'' دیوبند کے مہتمم ہیں اور ماشاءاللہ بہت عمدہ طریقے سے کام کررہے ہیں تو یہ حضرت نانوتویؒ کا ہم لوگوں پر احسان ہے۔

جامعہ قاسمیہ کھروڑ کے قیام کے موقع پر مفکر ملت مدظلہ کے مشورے:

میں نے ابھی حضرت سے کہا کہ ''جامعہ قاسمیہ'' میں آج یہاں جمع ہونا بھی نیک فالی ہے، اس لیے کہ جامعہ قاسمیہ نسبت ہے حضرت نانوتویؒ کی طرف، جب یہ مدرسہ قائم ہورہا تھا تو مشورہ میں بات چلی کہ بھائی مدرسہ کا نام کیا رکھا جائے؟ تو یہاں ایک نوجوان ہیں، وہ میرے پاس ترکیسر مشورہ کے لیے آیا کرتے تھے کہ کہاں مدرسہ بنائیں؟ کس طرح کی عمارت ہو؟ میں نے کہا کہ میں خود کھروڑ آتا ہوں، چناں چہ میں آیا اور تقریباً پانچ جگہیں دیکھیں، وہاں اسٹیشن پر جگہ دکھلائی، بھادی کی طرف دکھلائی تو میں نے کہاں نہیں پھر یہ جگہ میں نے پسند کی اور یہ بھی طے کرلیا کہ اساتذۂ کرام کے مکان کہاں ہونے چاہیے اور بورڈنگ کدھر ہونی چاہیے، مسجد کہاں ہونی چاہیے اور کہا کہ اس مدرسہ کا نام حضرت نانوتویؒ کی نسبت سے ''جامعہ قاسمیہ عربیہ'' رکھیں، نسبتوں کا بہت بڑا فرق پڑتا ہے، یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمارے اکابرین نے ایسے مدرسے قائم کر کے اس ملک میں اسلام کی بنیادوں کو مظبوط کیا ہے اور ہمیں وہ کام ان مدرسوں میں کرنا ہے، یہ یاد دہانی کرتے ہیں کہ ہمیں

صرف تنخواہ لے کر نہیں جانا ہے یا ہمیں مفت میں کوئی آرام کی جگہ مل جائے یہ ہمارا منشا نہیں ہے، ہمارے بزرگوں کا بالکل یہ منشا نہیں تھا، اگر یہ منشا ہوتا تو بڑی بڑی تنخواہیں ہمارے بزرگوں کو پیش کی گئیں تھیں، اس زمانے میں جب کہ ان کی تنخواہ پندرہ سو نہیں صرف پندرہ روپے تھی اور ان کو بڑی تنخواہ کی (Offer) کی گئی تو انہوں نے کہا ہمیں تو اتنی ہی تنخواہ کافی ہے، اسی میں گزارا ہو جاتا ہے تو زائد کو ہم کیا کریں گے، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کہتے تھے، مجھے تو اتنی تنخواہ مل رہی ہے کافی ہے، یہاں طلبہ کے ساتھ ہوں، تو انہوں نے کہا کہ آپ کے طلبہ کو بھی ہم بلا لیں گے، انہوں نے کہا ٹھیک ہے آپ طلبہ کو بلا لیں گے، لیکن میرے یہاں ایک بیری کا درخت ہے، جس سے میں بیر کھایا کرتا ہوں، ان کا منشا بیر کھانا نہیں تھا، صرف بہانہ تھا، مولانا محمد یعقوب صاحب کی زندگی کو ہم پڑھیں، نانوتہ جیسے گاؤں میں پیدا ہوئے لیکن اللہ نے ان سے اتنا بڑا کام لیا۔

اکثر عبقری شخصیات خاکدان دیہات سے اٹھیں:

مولانا علی میاں صاحبؒ نے ایک جملہ لکھا ہے کہ اکثر شخصیتیں چھوٹے چھوٹے قصبوں میں پیدا ہوئیں، دیوبند، نانوتہ، گنگوہ اور انبھیٹہ جیسے قصبوں میں ہمارے بزرگانِ دین پیدا ہوئے، عجیب اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی بستیوں میں اللہ تعالیٰ نے عبقری شخصیتیں پیدا کیں اور انہوں نے ایسے عظیم کارنامے انجام دیئے کہ اگر ہم ان کے نہج پر چل کر ٹھان لیں کہ ہمیں اس ملک میں نوجوانوں کو بنانا ہے، خاص طور پر ہمارے پاس جو طلبہ پڑھ رہے ہیں ان کا ذہن تیار کرنا ہے تو

رات دن پھر ہم محنت کریں، تو میں یہ ساری فہرست آپ کے سامنے پڑھنا نہیں چاہتا ہوں، صرف کام کا ایک خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حلقے بنانے کا مقصد:

جتنے مہمان آئے ہیں، سب کو یہ فہرست اور فارم دے دیا ہے، جس میں مدرسہ کا نام، مقام، پتہ اور مدرسہ کا پن کوڈ نمبر وغیرہ معلومات درج کرنا ہے، اور کھروڑ کو ہم نے مرکز بنایا ہے، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب صدر رہیں گے، حضرت چوں کہ بہت مصروف ہیں، حدیث شریف پڑھاتے ہیں، سفر بھی ہوتے ہیں تو حضرت اپنے ساتھ دو تین معاونین رکھیں گے جو وقتاً فوقتاً آپ حضرات سے رابطہ کریں گے کہ کتابیں آپ تک پہنچیں، یا آپ نے منگوائی ہیں اور ان کو پڑھوایا گیا تو اس کے کیا اثرات ہیں اس کا جائزہ لیں۔ ”مبادلة الثقافة“ کا مطلب یہ ہے کہ معلومات کو ایک دوسرے تک پہنچانا، مجھے جو چیز معلوم ہے وہ آپ تک میں پہنچاؤں اور آپ کو جو معلوم ہے وہ مجھے پہنچائیں، تو اس دن بھی ہم نے اپنے کتب خانہ کی کچھ کتابیں یہاں صحن میں رکھی تھیں، جو بہت سے کتب خانے میں نہیں ہوسکتیں، میں نے کہا ان کو رکھ دو تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ کتابیں چھپی ہوئی ہیں، اور ان کو ہمیں منگوانا ہے، بہت سے لوگ کتابوں ہی سے ناواقف ہیں، اچھی اچھی کتابیں چھپ رہی ہیں اور ہمارے علما ان سے واقف نہیں ہیں، شروحات سے واقف نہیں ہیں، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی اچھی کتاب ملے تو تمام مدرسوں میں اسے پہنچائیں، لیکن اتنی اب ہماری استطاعت نہیں ہوسکتی کہ ہم لوگ دو سو تین سو کتابیں تمام مدرسوں میں بھیج

دیں، تو ہم نے یہ حلقے اس لیے بنائے ہیں کہ ہم ہر حلقہ میں اپنی پسندیدہ کتابیں بھیجیں گے، اس حلقے کے ذمہ دار اپنے دوستوں سے دوسری کتابیں خود خریدوائیں اور پھر وہ اپنے متعلقہ مدرسہ میں، ہر مدرسہ میں دو تین آدمیوں کا انتخاب کریں، مثلاً چھاپی میں دو تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کو پڑھنے کا ذوق ہے، ہم نے انتخاب کرلیا اور ان کے نام لکھ لیے تو ان تک کتابیں پہنچائیں، ہر حلقے میں ضرور ایسے لوگ ہیں جو کتابیں خرید کر علما کو دے سکتے ہیں، یہ اس لیے ہے کہ ہمارے علما کی تنخواہیں بہت کم ہیں، اگر ہم یہ کہیں کہ مولوی لوگوں کو یہ کتابیں پڑھنی چاہیے تو وہ کہیں گے کہ ہمارے گھر کے بچوں کا علاج نہیں ہوتا اور آپ کہتے ہیں کہ ”علمائے ہند کا شاندار ماضی“ خریدو، فلانی کتاب خریدو، ہمارا بجٹ اس کا متحمل نہیں ہے، میں اس کو جانتا ہوں تو اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اصحاب خیر کو متوجہ کرکے اچھی کتابیں خرید کر ہمارے علما تک پہنچائیں اور پہنچا کر بیٹھے نہ رہیں، پھر معلومات حاصل کریں، میں نے دو چار علما کو کچھ کتابیں دیں، اور ایک مہینے کے بعد پوچھا کہ بھائی! میں نے آپ کو وہ کتابیں دی تھیں تو کیا آپ نے ان کو پڑھا تو کچھ نے کہا کہ ابھی موقع نہیں آیا، ایک مہینے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ابھی موقع نہیں ملا ہے، یہ لوگ کام نہیں کرسکتے، مہینہ کے بعد بھی اگر آپ کوئی کتاب نہیں پڑھ پاتے تو آپ دنیا میں کیسے کام کریں گے۔

ماضی سے عبرت حاصل کرکے حال کی تعمیر:

صاحب فکر علما کی ضرورت ہے جو حالات کو ان کتابوں میں پڑھ کر سمجھیں، اپنے اسلاف کی تاریخ سے واقف ہوں، اس وقت کیا چل رہا ہے، موجودہ زمانہ کی کیا

تحریکات ہیں اور ان تحریکات میں ناکامیاں کیوں ہوئیں، اخوان کی تحریک چلی، پچاس لاکھ نوجوان اخوان کی تحریک میں شریک ہوئے، لیکن انگریزوں نے کس طرح اس کو تباہ و برباد کردیا، اتنی طاقت بڑھ گئی تھی کہ عرب ممالک میں ان کی قوت بڑھی تو انہوں نے دیکھا کہ یہ تو بڑی طاقت بڑھ رہی ہے تو انہوں نے کوششیں کی، بہت کچھ کیا اور ان کو بدنام کردیا۔

سید احمد شہیدؒ جب جہاد کے لیے گئے تو میں نے خود کتاب میں پڑھا ہے، ایک انگریز نے لکھا ہے، دیکھو ایک انگریز کی شہادت ہے کہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک کو ناکام کرنے کے لیے ہمارے ہتھیاروں نے وہ کام نہیں کئے جو ہماری کتابوں نے کئے، انہوں نے کچھ مولویوں کو خریدا اور سید احمد شہیدؒ کے خلاف کتابیں لکھوائیں، یہ تو وہابی ہیں، یہ تو ایسے ہیں اور پٹھانوں کو حضرت شہیدؒ کے خلاف کر دیا، ہتھیار نہیں استعمال کئے، انگریزوں نے پورے علاقے میں ان کے خلاف ایک فضا پیدا کردی۔

گردوپیش کے حالات پر نظر رکھیں:

جب عرب ممالک میں ”الدیوبندیة وعقائدها“ چھپی تو میں نے اسے پڑھا، علمائے دیوبند کے خلاف بہت ہی خطرناک کتاب ہے، دیوبندی ایسے خراب ہیں، یہ سب چیزیں اس میں ذکر کی گئی ہیں، میں نے سوچا کہ کیا وجہ ہے کہ اس وقت یہ کتاب چھپ رہی ہے، اور وہ بھی دبئی سے، میں نے مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری کو لکھا، مولانا ارشد صاحب کو لکھا کہ دیوبند کے بارے میں یہ کتاب چھپ رہی ہے، ذرا دیکھو! اس کا کوئی جواب تیار کرو کہ دیوبند کیا ہے، اصل میں ان کو موجودہ دور میں

صرف علمائے دیوبند سے خطرہ ہے، میں وہاں ٹورنٹو میں اردو کا ایک اخبار پڑھ رہا تھا، اس میں ایک رپورٹ میں نے پڑھی، ایک پارٹی ہوتی ہے جو تھنکنگ (Thinking) پارٹی کہلاتی ہے اور امریکہ میں صدر کو مشورہ دیتی ہے، اس نے صدر امریکہ کے سامنے ایک رپورٹ پیش کی، اس میں یہ لکھا کہ اگر پاکستان سے دہشت گردی ختم کرنا ہے تو دیوبندی خیال کے جو دو ہزار مدرسے ہیں ان کو کسی صورت سے بھی بند کرایا جائے، اور ان کو جہاں سے امداد ملتی ہے وہ بند کروانے کی کوشش کی جائے، اس کا اردو ترجمہ اخبار میں آیا تھا، میں پڑھ کر سوچ رہا تھا کہ یا اللہ! امریکہ میں دیوبند کے بارے میں مشورے ہو رہے ہیں، ہاں! اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جو پاکستان میں دیوبندی مدرسے چل رہے ہیں ان کا اصل مرکز دیوبند ہندوستان میں ہے، اس پر نظر رکھی جائے، تو میں نے اس کی فوٹو کاپی کروائی تھی اور مولانا محمود مدنی صاحب کو اور اس زمانہ میں مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم تھے، اللہ ان کو غریق رحمت کرے ان کو بھیجا تھا، اور میں نے اس پر صرف ایک مصرع لکھ دیا تھا کہ

’’تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں‘‘

کہاں کہاں مشورے ہو رہے ہیں کہ علمائے دیوبند کو ختم کیا جائے۔

مدارس دشمنی:

میرے بھائیو! یہ جو کتاب چھپی ہے وہ اسی کی ایک کڑی ہے کہ علمائے دیوبند کو اتنا بدنام کیا جائے کہ لوگ دیوبند سے اور دیوبندی علما سے کٹ جائیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمارے مقابلہ میں اگر کوئی ڈٹنے والی قوم ہے یا تحریک ہے تو وہ

دیوبند سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، حضرت نانوتویؒ نے جس نسل کو تیار کیا ہے یہی کھڑی رہے گی، یہ بات یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، ہم سے زیادہ یہ بات سمجھ رہے ہیں، اسی لیے تو پاکستان میں یہ اعلان ہوا کہ یہ کوششیں کی جائیں کہ جہاں سے ان کو پیسے ملتے ہیں ان کو بند کر دیا جائے، آج امریکہ میں یہ حال ہے کہ کوئی چندے کے لیے جاتا ہے اور آپ کہیں چیک دیجیے تو وہ چیک نہیں دیتے؛ کیوں کہ اگر آپ نے چیک دے دیا کسی مدرسے کے نام تو گورنمنٹ کہتی ہے کہ مدرسوں کو آپ نے کیوں بھیجا، کسی مدرسے کو آپ پیسہ نہیں دے سکتے، ہمارا پیسہ ہے لیکن ہم اپنا پیسہ کسی مدرسے کو نہیں بھیج سکتے، اسکول کے نام بھیج دیں، آپ کسی سوشل جماعت کے نام بھیجیں یا نقدی دے دیں تو وہاں نقد دیتے ہیں، آج کل جو ڈالر نقد دیتے ہیں ان پر بھی مصیبتیں آتی ہیں، ہر طرح گھیر رکھا ہے۔

ابنائے قاسم کے بلند حوصلے:

لیکن پاکستان میں وفاق المدارس کے ناظم صاحب نے بیان دیا تھا کہ ہم بالکل گھبرانے والے نہیں ہیں، آپ ہمارے سورسیز بند کر دیجیے، ہم تو ان اکابر کی نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھایا ہے، ہماری بڑی بڑی عمارتیں آپ نہیں چلنے دیں گے تو کوئی بات نہیں، ہم درختوں کے نیچے پڑھائیں گے، یہ عزم ہمارے ان بچوں میں ہمیں پیدا کرنا ہے، اصل کام یہ ہے، اگر ہم سبق پڑھا دیتے ہیں تو سبق ہمارا فرض منصبی ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے، لیکن ہم ایک فکر بنائیں کہ لوگوں کو ہم کیسے تیار کریں، اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر قسم کی اچھی کتابوں کے

نام مجھے ہی معلوم ہوں، آپ کو بھی معلوم ہوسکتا ہے، اگر آپ کو کوئی نئی کتاب معلوم ہوگی اور آپ نے میرے پاس بھیجی کہ مولانا یہ کتاب بہت عمدہ ہے، بہت اچھے افکار ہیں، بہت اچھی طرح لکھی گئی ہے تو فوراً میں اسے منگواؤں گا اور اپنے حلقے میں اس کو تقسیم کروں گا، اس کو کہتے ہیں **”مبادلة الثقافة“** معلومات کو ایک دوسرے تک پہنچانا، انگریزی میں اسے Exchange of knowledge کہتے ہیں۔

کچھ نئی کتابوں کا تعارف:

میری عادت ہے کہ اپنے یہاں کا پودرا میں جو کتب خانہ ہے اگر اس میں کوئی نئی کتاب آتی ہے تو ہمارے آس پاس کے مدرسوں کو فوراً اطلاع کرتا ہوں کہ بھائی نسائی شریف کی شرح آئی ہے **”ذخیرة العقبی“** بیالیس جلدوں میں، ابھی گذشتہ ہفتہ آئی ہے مسلم شریف کی شرح سینتالیس جلدوں میں، **”البحر الثجاج لشرح مسلم ابن الحجاج“** کے نام سے، دو جلدیں مقدمے پر ہیں اور پینتالیس جلدیں اصل مسلم شریف پر ہے، اور کیا بات ہے اس کی، کتنی بہترین کتاب ہے، اٹھارہ سو ریال صرف ایک کتاب کی قیمت ہے، اب جب ہمارے مدرسوں کے علما کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ مسلم کی شرح آئی ہے تو کم از کم اس کی زیارت تو کریں گے، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی ایک کتاب آئی ہے جو پہلے کبھی نہیں چھپی تھی، کویت والوں نے اس کو چھاپا ہے، جب ہم کویت گئے تو میں وہاں سے یہ کتاب لے آیا، مولانا شیر علی صاحبؒ کا پودرا آئے تھے، میں نے کہا حضرت یہ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی کتاب آئی ہے، انہوں نے جب اسے دیکھا تو اپنے سر پر رکھ لیا، اور کہا کہ مولانا

زندگی بھر اس کا نام پڑھتے رہے، لیکن دیکھنے کا موقع نہیں ہوا، آج پہلی مرتبہ اس کتاب کی زیارت ہورہی ہے، تو ایسی کتابیں جو پہلے کبھی نہیں چھپیں وہ آج چھپ رہی ہیں، مصر میں چھپ رہی ہیں، کویت میں چھپ رہی ہیں، قطر میں چھپ رہی ہیں، ابھی بمبئی میں علمائے ہند کے فتاویٰ چھپ رہے ہیں، کتنے فتاویٰ کو دیکھ کر ایک مجموعہ تیار کیا ہے تو میں نے مولانا عبدالواحد صاحب کو خط لکھا کہ بھائی ہمیں یہ کتاب بھیجو، تین جلدیں چھپی ہیں، تو انہوں نے کہا یہ کتاب مدارس والوں کو مفت دینا چاہتے ہیں، لیکن ہر مدرسے کے پیڈ پر خط جانا چاہیے، یہ ایک اچھی چیز ہے، کیوں کہ جب مدینہ منورہ گئے تو وہاں مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ بلند شہریؒ تھے، ان کے صاحب زادے ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب ہیں، وہ یہ کام کر رہے تھے کہ جتنے فتاویٰ چھپے ہیں ان کو سامنے رکھ کر ایک انتخاب کر رہے ہیں، تاکہ سارے فتاویٰ الگ الگ دیکھنے کی ضرورت نہ پڑے، یہ معلوم ہوجائے کہ اس فتویٰ پر فلاں نے یہ لکھا ہے، تو وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ بہت لمبا چوڑا کام ہے۔ اسی طرح پروفیسر اکرم ندوی صاحب لندن میں رہتے ہیں، وہ مجھ سے کہنے لگے کہ میں محدثات عورتیں کون کون سی گزری ہیں جنہوں نے حدیث پڑھائی ہے اس موضوع پر **”المحدثات من النساء“** کے نام سے کتاب لکھ رہا ہوں، اس کی چالیس جلدیں تیار ہوگئیں، اب ان کو چھاپے کون یہ سوال ہے۔ پروفیسر اکرم ندوی صاحب کو اگر آپ راستے میں دیکھیں گے تو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ یہ آدمی اتنا بڑا کام کر رہا ہے، بالکل سیدھا سادا ایک دیہاتی آدمی معلوم ہوتا ہے لیکن خاموشی کے ساتھ اتنا بڑا کام کر رہا ہے، تو ہمارے علما کو کتابوں سے واقف ہونا

چاہیے کہ کہاں کیا چھپ رہا ہے اور ہمارے کتب خانوں میں ہمیں کیا چیز لانی ہے، اور یہ ہمارے علما کو بتانی ہے، پھر طلبہ کو نوٹ کرانی ہے۔

ایک قابلِ اخذ بات:

پروفیسر حضرات اسکولوں میں یہ کرتے ہیں کہ ایک مضمون پر تھوڑا سا لکچر دیتے ہیں پھر اس کے مراجع بتاتے ہیں کہ آپ حضرات زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے اس مضمون کو فلاں فلاں کتاب میں دیکھ سکتے ہیں، مراجع کی کتابیں لکھوادی جاتی ہیں، ہمارے یہاں اس کا رواج نہیں ہے، ہمارے یہاں تو جو گجراتی کی مثل مشہور ہے اس پر عمل ہے کہ (**માછલી ખવડાવાવી દેવી પરંતુ, તેનું દર નહી દેખાડવાનું.**) یعنی یہ نہیں بتلاتے کہ میں نے یہ بات کہاں سے لی ہے۔

تدریس کا ایک نادر اسلوب:

ہم دیوبند میں تھے، مولانا سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سبق میں بیٹھے ہوئے تھے تو ان کی ایک عادت تھی کہ بولتے بھائی! متوجہ ہو جاؤ، میں تمہیں ایک ایسی بات سناتا ہوں جو تمہیں کسی شرح میں نظر نہیں آئے گی، طلبہ کو متوجہ کرنے کے لیے ایسا کرتے تھے تو انہوں نے ایک مرتبہ اپنے انداز میں ایسا کہا تو ایک طالب علم نے کہا حضرت یہ مرقات کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے تو کہا چپ بیٹھ تجھے کس نے کہا بولنے کو، بھائی ایک اسلوب ہے ذہن کو متوجہ کرنے کا کہ میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ آپ کو کہیں نہیں ملے گی تا کہ طلبہ متوجہ ہو جائیں۔

دماغ کے بند دریچوں کو وا کریں:

تو میرے بھائیو! میں نے آپ حضرات کو اس لیے جمع کیا ہے اور آپ کا وقت بہت قیمتی ہے اسے میں سمجھتا ہوں، آپ سبق چھوڑ کر آئے ہیں؛ لیکن آپ ہمارے درد کو سمجھنے کی کوشش کریں، اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس جو لسٹ دی گئی ہے اس میں مدرسے زیادہ ہیں تو کسی اور کو کام سپرد کر دیں، لیکن آپ یہاں ربط رکھیں، یہاں ہم ایک دفتر بنائیں گے، مولانا یہاں ایک کمرہ طے کریں، جس میں آپ کے معاون دو تین رہیں، ان کے پاس وہ معلومات آتی رہیں تا کہ پورے گجرات کے مدرسے مربوط ہو جائیں، میں نے گنتی کی تو معلوم ہوا کہ گجرات میں تقریباً ساٹھ دار العلوم ہیں، ساٹھ دار العلوم میں اگر تین تین عالم باادب پڑھنے والے بن جائیں تو سال بھر میں ایک سو اسی ہو جائیں گے، ایک سو اسی آدمی کی ہم ذہن سازی کریں، وہ تبادلۂ خیالات کریں، ہم اس سلسلے میں بات چیت کریں، ہم ماہرین کو بلائیں تو یہ بہت بڑا کام ہے، یہ ساجد صاحب آج ہمارے ساتھ آئے ہیں، یہ اسکولوں کا الگ الگ پروگرام چلاتے ہیں، بہت اچھا پروگرام چلاتے ہیں، اسکول انتظامیہ کیسی ہونی چاہیے، اسٹوڈنٹس کو کیسا ہونا چاہیے، اقتصادیات پر ہماری کیا معلومات ہونی چاہیے، بہت اچھی اچھی معلومات انہوں نے اپنے کمپیوٹر میں رکھی ہیں تو ذرا ہم اپنے دماغوں کے دریچوں کو کھول کر ایسے لوگوں کو بھی مدرسوں میں بلا کر معلومات حاصل کرنا چاہیے۔

اصل میں ہم نے اپنے آپ کو بہت محدود کر رکھا ہے، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ اپنے آپ کو ہم نے بہت چھوٹے حلقے میں گھیر رکھا ہے، ذرا باہر بھی دیکھو......ع

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

"خذ ما صفا و دع ما کدر":

ہم باہر نہیں دیکھ رہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ باہر کے حالات سے ہم واقف ہوں۔ ہمارے ایک دوست ہیں، ڈاکٹر محمود چاندیا، وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں ''دارالعلوم بری'' میں عالم بنا، اس وقت میری محدود معلومات تھیں، پھر مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مانچسٹر یونی ورسٹی میں داخل ہوا، وہاں گیا تو میرا ذہن کھل گیا کہ یونی ورسٹی کے پروفیسر کس طرح ایک ایک سبجیکٹ پر کام کرتے ہیں، اوپر اوپر کی بات نہیں بل کہ گہرائی کے ساتھ ایک ایک سبجیکٹ پر لکھتے ہیں تو ہمیں تو ہر جگہ سے جو اچھی چیز ہو وہ لینی چاہیے "خذ ما صفا و دع ما کدر" جو اچھی چیز ہو اُسے لو، جو خراب چیز ہو اس کو پھینک دو، بہت سے علما ہمارے ایسے ہیں کہ ان کا نام لیتے ہی بدکتے ہیں، مجھے ایک صاحب کہنے لگے کہ قرضاوی کی کتابیں نہیں پڑھنے کی، پوچھا کیوں نہیں پڑھنے کی، کہا کہ وہ بہت آزاد خیال آدمی ہیں، ارے بھائی کیا ان کی ساری کتابیں پھینک دینے کے قابل ہیں؟ وہ صاحبِ فکر آدمی ہیں، اگر آپ کو کسی چیز سے احساس ہو کہ یہ ہمارے علما کی رائے کے خلاف ہے تو اسے چھوڑ دو، کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ ان کی رائے کو قبول کریں؛ لیکن وہ صاحب فکر آدمی ہیں،

ابھی دو سال پہلے میں قطر گیا تھا، ان کے پاس بیٹھا تو انہوں نے ایک جملہ مجھ سے کہا "یاشیخ فرد ذو همة يحيي الأمة" ایک باہمت انسان کھڑا ہو جائے تو پوری امت کو زندہ کر سکتا ہے، ہم یہ چاہ رہے ہیں۔

تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں:

آپ حضرات سے یہ درخواست کرنے کے لیے ہم نے زحمت دی ہے کہ ایسے افراد تیار کرو جو پوری امت کو زندہ کر دیں، جو فکر لے کر چلیں، دنیا جو ملنے والی ہے وہ تو ملے گی، وہ کہیں جانے والی نہیں ہے؛ لیکن ہمارے دلوں میں یہ تڑپ ہو، مولانا علی میاں صاحبؒ نے ''دارالعلوم دیوبند'' میں بہت سالوں پہلے تقریر فرمائی تھی، اس میں ایک شعر پڑھا تھا ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کرے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں وہ اضطراب نہیں ہے

جو اضطراب اور دل کی تڑپ ہونی چاہیے وہ ختم ہوگئی ہے اور یہ تڑپ ہم ہی اپنے بچوں میں پیدا کر سکتے ہیں۔

تربیت کا نرالا انداز:

کچھ بچے تعطیلات میں گاؤں میں آئے تو میں نے ان کو بلایا اور مولانا محمد حسنیؒ جن کا مولانا علی میاں صاحبؒ کے سامنے ہی انتقال ہوگیا تھا، ان کی کتاب ہے "الإسلام الممتحن" بہت جاندار عربی کے مضامین ہیں، میں نے عربی چہارم کے طالب علم کو وہ کتاب دی کہ بھائی آؤ، اس کو میرے سامنے پڑھو تو پانچ طالب

علموں کو بلایا تھا، پانچ میں سے ایک باقی رہا اور باقی چار دوسرے دن نہیں آئے، وہ یہ سمجھے کہ ہم ان کے سامنے پڑھیں گے تو ہماری غلطی نکلے گی، میں نے ان سے کہا کہ میرے پاس کوئی چھڑی تو ہے نہیں کہ آپ کی پٹائی ہوگی، آپ کی غلطی ہوگی تو میں آپ کو بتاؤں گا کہ آپ یہ عبارت غلط پڑھ رہے ہیں؛ لیکن چار نہیں آئے اور ایک جما رہا اور وہ میرے سامنے پڑھتا رہا، جب اس نے تین چار مضمون پڑھ لیے تو پھر میں نے وہ کتاب اس کو دے دی اور کہا کہ اس کو گھر لے جاؤ اور اس کا ترجمہ کر کے جب چھٹی پوری ہو جائے تو ترکیسر میں مولانا حبیب الرحمن صاحب جوادیب صاحب سے مشہور ہیں ان کو جا کر بتاؤ کہ حضرت میں نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے، طلبہ کی صلاحتیں اجاگر کریں اور ان کو بتائیں کہ یہ کتاب ہے، اس کو پڑھو، پھر پڑھا یا نہیں اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں، جب وہ چھٹی کے بعد آجائیں تو پوچھیں، ابھی مولانا نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ ہے کہ کوئی کتاب ہم دیتے ہیں پھر طلبہ سے کہتے ہیں کہ اس کا خلاصہ اپنی کاپی میں لکھو، جو کتاب آپ نے پڑھی اس کا کیا خلاصہ ہے، وہ لکھ کر ہمیں بتاؤ تا کہ ہمیں پتہ چل جائے کہ آپ نے کتاب میں سے کیا خلاصہ کیا ہے تا کہ ان کی ذہن سازی ہو، ہم لوگ ذہن سازی نہیں کر رہے ہیں، اس کی وجہ سے ہمارا ایک اچھا سرمایہ طلبہ کا ضائع جا رہا ہے، کتنے طلبہ آرہے ہیں، کسی مدرسے میں چالیس فارغ ہو رہے ہیں، کسی میں تیس فارغ ہو رہے ہیں، کسی میں پندرہ فارغ ہو رہے ہیں، پورے گجرات کے مدرسوں کا آپ ٹوٹل لگائیں اور دارالعلوم دیوبند میں تو پوچھنا ہی کیا، بتائیے ایک ہزار طالب علم اس وقت دورے میں ہیں اور دوسرے

دارالعلوم میں تیرہ سو ہیں اور اب ان تیئیس سو بچوں میں تلاش کرنا ہے کہ کتنے ہمارے بچے جوہر ہیں جن سے ہم امت کا کام لے سکتے ہیں، ان کے پیچھے پڑیں اور ان کو دیکھیں کہ کس میں کیا صلاحیت ہے، ہر ایک کے اندر کچھ نہ کچھ صلاحیت ہوتی ہے، وہ صلاحیت اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، اگر ہم نے ان کو چھوڑ دیا کہ جاؤ کرتے رہو، آپ نے تقریر کی وہ سن کر چلے گئے تو کیا فائدہ؟ آپ دیکھیں کہ آپ کی تقریروں کا کیا اثر ہوا اور ان میں کیا صلاحیت بن رہی ہے، یہ کیسی عبارت پڑھ رہے ہیں، نئی کتاب کے بارے میں ان کو کتنی معلومات ہیں تو میں آپ کو یہ دردِ دل سنانے کے لیے یہاں پر بیٹھا ہوں اور آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اللہ کے واسطے آپ حضرات ذرا اس کی فکر کریں، اگر آپ فکر کریں گے تو اللہ کے یہاں آپ ماجور ہوں گے، امت کو اس کی ضرورت ہے، امت اسلامیہ اس کی اس وقت محتاج ہے کہ آپ پوری فکرمندی کے ساتھ طلبا کو تیار کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پوچھے جائیں گے۔

صحابۂ کرامؓ کی سادگی:

ہمارے اکابر نے دنیا کو تو خیرباد کہہ دیا تھا، حضرت نانوتویؒ کو دیکھو سیدھے سادے کپڑے ہوتے، لنگی پہنتے تھے، میں نے سنا ہے لال رومال ڈالتے تھے، میں نے تو حضرت نانوتویؒ کو نہیں دیکھا لیکن ان کے حالات پڑھے ہیں، لکھا ہے کہ لوگ پہچان بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ امام نانوتویؒ ہیں، شیخ الہندؒ کو پہچان نہیں پاتے تھے، مولانا معین الدین اجمیریؒ دیوبند گئے تو ٹانگے والے سے کہا کہ شیخ الہندؒ کے یہاں لے چلو، اس نے کہا کہ شیخ الہندؒ کو تو میں نہیں جانتا، لیکن بڑے مولانا کے یہاں لے

جاتا ہوں، حضرت شیخ الہندؒ کو دیوبند والے بڑے مولانا کہتے تھے، گرمیوں کا زمانہ تھا، حضرت شیخ الہندؒ بنیان پہنے ہوئے تھے اور لنگی باندھی ہوئی تھی، دروازہ کھٹکھٹایا کہا کہ یہ مولانا مہمان آئے ہیں، وہ تو شیروانی پہنے ہوئے تھے، مولانا معین الدین اجمیریؒ کا تو ایک دبدبہ تھا، حضرت شیخ الہندؒ باہر تشریف لائے اور ان کا بستہ حضرت شیخ الہندؒ نے اٹھایا اور اپنے کمرے میں لے گئے، مولانا اجمیریؒ یہ سمجھے کہ یہ حضرت شیخ الہندؒ کا خادم وادم ہے تو جب اندر گئے تو کہا بھائی مولانا کو اطلاع کرو کہ اجمیر سے معین الدین آیا ہوا ہے، وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا حضرت! آپ تشریف رکھیں، گرمی بہت ہے، اطلاع ہو جائے گی اور یہ پنکھا جھلنے لگے، پھر شربت کا ٹھنڈا گلاس لے آئے تو وہ ناراض ہو گئے، ارے بھائی! میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ مولانا کو اطلاع کرو، آپ کبھی پنکھا جھلتے ہو، کبھی شربت لاتے ہیں اور مولانا کو اطلاع ہی نہیں کر رہے ہیں، کہا کہ بڑے مولانا تو یہاں کوئی نہیں ہیں البتہ محمود الحسن میرا ہی نام ہے۔

أولئک أبائي فجئني بمثلهم

إذا جمعتنا يا جرير المجامع

یہ حضرت نانوتویؒ کے پروردہ ہیں، اور میں نے سنا کہ حضرت نانوتویؒ کے انتقال کے بعد شیخ الہندؒ حضرت نانوتویؒ کے گھر تشریف لے گئے اور آواز دی اماں جی! حضرت کی جوتیاں ذرا باہر بھیج دیں، پردے کے نیچے سے جوتیاں بھیجی گئیں تو انہوں نے حضرت نانوتویؒ کی جوتیاں اپنے سر پر رکھیں کہ میرے استاذ کی جوتی ہیں اور یہ انتقال کے بعد کا واقعہ ہے، ہمارے بچے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری جوتی

سیدھی کرتے ہیں، لیکن جب ہم نہیں ہوتے تو ہمارے خلاف باتیں کرتے ہیں اور یہ انتقال کے بعد ان کی جوتیوں کو سر پر رکھتے ہیں تب جا کر شیخ الہندؒ بنے، حضرت نانوتویؒ نے شیخ الہند کو بنایا، پھر کچھ شیخ الہندؒ نے بنائے۔ حسین احمد مدنیؒ کو بنایا، شبیر احمد عثمانی کو بنایا، انور شاہ کشمیری کو بنایا، حضرت شیخ الہندؒ نے کیسے کیسے لوگ تیار کئے اور بہت ہی سادہ مزاج کے آدمی تھے، کھدڑ کا کپڑا پہنتے، سادہ کھانا کھاتے، کوئی بڑی تنخواہ نہیں، کچھ نہیں، یہ ہمارے اسلاف کے نمونے ہیں۔

رائے طلبی:

میرے بھائیو! اللہ کرے کہ ہمارے اندر یہ بات پیدا ہو جائے، یہ کاغذات سب کو پہنچ گئے ہیں، میں اب آپ کے تاثرات جاننا چاہتا ہوں، آپ میں سے کوئی رائے دینا چاہے تو پیش کریں، اس لیے کہ اس دن موقع نہیں ملا تھا، اس دن جمع ہوئے تھے، مجھے یہ بات معلوم کرنا چاہیے تھی کہ یہ تو میرے اپنے خیالات ہیں، جو میں پیش کر رہا ہوں یہ تو میری سوچ ہے، ہوسکتا ہے کہ میں اپنی سوچ میں غلط ہوں، اس جمود اور تعطل کا آپ حضرات کے پاس کیا علاج ہوسکتا ہے، یہ آپ چاہے مجھے ابھی کہیں یا آپ مجھے لکھ کر بھیجیں، یہ جو دفتر بنے گا مولانا کے وہاں ان کو اپنی رایوں سے واقف کریں، ہوسکتا ہے کہ بہت سی کتابوں کے نام آپ کو معلوم ہوں اور ہمیں نہ معلوم ہوں، ہم کوشش کریں گے کہ ہر حلقہ میں پہنچائیں، ہم اس سے زیادہ کی ذمہ داری نہیں لیتے، پھر ہر حلقہ والا اپنے حلقہ کے مدارس تک پہنچانے کی کوشش کرے، اتنی تھوڑی سی تکلیف تو کرنی پڑے گی، انشاء اللہ اس کے اچھے نتائج مرتب ہوں گے۔

حکیم الاسلامؒ کی بے مثال شخصیت:

اب جیسے حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ حضرت حکیم الاسلام صاحبؒ کے والد صاحب، ان کی سوانح حیات بہت عمدہ چھپی ہے، پھر حضرت حکیم الاسلامؒ کی سوانح حیات دوجلدوں میں چھپی، ہمارے کتنے مدارس کو خبر ہے کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی سوانح حیات دو جلدوں میں چھپی ہے۔ ستّاون سال تک اس شخص نے دارالعلوم کی قیادت کی یہ معمولی بات نہیں ہے، اتنے عظیم دارالعلوم کو پوری دنیا میں روشناس کرایا ہے۔ ہم ان کی سوانح سے مکمل طور پر واقف نہیں ہیں، اللہ نے ان کو کیا خوبیاں دی تھیں۔ وہ کسی بات کو پندرہ منٹ میں ختم کرنا چاہتے تو پندرہ منٹ میں ختم کر دیتے اور اگر کسی بات کو پھیلانا چاہتے تو ڈھائی گھنٹے میں بیان کرتے، ہم توکئی جلسوں میں ان کے ساتھ رہے ہیں اور تحمل اور بردباری کا یہ حال تھا کہ انتہائی اختلافات کے زمانہ میں جب دارالعلوم کا قضیہ چلا، ہم نے ان کو سالانہ جلسے کے لیے بلایا تو میں نے ایک سرکیولر اساتذہ میں بھیج دیا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں تو دارالعلوم کے قضیے کے بارے میں حضرت کے سامنے کوئی بات نہ کی جائے؛ تاکہ حضرت کو تکلیف نہ ہو، چوں کہ اساتذہ دو قسم کے تھے، کچھ اِس خیال کے کچھ اُس خیال کے تو ہم نے ان کو پہلے سے کہا کہ حضرت حکیم الاسلامؒ کے سامنے اس نزاع کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے؛ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ شاید حضرت کچھ نہ کچھ فرمائیں گے، میں ترکیسر میں ساتھ رہا، پھر وہاں سے ڈابھیل گئے، دمن گئے، چار دن سفر میں حضرت کے ساتھ رہا؛ لیکن ایک لفظ بھی اس قضیے کے بارے میں حضرت نے

نہیں کہا، وہی حضرت کا جو مزاج تھا حکمت کی باتیں پیش کرتے، جیسا کہ عام طور پر حضرت حکیم الاسلامؒ کی مجلس میں ہوتا تھا اور میں حیران تھا کہ یا اللہ! تو نے اس آدمی کو کیسا جگر دیا ہے کہ ان کی طبیعت کے خلاف اتنا بڑا حادثہ ہو رہا ہے لیکن وہ ایک لفظ بھی نہیں کہتے۔ ہم لوگوں کو ان کی کتابیں پڑھنا چاہیے تو آپ حضرات بھی منگوا لیجیے، اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا گویائی عطا فرمائی تھی، کیا پڑھنے کا سلیقہ تھا، بہرحال آپ حضرات کچھ کہنا چاہتے ہوں تو اپنی بات پیش فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

(۴)

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت والا کا یہ بیان ۲۰۱۳ء میں ''دارالعلوم فلاح دارین'' ترکیسر کی مسجد میں ہوا تھا، سامعین میں اساتذۂ کرام وطلبۂ عزیز تھے، آپ نے اپنے جگر گوشوں کے سامنے کس طرح دل کھول کر رکھ دیا ہے اس کا اندازہ درج ذیل خطاب پڑھنے سے لگایا جا سکتا ہے۔

برادرِ عزیز مولوی عبدالاحد راندیری زید مجدہٗ نے اُسے مرتب فرما کر نشر کیا تھا، اب کچھ ترمیم کے بعد ''صدائے دل'' میں شامل کر کے قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلي على رسوله الكريم۔ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَام'' (۱)

وَقَالَ تَعَالٰى: ''وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ'' (۲)

قابلِ صد تعظیم اساتذۂ کرام اور میرے عزیز بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کی فلاح کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وما أرْسَلْنَاکَ إلاَّ رحمة للعٰلمين**(۳) (ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت مہداۃ ہیں یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن اس وقت پوری دنیا میں ہلچل مچی ہوئی ہے، یہود جو اسلام کے ازلی دشمن ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جن کی دشمنی جاری ہے اور آج تک ختم نہیں ہوئی، قرآن شریف نے ان کے بارے میں بہت سی چیزیں بیان فرمائی ہیں، قرآن کریم نے ہمیں بتایا کہ بہت سی چیزیں وہ ظاہر کرتے ہیں اور بہت سی چیزیں ان کے دلوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ (**وما تخفي صدورهم أكبر**)(۴) اور جو چیزیں ان کے دل چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بہت زیادہ ہیں۔ یہ یہود بے بہبود

---

(۱) سورۃ آل عمران:۱۹ (۲) سورۃ آل عمران:۸۵ (۳) سورۃ الانبیاء:۱۰۷ (۴) سورۃ آل عمران:۱۱۸

اورنصاریٰ ارباب خسارہ اسی سوچ وفکر میں ہیں کہ کس طرح اسلام کو بدنام کیا جائے، کس طرح امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے بارے میں ایسی باتیں پھیلائی جائیں کہ دنیا کی قومیں ان سے نفرت کرنے لگیں، ایسی کون سی چیزیں ایجاد کی جائیں جن میں مسلمان نوجوان پھنسیں اور اسلام کی طرف ان کی توجہ نہ رہے، خصوصاً جب سے عالم اسلام میں کچھ اسلامی جماعتیں پیدا ہوئی ہیں اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اسلامی نظام کے بغیر دنیا میں امن وچین قائم نہیں ہوسکتا اس وقت سے ان کی کوششوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

اسلامی تحریکیں اور ان کے اثرات:

''مصر'' میں ''اخوان المسلمین'' کی تحریک چلی حسن البناء شہید کے ذریعہ سے، ''ہندوستان'' میں مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دعوت وتبلیغ کی تحریک چلائی اور یہ تحریک دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ گئی؛ بل کہ امریکہ تک پہنچ گئی، ''امریکہ'' اور ''لندن'' کی یونی ورسٹیوں میں نوجوانوں کے چہروں پر ڈاڑھی آنے لگی اور عورتوں نے حجاب پہننا شروع کردیا۔

پناما کا سفر باعث صد عبرت:

ابھی ڈیڑھ مہینہ پہلے پناما جانے کا اتفاق ہوا، پناما کی ایک جماعت ''کیوبا'' گئی ہوئی تھی اور ''کیوبا'' کمیونزم کا بہت بڑا علمبردار ملک ہے۔ وہاں مسجدوں میں نوجوانوں کا جانا ممنوع ہے، صرف بوڑھے لوگ جاسکتے ہیں اور ہر جگہ کمیونزم کا یہی حال ہے۔

تو ''پناما'' کی ایک جماعت ''کیوبا'' گئی ہوئی تھی، جب وہ جماعت ''کیوبا'' سے واپس آئی تو انہوں نے مجھے ایک عجیب بات سنائی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا! اللہ کا عجیب وغریب نظام ہے، ''کیوبا'' میں کمیونزم رائج ہے، جب ''پاکستان'' میں دو تین سال پہلے ایک زلزلہ آیا تھا، جس سے گاؤں کے گاؤں بالکل تباہ ہوگئے تھے تو ''کیوبا'' حکومت نے ''پاکستان'' کے گورنر کو لکھا کہ یہ مصیبت زدہ لوگ ہیں، ان میں سے جو نوجوان تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں ہم ان کو اسکولرشپ دینے کے لیے تیار ہیں۔

ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ''کیوبا'' کی حکومت نے نوجوانوں کے لیے یہ پیش کش کی اور چوں کہ پیسے مل رہے تھے اس لیے پاکستانی لڑکے اور لڑکیاں تیار ہوگئے، سب کے فوٹو لیے گئے، لڑکیاں بے حجاب تھیں، ان کی بھی اسی حالت میں تصویر کشی کی گئی، پھر ''پناما'' کی جماعت نے کہا کہ مولانا! اللہ کی قدرت دیکھئے! ''پاکستان'' سے ''کیوبا'' آنے والے نوجوانوں میں سے اچانک ایک کا انتقال ہو گیا، وہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ اب کیا کریں گے، اس کی تدفین کا مسئلہ ہے، بالآخر کسی طرح انہوں نے غسل دیا اور کفن ودفن کا انتظام کیا لیکن ان کے دل پر چوٹ لگی اور ایک خلش پیدا ہوئی کہ اگر خدانخواستہ ہم میں سے کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگیا تو ہمارا کیا ہوگا، جب کہ اس ملک میں کمیونزم ہے، لہٰذا ہماری یہ زندگی ٹھیک نہیں ہے، ہمیں اپنے بارے میں سوچنا چاہیے، ہمیں اسلام کو سیکھنا چاہیے اس لیے کہ آخر ہم بھی مسلمان ہی ہیں، خدا کا کرنا کہ اس کے بعد کچھ جماعتیں آئیں اور ان کو ان نوجوانوں کا حال معلوم ہوا، جماعتیں ہوٹل میں ٹھہرتیں، ہوٹل کے کمرے میں وہ لوگ چند نوجوانوں کو

یہ کہہ کر بلاتے کہ وہ ہمارے رشتہ دار ہیں، ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، یہ نہ کہتے کہ دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آئے ہیں، یہ حکمت کی بات ہے، ہر جگہ حکمت اپنانی چاہیے (ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة الخ)۔(۱)

الغرض! ان جماعتوں نے اس طریقہ سے نوجوانوں کو بلانا شروع کیا۔

الحمدللہ! اس وقت کئی نوجوان ایسے ہیں جن کے چہروں پر ڈاڑھی ہے اور کئی نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے کوشش کی کہ ہم جماعت بنائیں گے، وہ پناما کی جماعت واپس آئی اور جماعت کے ساتھی مجھے کہنے لگے کہ مولانا! ہم حیران ہیں کہ واقعی اللہ جب کسی بندہ کو ہدایت کے راستہ پر ڈالنا چاہتا ہے تو کیوبا جیسے کمیونزم والے ملک میں بھی ہدایت دے دیتا ہے (يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم)۔(۲)

اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں:

میرے دوستو! ہم ان مدارس میں پڑھتے ہیں، ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے، لہٰذا ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے فرصت کے اوقات میں اور خصوصاً تعطیلات میں ان چیزوں سے متعلق خوب واقفیت حاصل کریں؛ تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کہاں جارہی ہے، میں کئی مرتبہ آپ کے سامنے ایک جملہ دہرا چکا ہوں کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جن کی آپ ''قصص النبيين، مختارات اور القراءة الراشدة'' وغیرہ کتابیں پڑھتے ہیں، وہ ہمیشہ ایک جملہ دہراتے تھے کہ جو فوجی نہیں جانتا کہ دشمن کے پاس کس قسم کے ہتھیار ہیں، وہ کس طرف سے

(۱) سورۃ النحل:۱۲۵ (۲) سورۃ البقرۃ:۱۴۲

حملہ آور ہے تو وہ دفاع کیسے کرسکتا ہے؟ کان کھول کر سن لیں کہ آپ بھی اسلام کے فوجی ہیں جو ان مدارس میں تیار ہورہے ہیں، لہٰذا آپ کو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ہمارے مخالفین کے پاس اس وقت کیا ہتھیار ہیں، وہ کس کس لائن سے اسلام کے خلاف کام کررہے ہیں، لٹریچر اور میڈیا کے ذریعہ سے کیا کررہے ہیں، انٹرنیٹ کے ذریعہ سے کیا کررہے ہیں؟ انٹرنیٹ کے اوپر آپ دیکھیں گے کہ لڑکیوں کی کھلی تصویریں آتی ہیں اور اس میں لکھا رہتا ہے کہ ہم آپ سے بات چیت کرسکتے ہیں اور یہ ہمارا فون نمبر ہے، اب ہمارا نوجوان دیکھتا ہے کہ لڑکی بہت خوب صورت ہے اور اپنا فون نمبر بھی دے رہی ہے تو وہ بات کرنے لگتا ہے، دنیا میں فساد پھیلانے کے لیے اور دنیا کی قوموں کو اس میں ملوث کرنے کے لیے یہ سب سازشیں ہورہی ہیں اور یہ سب چالیں اختیار کی جارہی ہیں، اب جب ہمارے مدارس کے طلبہ کو کہا جاتا ہے کہ یہاں فون نہیں رکھنا چاہیے تو ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست شاید کہ پلنگے خفتہ باشد:

میرے بھائیو! یہ سب آپ ہی کو بچانے کی کوشش ہے، یہ دیکھنے میں تو ٹیلیفون ہے، لیکن یاد رکھنا اس ٹیلیفون کا تعلق سیٹلائٹ (Satelite) سے ہوتا ہے، ٹیلیفون کے ذریعہ سے وہ آپ کی پوری حقیقت معلوم کرلیتے ہیں، آپ کہاں بات کر رہے ہیں، کیا بات کررہے ہیں، آپ کس کے ساتھ ہیں، آپ کا ذہن کہاں چل رہا ہے، ہر ہر گھر میں انہوں نے جاسوس بٹھا رکھے ہیں۔ میں لندن میں بعض علما کے گھر گیا تھا، جب میں گھر میں داخل ہوا میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے تو انہوں نے کہا

کہ سب اپنے فون کی چپ نکال دو، میں نے پوچھا کیوں؟ جب کہ یہاں کوئی نہیں ہے،صرف فون کی سوئچ آف کر دینا کافی ہے،انہوں نے کہا نہیں، اگر فون کی سوئچ آف کریں گے تب بھی گفتگو ٹیپ ہو جائے گی،آپ کے اس فون سے اگر چہ وہ بند ہو، ان کو سب معلوم ہو جاتا ہے، یہ غفلت میں پڑنے والی چیزیں نہیں ہیں، آپ ذرا سمجھیں کہ دنیا کہاں جارہی ہے اور دنیا میں کس طرح کام ہو رہا ہے۔اسی طرح جب بورڈر پر چیکنگ ہوتی ہے،مثلاً ''کینیڈا'' سے ''امریکہ'' جاتے ہیں تو بورڈر پر چیکنگ ہوتی ہے،ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سامان کی چیکنگ کر رہے ہیں،حالاں کہ وہ گاڑی میں موجود سامان کو چیک کرنے کے دوران ایک چھوٹی سی چپ وہاں چپکا دیتے ہیں، پھر اپنے دفتر میں جا کر اس سے معلوم کر لیتے ہیں کہ گاڑی کہاں کہاں کھڑی رہی، آپ نے کیا باتیں کیں، آپ پورے امریکہ میں جس شہر اور جس بستی میں حتی کہ جس مسجد میں جائیں گے اس کو بھی وہ معلوم کر لیں گے۔

اسلام مخالف سازشوں کا جال:

میرے بھائیو! دنیا میں انقلاب آچکا ہے، ہم دو چار کتابیں پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت تیاری کر لی ہے، نہیں ہرگز نہیں، ابھی بہت تیاری کی ضرورت ہے، آج ہمیں پتہ نہیں ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، دنیا کے پلیٹ فارم پر کیا کیا نظام چل رہے ہیں اور دنیا میں آج جو تحریکیں موجود ہیں وہ کیا کر رہی ہیں اور ہمیں اس سلسلہ میں کیا محنتیں کرنی ہیں، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک کتاب لکھی ''اسلام اور سیاسی نظریات'' اس کتاب میں انہوں نے بتایا ہے کہ

سرمایہ دارانہ نظام کس کو کہتے ہیں؟ سوشلزم کیا چیز ہے؟ کمیونزم کیا چیز ہے؟ اور دنیا کے کس خطہ میں یہ تحریکیں چل رہی ہیں اور دنیا میں کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہیں، اور ان کے مقابلے میں اسلامی نظام کیا ہے؟ اسلام کا اقتصادی نظام کیا ہے؟ اسلام کا سیاسی نظام کیا ہے؟ جب مسلمان بھائیوں کے دلوں میں یہ داعیہ پیدا ہوگا کہ دنیا میں مختلف نظام چل رہے ہیں، ان کے مقابلے میں ہمیں اسلام کی برتری لوگوں کے سامنے لانا ہے تب اسلام کی برتری ہمارے سامنے عیاں ہوگی، لیکن یہ اس وقت ہوگا جب کہ ہم اصل نظام کو جانیں، آج دکھ کی بات یہ ہے کہ ہم یہاں سات سات سال، نو نو سال پڑھتے ہیں؛ لیکن ہم اپنی مخصوص کتابوں کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے، ہمیں توفیق نہیں ہوتی کہ ہم خارجی وقت میں یہ ساری چیزیں دیکھیں، ہمیں توفیق نہیں ہوتی کہ ہم معلوم کریں کہ اس وقت دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور اسلام کو مٹانے کے لیے کیا کیا چیزیں استعمال کی جارہی ہیں، آج امریکہ کے شہروں میں مسلمان نوجوانوں کو یہ تربیت دی جاتی ہے کہ تم اپنے ملکوں میں جا کر اس قسم کا اسلام پھیلاؤ، ''ماڈرن اسلام'' ''اعتدال پسند اسلام'' وغیرہ نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دہشت پسند اسلام اور جہاد والا اسلام ختم کرو اور ماڈرن اسلام کو جنم دو، وہاں ایسے نوجوان تیار کئے جارہے ہیں، ان کو پیسے دیئے جارہے ہیں، ان کے پاس نئی درس گاہیں شروع کروائی جارہی ہیں، ان کے پاس کتابیں لکھوائی جارہی ہیں اور کہا جارہا ہے کہ یہ تو ہمیشہ لڑنے کی باتیں کرتے ہیں، یہ تو لڑاکو ہیں، یہ دہشت پسند ہیں اور بھی اس طرح کی باتیں کہہ کر اسلام کی اصل روح کو ختم کیا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ ہر باطل نظام

اسلام میں ہے اور میں پوری بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس وقت ان کو پورے عالم اسلام میں سب سے زیادہ خوف علمائے دیوبند سے ہے، ان کو یقین ہوگیا ہے کہ ایک علمائے دیوبند کی جماعت ہی ایسی جماعت ہے جو ہماری باتوں کو سمجھ رہی ہے، ہماری دسیسہ کاریوں سے بحسن وخوبی واقف ہے اور سینہ کھول کر ہمارے اس نظام کو روکنے کی فکر میں ہے۔

میرے بھائیو! دشمنانِ اسلام کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لیے جب اسلام تحریکیں چلیں تو نتیجتاً بہتیرے ملکوں میں انہوں نے دیکھا کہ وہاں اسٹوڈنٹس (Students) عمامہ باندھ کر یونی ورسٹیوں میں آنے لگے تو وہ کہنے لگے، یہ کیا ہو رہا ہے، ان کو تو ہم نے یہاں اس لیے بلایا تھا کہ وہ یہاں آکر اپنے ذہن کی دھلائی (Brain washing) کریں، ہم ان کو اپنے جیسا بنا کر بھیجیں، انہوں نے اس سے پہلے مصر کے نوجوانوں کو، شام کے نوجوانوں کو اور پاکستان کے نوجوانوں کو ذہن صاف کرکے بھیجا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ نوجوان یونی ورسٹی میں نماز پڑھتے ہیں، عمامہ باندھتے ہیں، آپس میں گشت کرتے ہیں، یہ ساری چیزیں دیکھ کر یہ لوگ چونک گئے اور اس زریں سلسلہ کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے مختلف کانفرنسیں منعقد کیں "الصحوة الإسلامية" نامی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ یہ لوگ ابھی تک تیس کانفرنسیں کر چکے ہیں، صرف اس لیے کہ اسلامی تحریکیں جو چل رہی ہیں انہیں کیسے روکا جائے، ان کا رخ کیسے موڑا جائے۔ میرے بھائیو! مختلف ممالک میں اس طرح کی تیس کانفرنسیں ہو چکی ہیں اور ہمارے ان بھولے بھالے بچوں کو پتہ بھی نہیں ہے کہ ہمارے خلاف کیا سازشیں ہو رہی ہیں۔

مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر تبصرے مت کیجیے:

دوسری محنت اس وقت دنیا میں یہ چل رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو پوری طرح مجروح کیا جائے، کبھی جرمنی میں کوئی کارٹون چھپ رہا ہے، کبھی امریکہ میں فلم بنتی ہے، کبھی کسی جگہ مضمون چھپتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ یورپ کے نوجوان جو اسلام کی طرف راغب ہیں ان کو اسلام سے ہٹایا جائے اور ان کو یہ کہہ کر نادم و پشیمان کیا جائے کہ تم ایسے اسلام کی طرف جا رہے ہو، جس کے پیغمبر نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ مسلمانوں کو برانگیختہ کرکے ان سے شورش کروائی جائے اور دنیا والوں کو بتایا جائے کہ دیکھو! کیا ہم نے نہیں کہا تھا کہ مسلمان لڑاکو قوم ہے؛ لڑائی جھگڑا ان کا شیوہ ہے۔ اس لیے میرے بھائیو! ہم علما کا فرض ہے کہ جب بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی مضمون چھپے، کوئی فلم بنے تو ہم احتجاج کریں، لیکن ہمیں سڑکوں پر احتجاج نہیں کرنا ہے، ہمیں کام کرنا ہے، شہر شہر اور ملک کے مختلف حصوں میں سیرت کے روشن پہلوؤں کو عموماً لوگوں کے سامنے اور خصوصاً تہذیب یافتہ افراد کے سامنے رکھنا ہے اور انہیں بتانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔

(انہیں یہ کہنا ہے کہ مصطفی کی شخصیت پر تبصرے مت کیجیے بس یہی کہیے کہ محبوب خدا ہے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم)

میرے بھائیو! آج اس امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے، عبدالناصر کے زمانے میں جو تحریکیں چلیں ان کا بڑا مقصد یہی

تھا کہ اس امت کا رشتہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ دیا جائے، اس نے اتنی سخت مخالفت کی کہ اس کے زیر اثر جامعہ ازہر کے مجلہ ''**مجلة الأزهر**'' میں اس کے ایڈیٹر احمد حسن زیات نے ایک مضمون لکھا، جس کا عنوان تھا ''**إن ثورة عبد الناصر أعرف وأشمل من ثورة محمد صلى الله عليه وسلم**''۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے:

اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کی قبروں کو نور سے منور فرمائیں، اس لیے کہ انہوں نے ہندو پاک کے باشندوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایسا جام پلایا ہے کہ یہاں کا کوئی شرابی کبابی، جواباز، کوئی سینیما دیکھنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک لفظ نہیں سن سکتا، یہی جذبات پوری دنیا کے مسلمانوں میں ہونے چاہیے، حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خلا کو محسوس کیا تھا تو انہوں نے ۱۹۵۱ء میں عرب نوجوانوں کی انجمن میں ایک تقریر فرمائی، جس میں آپ نے فرمایا: **إن محمدًا صلى الله عليه وسلم هو روح العالم العربي الإسلامي** (محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی اسلامی دنیا کی روح ہیں)، اگر ہمارا رشتہ تھوڑا بھی کمزور ہوا تو ہماری حقیقت ختم ہوجائے گی، ''**نحن قوم أعزنا الله بالإسلام**'' (ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت دی) ہمیں لوگوں کو بتانا پڑے گا کہ اسلام کیا ہے؟ اب جو مسلمان تعلیم یافتہ ہیں ان کو بھی اسلام کے بارے میں صحیح معلومات نہیں ہیں، اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام کیا ہے؟

اسلام سراپا نورانی نظام:

میرے بھائیو! اسلام کے کچھ ایسے اصول ہیں جن سے دنیا میں یقینا امن قائم ہوسکتا ہے، اسلام کے کچھ ایسے قانون ہیں جن کی بنیاد پر انسان اپنے حقوق کی حفاظت کرسکتا ہے، یہ ہمارے مدارس کی خامی ہے کہ ہمارے طلبہ کو یہی پتہ نہیں ہے کہ اسلامی نظام کیا ہے؟ اور اگر معلوم ہے تو یہ معلوم نہیں کہ اس نظام کی حکمت کیا ہے؟ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دیا، سوال ہوتا ہے کہ کیا ضرورت تھی شراب کو حرام قرار دینے کی، قرآن نے خود کہا: ''**فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا**'' (۱)۔ معلوم ہوا کہ کوئی ضرورت تھی جس کی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا گیا، اس لیے کہ خمر کا مادہ ہی خ، م، ر، ہے، جس میں چھپانے کے معنی ہیں، خمار کو خمار اس لیے کہتے ہیں کہ وہ چہرہ چھپا دیتا ہے، خمیر کو خمیر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ابھرتا ہے اور سطح کو ڈھانپ لیتا ہے، اور خمر کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل کو چھپا دیتی ہے، جب وہ عقل کو چھپا دے گی تو اب وہ کسی کو گالی دے سکتا ہے، کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا کر سکتا ہے، وہ کسی کے ساتھ بالکل نازیبا حرکت کرسکتا ہے تو چھپی ہوئی عقل سے انسان کو اس طرح کے بہت سے نقصانات پہنچ سکتے ہیں، اس لیے اسلام نے اس کو حرام قرار دیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: (**يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**) (۲)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ (۳)

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۱۹ (۲) سورۃ المائدۃ: ۹۰ (۳) توضیح القرآن: ۱/ ۳۶۵

شانِ نزول:

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہونے والا تھا، انہوں نے ولیمہ کے لیے دو اونٹنیاں تیار کیں، چوں کہ اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی، اس لیے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شراب پیئے ہوئے تھے، ان کے سامنے ایک مغنیہ نے گاتے ہوئے اشعار میں کہا کہ تم بہت بہادر آدمی سمجھے جاتے ہو، لیکن میں تمہاری بہادری اس وقت تسلیم کروں گی، جب کہ تم اس اونٹنی کا کلیجہ نکال کر میرے سامنے پیش کرو، مغنیہ نے جیسے ہی یہ شعر پڑھا، حضرت حمزہؓ کھڑے ہو گئے، خنجر لیا اور کلیجہ نکال کر اس کے سامنے پیش کر دیا، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ اونٹنی مری ہوئی ہے، تعجب سے کہنے لگے کہ یہ کیا ہو گیا! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت پہنچی تو سرکار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اس وقت حضرت حمزہؓ بہت زیادہ شراب پیئے ہوئے تھے، اس نشہ کی حالت میں انہوں نے سرکار کو یہ جملہ کہا: تم نہیں ہو؛ مگر میرے باپ دادا کے غلام۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ ان کی عقل ابھی ٹھکانہ نہیں ہے؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً واپس ہو گئے (۱)، اس کے چند دنوں بعد یہ آیت نازل ہوئی **: إنما الخمر والميسر و الأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون** (۲)۔ معلوم ہوا کہ شراب ایسی چیز ہے کہ اس کے پینے والوں کو یہ بھی تمیز نہیں ہوتی کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ ہر بات

(۱) مسلم شریف: الرقم: ۵۲۴۲، باب تحریم الخمر (۲) سورۃ المائدۃ: ۹۰

کرنے والے سے اس کے مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر بات کرتا ہے، پس شریعتِ اسلامیہ نے ایسی چیزوں سے حفاظت کے لیے شراب کو حرام قرار دیا۔

اسی طرح آپ نے ہدایہ میں پڑھا ہوگا کہ آم کے درخت پر اگر چھوٹے چھوٹے پھل آئے ہوئے ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے (۱)، سوال ہوتا ہے کہ کیوں جائز نہیں ہے تو شریعت اسلامیہ کہتی ہے کہ ممکن ہے تیز و تند ہوا چلے اور سارے آم گر جائیں، بایں صورت ایک فریق کو نقصان اور دوسرے کو نفع ہوگا اور نتیجتاً یہ عقد مفضی الی المنازعہ ہوگا؛ لہٰذا جب تک پھل بڑے نہ ہوں اس وقت تک اس کی بیع جائز نہیں، یہ ہیں مقاصد شریعت جن کو سمجھنا بہت ضروری ہے، اس لیے بھائیو! میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ آپ اپنے نصاب کی کتب کو سب کچھ نہ سمجھیں، آپ ہرگز نہ سمجھیں کہ آپ نے دورۂ حدیث پڑھ لیا تو آپ بہت بڑے عالم بن گئے، نہیں میرے بھائیو! آپ نے دورۂ حدیث پڑھ لیا تو ابھی آپ میں تھوڑا سا شعور پیدا ہوا ہے، آپ متقدمین کی کتب کو بذاتِ خود حل کرنے کے لائق ہوئے ہیں، اس لیے بہت ضروری ہے کہ کتب خانہ میں جو کتابیں موجود ہیں اور آئے دن مارکیٹ میں جو نئی کتابیں آ رہی ہیں، ہم ان کا مطالعہ کریں، ورنہ ہم اسلام کو بحسن و خوبی نہیں سمجھ سکتے۔

اسلام کا نیا چہرہ:

میرے بھائیو! موجودہ دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے اسلام کو اس انداز میں پیش کریں کہ وہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ واقعی اسلامی نظام ہی بہتر ہے، لیکن اس کے لیے گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے، ہمیں دکھ یہ ہے کہ

(۱) ہدایہ آخرین: ۲۶

ہمارے طلبہ خارجی کتابیں نہیں پڑھتے، جن کتب کے مطالعہ کی اس وقت ضرورت ہے وہ ان کا مطالعہ نہیں کرتے، وہ کرکٹ کے بارے میں خوب باتیں کرتے ہیں، اس کے پیچھے اپنا قیمتی وقت خرچ کرتے ہیں، بھائیو! ہمیں کیا مطلب کرکٹ سے؟ ہمیں تو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ دنیا میں کس طرح اسلام کو مٹانے کی کوششیں کی جارہی ہیں اور ہمیں ان کے مقابلہ میں اشاعت اسلام کے لیے کس طرح تیار ہونا ہے، ترکی کے نوجوان امریکہ گئے اور یہ سیکھ کرآئے کہ اسلام کو کس طریقہ سے پیش کیا جائے، وہ لوگ خوب صورت مسجدیں بنارہے ہیں، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ ایسا اسلام پیش کیا جائے جس میں کہیں لڑنے جھگڑنے کی یعنی جہاد کی بات نہ ہو، یہ ایک تحریک ہے جو اسلام کو کمزور کرنے کے لیے چلائی جارہی ہے، یہ سازش ہے اسلام کے خلاف، ہمارے مدارس کے خلاف، دینی تحریکوں کے خلاف، اس سے بہت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، ہر نئی سازش کسی نہ کسی تحریک کے پردہ میں آتی ہے، اس لیے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ اسلام کے اصول کیا ہیں؛ اور کس اسلوب سے ہمیں کام کرنا ہے۔

''زامبیا'' میں اس طرح کے کچھ لوگ عشا کے بعد مجھے ملنے آئے، میرے بھانجے کو تو ان کے بارے میں کچھ پتہ بھی نہیں تھا؛ انہوں نے مجھ سے اتنا کہا کہ ہمارے کچھ دوست آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، میں نے کہا لے آؤ، وہ آئے اور بڑی بڑی باتیں کرنے لگے، کہہ رہے تھے کہ ہم اس طرح اور اس طرح کام کرتے ہیں، پھر انہوں نے مجھے دعوت دی کہ آپ کچھ وقت نکالیں، ہم آپ کو استنبول لے جائیں گے اور بتائیں گے کہ وہاں کس طرح کام ہو رہا ہے، میں نے کہا ضرور آؤں گا؛ لیکن میں سمجھ گیا کہ وہ کون لوگ تھے۔

یتیموں کا والی غریبوں کا مولیٰ:

میرے بھائیو! ہمیں بیدار رہنے کی ضرورت ہے، آپ لوگ چھٹی میں گھر جائیں تو ہر دیہات میں سیرت پر تقریر کریں، سیرت کے روشن پہلو لوگوں کے سامنے اجاگر کریں، لوگوں کو بتائیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، یتیموں کے ساتھ کیا سلوک کیا، ان کی کس طرح پرورش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ہمدردی کے کیا کیا کام کیے، یتیموں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کے بارے میں کیا ارشادات فرمائے، حدیث شریف میں ہے: **عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنا وكافل اليتيم في الجنة هٰكذا وأشار بالسبابة والوسطٰى، وفرّج بينهما شيئا۔**(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے (سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبابہ اور وسطیٰ کے ذریعہ اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان کچھ خلا رکھا) ہم لوگ پنج گانہ نماز کی پابندی کرکے، رمضان المبارک کے روزے رکھ کے، پانچ دس قرآن ختم کرکے اپنے آپ کو بڑا دین دار سمجھتے ہیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی۔ حدیث شریف میں ہے: **عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه أنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ليس المؤمن الذي يشبع وجاره جائع إلى جنبه۔**(۲) (جو شخص شکم سیر ہو کر سو جائے اور اس کا پڑوسی

(۱) رواه البخاري: الرقم: ۵۳۰۴ (۲) رواه البيهقي في السنن الكبرى: ۱۰/۳، الرقم: ۲۰۱۶۰

بھوکا رہے، اس کا ایمان کامل نہیں)"هذا هو الإسلام" یہ ہے اسلام، یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور یہ بھی یاد رکھیں کہ چالیس گھر تک پڑوس ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم خبر رکھیں کہ کہیں ہمارا پڑوسی بھوکا تو نہیں سویا، کوئی ایسا آدمی تو نہیں ہے جس کی نوجوان بیٹی ہے اور قلت اسباب کی وجہ سے شادی کا انتظام نہیں ہو رہا ہے، ہم کیوں نفل عمرہ پر عمرہ کرتے ہیں اور ان پیسوں کو ان لڑکیوں کی شادی پر خرچ کیوں نہیں کرتے، ہم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ کسی بیمار کے پاس علاج کے پیسے نہیں ہیں تو ہم اس کا علاج کرادیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شفقت:

میرے بھائیو! سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت ہم دنیا کی قوموں کے سامنے کیوں نہیں لارہے ہیں، ہم لوگوں کو کیوں نہیں بتارہے ہیں کہ ہم جس نبی کے امتی ہیں وہ شفقت ورحمت کا مجسمہ تھا اور اس کا دل شفقت سے بھرا ہوا تھا اور اس کا لایا ہوا دین شفقت ورحمت سے بھرا ہوا ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جانور کی تکلیف کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے، اسی وجہ سے فرمایا کہ تم گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر بات نہ کرو، بات کرنا ہے تو نیچے اتر کر بات کرو؛ اس لیے کہ گھوڑے کی پشت پر بات کرنے سے گھوڑے کو بلاوجہ تکلیف ہوگی(۱)۔ اسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسلام دشمن قومیں کہہ رہی ہیں کہ وہ دہشت پسند تھے، انہوں نے دنیا میں لڑائی جھگڑا پھیلایا۔

(۱) ابوداود: الرقم: ۲۵۶۹، باب فی الوقوف علی الدابۃ

میرے بھائیو! دشمنانِ اسلام کو بتادو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟ انہوں نے انسانیت کو کیا دیا؟ انہوں نے کیسے افراد پیدا کئے؟ انہیں بتادو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت سے صحابۂ کرامؓ میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو خلافت کی کرسی پر بیٹھ کر چین کی نیند سو بھی نہیں سکے، صدیق اکبرؓ رات میں ایک بڑھیا کا پانی بھر دیتے تھے، حضرت عمرؓ بن خطاب ایک راستہ سے گزر رہے تھے، ایک یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، آپ کھڑے ہوگئے، پوچھا: کیوں مانگ رہے ہو؟ اس نے کہا: اب مجھ سے کام نہیں ہوتا ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیا آپ کے لڑکے نہیں ہیں؟ اس نے کہا: ہیں لیکن میری طرف توجہ نہیں دیتے، آپؓ نے فوراً اپنے ساتھیوں کو بلا کر کہا کہ بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کردو اور فرمایا: اس نے اپنی جوانی میں ہمیں ٹیکس ادا کیا ہے اور بوڑھاپے میں وہ ٹھوکریں کھائے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔(۱)

یہ وہ شفقتیں ہیں جو سرکار علیہ السلام نے انہیں دی تھیں، واقعی سرکار علیہ السلام نے وہ افراد تیار کئے جو انسانیت پر رحم کرنے والے تھے۔ وہ خلافت کی کرسی پر بیٹھ کر چین سے سو نہیں سکتے تھے، اس لیے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں انسانیت کا درد پیدا کر دیا تھا؛ چناں چہ انہوں نے انسانیت کو راحت پہنچائی، ابھی جو امریکہ اور روس میں حکومت کی کرسی پر بیٹھے ہیں، وہ جھوٹے ہیں، خواہ دو چار لاکھ آدمی تڑپ کر مر جائیں ان کو کوئی فکر نہیں اور سرکار علیہ السلام کی شفقتوں کا یہ حال تھا کہ جب لشکر روانہ فرماتے تو تعلیم فرماتے کہ بوڑھے کو مت مارنا، کسی عورت پر ہاتھ

(۱) کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۶۵، الرقم: ۱۵۲، کنز العمال: ۴/ ۴۹۸، الرقم: ۱۱۴۷۷، کتاب الاموال للقاسم بن سلام: ۱۱۵

مت اٹھانا، ان کے عبادت خانوں پر حملہ مت کرنا، کسی بچہ کو مت مارنا، کسی درخت کو مت کاٹنا(۱)، یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تھیں ؎

ضعیفوں کو عطا کی اک نظر میں وہ توانائی
کہ مورِ ناتواں کو بھی سلیماں کر دیا اس نے

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کامیابی کی ضامن:

میرے بھائیو! آج ضرورت ہے کہ ہم دنیا والوں کو دکھائیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کیا تھے؟ لیکن اس کے لیے سیرت کی کتابوں کا ٹھوس مطالعہ ضروری ہے، اس وقت اس کی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے اور صرف اسی پر بس نہ ہو؛ بل کہ پڑھنے کے بعد سیرت کے ہر پہلو پر غور کرنا چاہیے، اس لیے کہ میرے اور آپ کے لیے بل کہ پوری انسانیت کے لیے کامیابی وکامرانی کے لیے صرف ایک نمونہ ہے **(لقد کان لکم في رسول اللہ أسوة حسنة لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر۔۔۔ الخ)**(۲)، اگر ہم سیرت کی کتابیں نہیں پڑھیں گے تو ہمارا بھی وہی حال ہوگا جو ہمارے بعض ساتھیوں کا ہے، کہ دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد بھی ان کو سیرت کی کچھ کتابوں کے نام بھی معلوم نہیں ہوتے، اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آپ کو سیرت کی کتابوں کے کتنے نام معلوم ہیں تو وہ آپ کو صرف دو تین کتابوں کے نام بتا سکیں گے۔

میرے بھائیو! جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا اس کی سیرت سے خود ہمیں واقفیت نہیں ہے، تو ہم دنیا والوں کو کیا بتائیں گے اور دنیا

(۱) موطا امام مالک، الرقم: ۹۶۵، سنن ابوداود: الرقم: ۲۶۱۶ (۲) سورۃ الاحزاب: ۲۱

والوں کے سامنے سرکار علیہ السلام کی ذات گرامی کو کس طرح پیش کریں گے، اس لیے سیرت کی کتابیں پڑھو! ہر ہر صفحہ پڑھو! بار بار پڑھو! روزانہ پڑھو! اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بل کہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، لہٰذا کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کو جاننا بہت ضروری ہے، اگر ہم نے کتاب اللہ کو جانا اور رجال اللہ سے واقفیت حاصل نہیں کی تو ہمارا اسلام ناقص رہے گا۔

الإنسانُ عبدُ الإحسان:

میرے بھائیو! ہمیں ایسے کام کرنے چاہیے کہ دنیا والے کہنے لگیں کہ یہ تو بہت اچھے لوگ ہیں، یہ محلہ کے غریبوں کی خدمت کرتے ہیں' قرآن کریم نے ابدی اصول ہمارے سامنے رکھ دئے ہیں، مثلاً قرآن نے بتایا **(فأما الزبد فیذهب جفاء، وأما ما ینفع الناس فیمکث في الأرض)**(۱) - جو جھاگ ہوتا ہے وہ بہہ جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لیے نافع ہوتی ہے وہ زمین میں رہ جاتی ہے۔ اگر آپ بھی جھاگ کی طرح بنیں گے تو بہہ جائیں گے اور جو چیز بھی دنیا میں نفع بخش ہوتی ہے اس کو بقا حاصل ہوتا ہے، اس زمین میں اپنے آپ کو نفع بخش بنا کر دکھلاؤ تا کہ آپ کو بقا حاصل ہو، اپنی بستی میں ہر شخص کے ساتھ خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ایسا برتاؤ کرو کہ وہ آپ کو بہت اچھا کہنے لگے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ نے خود مجھ سے فرمایا کہ میں ایک ہندو کے یہاں سے سودا لایا کرتا تھا، اس کا انتقال ہو گیا، اس کی تین چار

(۱) سورۃ الرعد: ۱۷

بیٹیاں تھیں، جن کی شادی باقی تھی، ہندوؤں کے یہاں شادی کا مسئلہ بہت بڑا ہوتا ہے، حضرت والا کو اس کے انتقال کا پتہ چلا تو حضرت خود تشریف لے گئے، وہ لڑکیاں روتے ہوئے کہنے لگیں، بابا! ہمارے پاپا نہیں رہے اب ہمارا کیا ہوگا، مولانا نے فرمایا: فکر نہ کرو، میں تمہارا پاپا ہوں، اس کے بعد حضرت والا نے خود اپنے خرچ سے تمام لڑکیوں کی شادی کرائی، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ ہندو خاندان کبھی قاری سید صدیق احمد صاحبؒ کو بھلا سکتا ہے، اس لیے میرے بھائیو! اپنے آپ کو نفع بخش بناؤ، حقیقت یہ ہے کہ ''**الإنسان عبد الإحسان**''۔

شخصیت سازی کا ایک اہم گُر:

میرے بھائیو! آج خارجی مطالعہ کی بہت ضرورت ہے اور اسی طرح درسیات کے مطالعہ کی بھی ضرورت ہے، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص پابندی کے ساتھ مطالعہ، استماع اور مذاکرہ کو لازم پکڑے تو میں اس کے جید الاستعداد ہونے کی ضمانت لیتا ہوں اور شیخ عبد الرحمن رأفت باشا نے بھی ''**فن الدراسة**'' میں اس کو لکھا ہے۔

بیت طیب میں ذریت طیبہ:

میرے بھائیو! شخصیت کی تعمیر میں والدین کا بڑا اہم کردار ہے، حضرت مولانا علی میاںؒ کے والد محترم حضرت مولانا عبد الحیؒ بڑے پائے کے بزرگوں میں تھے، اسی طرح آپ کی والدہ تقویٰ وطہارت اور زہد وورع کی پیکر تھیں، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ آج میں جو دین کی ٹوٹی پھوٹی خدمت کر رہا

ہوں وہ میری والدہ محترمہ کا احسان ہے؛ اس لیے کہ جب ہم چھوٹے تھے تو والدہ سونے سے پہلے ہمیں علامہ واقدی کی ''فتوح الشام'' پڑھ کر سنایا کرتی تھیں، اسی وقت سے الحمدللہ! قربانی کا جذبہ میرے اندر پیدا ہوا۔ میرے بھائیو! جب حضرت علی میاں صاحبؒ نے یونی ورسٹی میں داخلہ لیا تو والدہ نے ایک خط میں لکھا کہ علی! میرا جی چاہتا ہے کہ تم اس پہلو کو حاصل کرو اور اس پہلو کو حاصل نہ کرو، جب مولانا نے اس پر عمل کیا تو اللہ نے آپ سے ایسا کام لیا کہ کتنے عرب نوجوانوں کے ذہنوں کو آپ کی کتابوں نے بدل دیا۔

جہاں جاتے ہیں تیرا افسانہ چھیڑ دیتے ہیں:

میں ایک مرتبہ اسپین گیا ہوا تھا، وہاں ایک لاری پر ایک کتاب بک رہی تھی جس کا نام تھا ''**كيف دخل الإسلام في هسبانية**''، میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اس میں ایک جگہ لکھا ہوا تھا، کہ یہاں جو اسلامی نشاۃِ ثانیہ نظر آرہی ہے اس میں ہندوستانی عالم حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کی محنتوں کو بڑا دخل ہے، کہ وہ فلاں سنہ میں یہاں آئے تھے، انہوں نے طلبہ کو خطاب کیا تھا اور کام کا نہج بتا کر ان کی ذہن سازی کی تھی، یہ ہیں ہمارے اکابر کے کارنامے اور ہندوستان کے لوگوں کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے، اکابر کا یہی حال ہوتا ہے کہ ؎

جہاں جاتے ہیں تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں

گدڑی میں لعل پنہاں ہے:

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ جب شام تشریف لے گئے تو اہلِ شام یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت مولانا ٹھاٹھ باٹ میں ہوں گے، سر پر عمامہ ہوگا، جبہ قبہ ہوگا، لیکن جب انہوں نے حضرت مولانا کو معمولی لباس پر شیروانی زیب تن کئے ہوئے دیکھا تو بول پڑے "**وجدنا أبا الحسن خفیف الجسم و خفیف اللباس**"جس وقت حضرت مولانا نے پہلا خطبہ دیا تو پورا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ ظاہر میں تو یہ شخص خفیف اللباس ہے؛ لیکن حقیقت اس کی کچھ اور ہی ہے۔ شیخ سعدی شیرازیؒ نے صحیح کہا ؎

چہ دانند مردم کہ در جامہ کیست نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

اللہ تعالیٰ جس سے کام لیتے ہیں اس کا یہی حال ہوتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے: **نحیف في جسمه قوي في عزمه**- جسم میں لاغر تھے اور عزم وارادہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط تھے، جب مرتدین کے خلاف قدم اٹھایا تو کسی صحابی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اس لیے کہ حالات سازگار نہیں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے اس طرزِ عمل سے متفق نہیں تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ طیش میں آگئے اور فرمایا: **أ جبار في الجاهلیة وخوار في الإسلام**(۱) (جاہلیت میں بڑے زور آور اور اسلام میں آکر کمزور پڑ گئے)، یہ تھا عزمِ صدیق۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ پوری امت میں سب سے افضل ہیں۔ سرکار علیہ السلام کا وصال ہوا اور یہ واقعی تمام صحابۂ کرامؓ کے

(۱) جامع الاصول من احادیث الرسول:۸/ ۶۰۵،الرقم:۶۴۲۶

لیے قیامتِ صغریٰ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طیش میں آگئے اور کہا کہ جس کسی کو میں نے یہ کہتے سن لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو اس کا سر قلم کردوں گا۔ ایسے سنگین موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں تشریف لے گئے، چادر مبارک ہٹائی، پیشانی مبارک کا بوسہ لیا اور کہا: **فإنک میت وإنهم میتون**" پھر لوگوں کی حالت دیکھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: "**وما محمد إلا رسول، قد خلت من قبله الرسل، أفإن مات أو قتل انقلبتم علی أعقابکم، ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا، یأیها الناس! من کان یعبد محمدًا فإن محمدا قد مات، ومن کان یعبد الله فإن الله حي لا یموت**"(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی ہمت نہیں تھی کہ ایسے موقع پر یہ کلمات کہہ سکے، صحابۂ کرامؓ نے فرمایا کہ ہم یہ آیت پہلے بھی پڑھتے تھے؛ لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا تو ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی ہمارے لیے نازل ہوئی ہے۔

میرے عزیز دوستو! اللہ کے فضل سے تم مدرسہ میں آئے ہو تو سارے مشاغل سے منقطع ہو کر صرف لکھنے پڑھنے میں مشغول ہوجاؤ اور اسلام کے ایک مضبوط سپاہی بن کر یہاں سے نکلو اور آج اس مجلس سے ہر ایک یہ عزم لے کر اٹھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک ادنی سپاہی ہوں اور مرتے دم تک اسلام کی خدمت کروں گا۔

(۱) بخاری: الرقم:۱۲۴۲، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت إذا أدرج في کفنه، والرقم:۳۶۶۸، باب مناقب أبي بکر رضی الله عنه

(۵)

انسانیت کی مسیحائی کرنے والے اداروں کی ضرورت ہے

حضرت والا کا یہ بیان
۲رجنوری ۲۰۱۱ء کو موٹاوراچھا ہائی اسکول کے جشن ۲۵ سالہ کے موقع پر ہوا تھا، سامعین میں ٹیچر حضرات، اسٹوڈنٹس اورمہمانانِ مکرم تھے۔

الحمد لله رب العلمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، سيدنا ومولانا محمد، وعلى اٰله وأصحابه و أتباعه إلى يوم الدين۔ أمابعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم، قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔(۱) صدق الله العظيم۔

وراچھا اسکول کے صدر صاحب اور یہاں کے معزز اراکین، باہر سے تشریف لائے ہوئے مہمانانِ عظام، پروفیسر صاحبان، حاضرین مجلس اور معزز بہنیں!

وراچھا کے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ اس اسکول کا آج ہم پچیسواں جلسہ کرنے جارہے ہیں، کسی بھی تعلیمی ادارے کا پچیس سال کا پورا کرنا اوراس کے بعد جواس کا جلسہ ہوتا ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمی یہ دیکھے کہ ہم نے پچیس سال میں کیا پایا اور کیا کھویا۔ یہ جشن اس لیے منایا جاتا ہے کہ آدمی سروے کرتا ہے، آدمی اپنے پچھلے سالوں کو کھنگالتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ہم نے کیا کام کیا اور ہماری کیا کمزوری رہ گئی ہے، اور آیندہ اب ہمیں کیا کرنا ہے، اسی لیے یہ جلسے کیے جاتے ہیں اوراس جلسے میں اکثر تعلیم یافتہ حضرات جن کا تعلق تعلیم کے ساتھ ہو، اسکول اور کالج یونی ورسٹی کے ساتھ ہو ان کو مدعو کیا جاتا ہے، یہاں کے احباب کمیٹی نے اسکول کے اس جلسے میں مجھے بھی دعوت دی، مجھے خوشی ہوتی ہے جب بھی کبھی مسلمانوں کی تعلیمی کارکردگی سامنے آتی ہے تو ہم اس کو بہت غور سے دیکھتے ہیں، پڑھتے بھی ہیں اور ایسے جلسوں میں، میں جان بوجھ کر حاضر ہوتا ہوں۔ ابھی آپ کو معلوم ہے کہ دو ہفتے پہلے بھی ہم نے

(۱)الزمر: آیت ۹

یہاں ایک پروگرام کیا تھا اور اس وقت بھی میری حاضری ہوئی، میں اس اسکول کی بنیاد کے وقت بھی حاضر ہوا تھا، اس شیریں ہال کا جس دن افتتاح کیا گیا تھا اس دن بھی میری حاضری ہوئی تھی اور آج اتفاق سے اس پچیسویں جشن میں بھی حاضر ہوں، یہ میرے لیے بھی خوشی کی بات ہے، میں یہاں کے کمیٹی والوں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس اچھے موقع پر ہم لوگوں کو یاد کیا، چوں کہ میری صحت خراب تھی اس لیے میں نے سوچا تھا کہ میں اس سے معذرت کروں لیکن ہمارے جاوید صاحب اور دوسرے حضرات نے کہا کہ نہیں تھوڑی دیر کے لیے بھی آجائیں تو یہاں میں پہنچا ہوں۔

تعلیم کا مقصد:

میرے دوستو! تعلیم کیوں دی جاتی ہے، انسانوں کی تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ کچھ لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ تعلیم صرف اس لیے دی جاتی ہے کہ ہم اپنا اچھا مستقبل بنائیں، ہم اچھا کمائیں، اچھے کپڑے پہنیں، اچھا بنگلہ بنائیں، اچھا بینک بیلنس ہو، جو لوگ تعلیم کو صرف اس غرض سے حاصل کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ذہن بہت ہی نیچے طبقہ کا ہے، تعلیم کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی کے اندر تہذیب پیدا ہو، آدمی مہذب بنے، آدمی کے اندر انسانی اخلاق پیدا ہوں، آدمی کے اندر انسانی ہمدردی کے جذبات پیدا ہوں اور وہ اس دنیا میں بسنے والے ہر ایک انسان کے کام میں آنے والا انسان بنے، صحیح تعلیم وہی ہے، صحیح تعلیم وہ ہے جس سے اس کو اللہ کی اور اس کی مخلوق کے حق کی معلومات ہو۔

خدا کے کیا حقوق ہیں جس نے ہم کو پیدا کیا، اور خدا کی مخلوق کے ہم پر کیا حق ہیں؟ یہ دونوں چیزیں جاننا تعلیم کا اصل مقصد ہے، یہ ہمارا نقطۂ نظر ہے؛ کیوں کہ کھانا پینا، اچھے کپڑے پہننا، اچھے سایے میں رہنا، یہ تو حیوان بھی کرتے ہیں، آپ اگر کسی بھینس یا بیل کو گرمی کے زمانہ میں چھوڑ دیں گے تو وہ سایہ تلاش کر کے کسی سایہ دار درخت کے نیچے ہی کھڑا رہے گا، یہ اس کی فطرت ہے، اگر سبز گھاس ہے اور سوکھی گھاس ہے تو جانور سبز گھاس ہی کی طرف جاتا ہے، تو اچھی چیز کھانے اور اچھے سایہ میں رہنے کا تو جانور کو بھی پتہ ہے۔

انسان کا امتیاز:

اصل انسان تو وہ ہے جس کے دل میں انسانوں کی ہمدردی ہو۔ عربی زبان کے ایک شاعر نے انسان کے بارے میں کہا ہے ”وَمَا سُمِّيَ الْإِنْسَانُ إِلاَّ لِأُنْسِهِ“ پورا شعر اس طرح ہے:

وَمَا سُمِّيَ الْإِنْسَانُ إِلاَّ لِأُنْسِهِ ★ وَلَا الْقَلْبُ إِلَّا أَنَّهُ يَتَقَلَّبُ

انسان کو انسان اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے اندر انس ہوتا ہے، اس کے اندر محبت ہوتی ہے، اس کے اندر پریم کے جذبات ہوتے ہیں۔ اگر انسانوں میں محبت کے جذبات نہیں ہیں، انسانوں میں نفرتیں ہیں، انسانوں میں آپس میں ٹکراؤ ہے تو وہ انسانیت کی حد سے نیچے گرا ہوا ہے، وہ حیوانیت کی صف میں آ کر کھڑا ہے، اس لیے تعلیم میں سب سے بڑی چیز ہم لوگوں کو یہ دیکھنی ہے کہ جو علوم انسان کے کام میں آتے ہیں، جتنی چیزیں انسانی زندگی کے لیے مفید ہیں ان کو ہم حاصل کریں۔

علم میں پختگی اور زندگی میں سادگی:

اس کے ساتھ ساتھ ہمارے اخلاق بھی بلند ہوں۔ ابھی ہمارے محترم محمود بھائی جو کہہ رہے تھے، جب ہم یہاں پہلے آئے تھے تو ہم نے ان کو لکھ کر دیا تھا کہ ہر ایک درس گاہ میں یہ تین چیزیں ہونا ضروری ہیں، کہ جو علم سیکھیں وہ اچھا پکا علم ہو، کچا علم نہ ہو، علم میں گہرائی ہو، دوسری بات یہ ہے کہ سادہ زندگی اختیار کریں، اس وقت سب سے بڑی مصیبت یہ ہوگئی ہے کہ پڑھنے والے بچوں میں بھی فیشن عام ہوگیا ہے، وہ زیادہ تر چاہتے ہیں کہ اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں، اپنے بالوں کو ٹھیک کریں، اچھا چشمہ پہن کر باہر جائیں اور ایسے کاموں میں وہ وقت ضائع کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کا بہت سارا پڑھنا ختم ہو جاتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی طبیعت میں سادگی ہو، جتنے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جنہوں نے انسانیت کی خدمت کی، آپ اگر ان کو دیکھیں گے تو وہ نہایت سادہ تھے، ہمارے ملک میں مہاتما گاندھی کو آپ دیکھیں، وہ بالکل سادہ تھے، ایک چادر اوڑھتے تھے اور ایک چادر پہنتے تھے، اور پیر میں چپل تھی، لیکن دنیا نے ان کا اعتراف کیا۔

امریکہ کے شہر نیویارک کے ایک اسکول میں لے گئے تو میں نے دیکھا کہ وہاں گاندھی جی کے بارے میں معلومات رکھی ہوئی ہیں، حالاں کہ وہ پرائمری اسکول تھی تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ دیکھو امریکہ کے لوگ بھی اس شخص کے بارے میں اپنے بچوں کو بتا رہے ہیں کہ ہندوستان میں ایک ایسا آدمی پیدا ہوا تھا جو کھانے پینے میں سادگی اختیار کرتا تھا، بکری کا دودھ پیتا تھا، جنہوں نے مزیدار کھانے نہیں کھائے؛

لیکن اس ملک کو آزاد کیا، اس ملک کے لوگوں کو زندگی کی ایک جہت بتائی، ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے۔

اخلاق کا بگاڑ:

ہم اپنی اسکولوں میں، اپنے کالجوں میں ایسے لوگوں کو پیدا کریں جو اعلیٰ قسم کے اخلاق کے حامل ہوں، مجھے بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑا، میں روزانہ اخبار پڑھتا ہوں، آج بھی میں نے گجرات سماچار اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ کسی تعلیمی درس گاہ میں کسی ٹیچر کے بارے میں آیا کہ اس نے بڑے غلط کام کئے، ابھی چند مہینہ پہلے ہمارے اسی سورت ضلع کے ایک اسکول کے (کسی) ٹیچر کا بھی ایسا ہی معاملہ ہوا، جب میں یہ پڑھتا ہوں کہ جن اساتذہ کے ذمہ اپنے بچوں کی تربیت کرنا ہے، ان کو اعلیٰ کیریکٹر سکھانے ہیں، وہ اتنے نیچے درجہ میں جا رہے ہیں کہ وہ اپنے طلبہ کے ساتھ ایسا کام کر رہے ہیں، یہ بہت بڑی گراوٹ ہے جو اس ملک کے لیے نقصان دہ ہے، ہم اس ملک کے باشندے ہیں، میں اور آپ اس ملک میں رہتے ہیں، ہمیں اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے، اس بداخلاقی کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے۔

میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ عربی کے ایک شاعر نے بہت قیمتی بات کہی ہے، مصر کا ایک شاعر کہتا ہے "**إنما الأمم بالأخلاق, فإذا ذهبت أخلاقهم ذهبوا**" دنیا میں قومیں اخلاق سے بنا کرتی ہیں، ہائی کیریکٹر سے بنتی ہیں، اخلاق جب ختم ہوتے ہیں کسی قوم میں تو وہ قوم نیچے گر جائے گی، کبھی نہیں بچے گی۔

"**إنما الأمم بالأخلاق, فإذا ذهبت أخلاقهم ذهبوا**"

حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں:

یاد رکھئے! ہمیں صرف تعلیم نہیں دینا ہے، ہمیں صرف اِتہاس نہیں پڑھانا ہے، ہمیں ایسے لوگ نہیں پیدا کرنے ہیں جو اپنی تعلیم کے ذریعہ اپنا پیٹ پالیں اور اپنا کام نکالیں اور دنیا کے انسانوں کو تکلیف پہنچائیں، بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ اعلیٰ یونی ورسٹی سے فارغ ہوتے ہیں اور پھر وہ غریبوں سے پیسے وصول کرتے ہیں، صرف اس لیے کہ ان کا خزانہ دولت سے بھر جائے، یہ صحیح راہ نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ بعض مرتبہ بڑی کام کی بات کہتے تھے، وہ تو حکیم مشرق تھے، ان کو ''فیلسوف الاسلام'' کہا جاتا ہے، انہوں نے کہا ؎

رگوں میں گردشِ خوں ہو اگر تو کیا حاصل
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

انسان کی رگ کے اندر اگر خون چلتا ہے تو کیا فائدہ ہے، یہ تو جانور کے اندر بھی ہے، حیات اصلی تو تب ہے جب آپ کے اندر سوز جگر ہو۔

آپ کے دل میں درد ہو، اگر ایک آدمی تعلیم دے رہا ہے تو اسے اتنی فکر ہونی چاہیے کہ پچاس بچے یا تیس بچے میری کلاس میں ہیں یہ بات کو کیوں نہیں سمجھتے ہیں، میرے والد بھی ٹیچر تھے، وہ مجھے کہتے تھے کہ میرے استاذ تھے ''چھگن لال ماسٹر''، وہ ہم کو بورڈ پر حساب سکھاتے تھے، ایک مرتبہ سکھایا، اگر کسی بچے کو سمجھ میں نہیں آیا تو دوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ، کہا کہ چوتھی مرتبہ چھگن لال ماسٹر رونے لگتے تھے، اس لیے روتے تھے کہ میں اس بچے کو سمجھا نہیں سکتا، یہ ہے سوز جگر، جب تک ہمارے ٹیچروں میں، ہمارے اساتذہ میں یہ سوز جگر نہ ہو کہ یہ بچے خدا کی امانت ہیں، جو بچے اسکول میں ہمارے پاس آتے ہیں ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے یہ ہماری امانت ہیں، اس امانت کو ہم کس طرح پڑھائیں، ان کے اندر اعلیٰ تعلیم کیسے پیدا کریں، ان کے اندر کیریکٹر کیسے پیدا کریں، وہ اسکول سے باہر نکل کر کس طرح جاتے ہیں، وہ کسی بڑے کے ساتھ کیسا معاملہ کر رہے ہیں، اسکول کے ٹیچر اور مدرسے کے اساتذہ کو یہ دیکھنا ضروری ہے کہ میرے شاگرد اخلاق کے کس معیار پر جا رہے ہیں، وہ شہرت حاصل کرنے کے لیے، غلط قسم کی نمائش کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے پہن کر گھومیں گے اور ان کے اخلاق اگر پست ہوں گے تو سماج میں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ان اداروں میں اس کا خیال رکھا جائے اور ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی، ابھی محمود بھائی جو رپورٹ سنا رہے تھے، میں یہ سننا ہی چاہتا تھا کہ آپ کے یہاں کتنے آدمی پیدا ہوئے، انہوں نے اچھی تعداد بتائی اور یہ کہہ رہے ہیں کہ آیندہ ان شاء اللہ انجینئر بھی پیدا ہوں گے، ڈاکٹر بھی پیدا ہوں گے، ہم چاہتے ہیں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں جو اپنی اپنی زندگی کو درست کرتے ہوئے انسانیت کی خدمت کریں اور سب سے اعلیٰ قسم کا آدمی وہ ہے جو انسانیت کی خدمت کرے۔

مسلم مجاہدینِ آزادی کے سلسلہ میں برادرانِ وطن کی کھلی تنگ نظری:

حکیم اجمل خان صاحب کا نام آپ حضرات نے سنا ہوگا، مہاتما گاندھی جب بھی دہلی جاتے تھے تو حکیم اجمل خان کے گھر میں اترتے تھے، یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے، حکیم اجمل خان کا گھر ان کا مہمان خانہ تھا، اس زمانہ میں کانگریس کے جتنے بڑے بڑے لیڈر تھے وہ اجمل خان کے گھر پر ٹھہرتے تھے، افسوس ہے کہ آج ہماری کتابوں کے اندر اجمل خان کا نام بھی نہیں آتا، محمد علی جوہر کا نام بھی نہیں آتا، جنہوں نے جیلیں کاٹی ہیں اس ملک کے لیے، یہ تنگ نظری اس ملک سے دور ہونی

چاہیے، جن کا جو حق ہے، جنہوں نے جو قربانیاں دی ہیں اس کو سامنے لانا چاہیے، اس دن بھی میں نے یہ بات کہی تھی کہ سبھاس چندر بوس کی آزاد ہند پارٹی میں جنرل شاہ نواز تھے اور دوسرے بھی ایک مسلمان تھے، جنہوں نے ان کے ساتھ سفر کیا اور آزاد ہند فوج میں کام کیا، شاہ نواز تو آزادی کے بعد بھی دلی میں رہے، ہماری کتابوں کے اندر جہاں آزادی لڑنے والوں کا ذکر ہوتا ہے ان کا کوئی نام نہیں ہے، ہمیں اس کی شکایت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں ذرا ذہن وسیع ہوں، ملک کے لوگ کھل کر اس بات کا اعتراف کریں کہ اس ملک میں کس کس آدمی نے زندگی میں کام کیا ہے اور ہمارے ملک کو آگے بڑھانے کی محنت کی ہے۔

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ:

میرے دوستو! ہم لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک سیکولر اسٹیٹ ہے، ہم لوگ ایسا کہتے ہیں لیکن بہت سی چیزیں مَیں یہاں دیکھ رہا ہوں کہ بالکل سیکولرزم کے خلاف ہیں۔ میں بار بار انگلینڈ جاتا ہوں، میں اس وقت ٹورنٹو میں رہتا ہوں، میں نے پورے انگلینڈ کے اندر لندن سیٹی میں یا جس سیٹی میں گیا، کسی بس کے اندر عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر نہیں دیکھی، وہ لوگ عیسائیت کو ماننے والے ہیں، وہ کرسچن لوگ ہیں؛ لیکن ان کی بسوں میں کبھی آپ نہیں دیکھیں گے کہ کوئی عیسیٰؑ کی تصویر لگی ہو، اس لیے کہ وہ لوگ اس بات کو نہیں پسند کرتے کہ جس ملک میں کئی قسم کی قومیں رہتی ہیں، اس میں کسی ایک کے بارے میں تشہیر کی جائے، ٹورنٹو میں بھی کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے ذہن کی وسعت کا یہ حال ہے کہ جب میں لائبریری میں جاتا ہوں وہاں ٹورنٹو میں تو ہر قسم کے لٹریچر وہاں رکھے ہوئے ہوتے ہیں، پرشین میں ہے، اردو میں ہے،

ہندی میں ہے، انگریزی میں ہے، عربی میں ہے اور جس علاقے میں جو لوگ زیادہ بستے ہیں اس لائبریری کے اندر وہ لوگ اسی کی کتابیں زیادہ رکھتے ہیں، میں ایک لائبریری میں گیا، مارکھم (Markham) میں تو دیکھا وہاں عربی کی کتابیں زیادہ رکھی تھیں، میں نے پوچھا یہ عربی کی کتابیں لائبریری میں کیوں رکھی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اس علاقے میں عرب لوگ زیادہ رہتے ہیں، ایک علاقے میں ہمارے سورت کے لوگ زیادہ رہتے ہیں تو وہاں دیکھا کہ پوری دوالماریاں گجراتی ناول کی ہیں، تو وہ لوگ جانتے ہیں کہ جس ملک میں یہ لوگ آکر بسے ہیں ان کی ضروریات ہیں۔ میں ایک ہسپتال میں گیا ٹورنٹو میں تو مجھے تعجب ہوا کہ دیوار پر اردو زبان میں لکھا ہوا تھا کہ (بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں) یہ جملہ اردو میں لکھا ہوا تھا ٹورنٹو کے ہسپتال میں، ہم اپنے اس ملک میں اس کے روادار نہیں ہیں کہ ہم اپنے ہسپتال میں اردو زبان کا استعمال کریں اور ٹورنٹو والے کر رہے ہیں۔

محبت فاتح عالم:

میرے بھائیو! ہمیں اس کو سوچنا چاہیے کہ ہمیں کس طرح اس ملک میں رہنا چاہیے، ابھی محمود بھائی کہہ رہے تھے کہ اس اسکول کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ہر قوم کے ساتھ یہاں اتحاد ہے، ملن ہے، یہ ہونا چاہیے، اس ملک میں ہمیں رہنا ہے، ہمیں ساتھ رہنا ہے تو ہمارے ان بچوں کو یہ کہنا ہے کہ ہم محبت سے رہیں، دیکھئے ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند کا مذہب اختیار کرے لیکن اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم دوسرے مذہب کے ساتھ نفرت کریں، یہ طریقہ غلط ہے، ہمیں

نفرت کی بات نہیں کرنی ہے، ہمیں محبت کی بات کرنی ہے، محبت اگر ہوگی تو شاید اس دنیا میں ہماری کامیابی کے ڈنکے بجیں گے، علامہ اقبالؒ کا شعر ہے ؎

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے:

میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے اسکول سے ایسے ہی بچے پیدا کرے جن کا علم اچھا ہو، جن کے اندر رواداری ہو، جو محبت کا پیغام لے کر دنیا میں جائیں اور دنیا والوں کو بتائیں کہ ہمارا سیاسی اکھاڑ پچھاڑ سے کوئی تعلق نہیں، اس ملک میں بہت بڑی تعداد اور اکثریت ایسی ہے جو مل جل کر رہنا چاہتی ہے لیکن سیاست کی تنگ نظری کی وجہ سے سیاست کی وجہ سے لوگوں کو آپس میں ٹکرایا جاتا ہے، یہ چیز تعلیمی درس گاہوں سے نکالنی چاہیے، ہمارے بچوں کا ذہن بالکل صاف رہنا چاہیے، ابھی جاوید صاحب جگر صاحب کا شعر پڑھ رہے تھے تو مجھے بھی ان کا ایک شعر یاد آیا، جگر تو شہنشاہِ تغزّل تھے، وہ کہتے ہیں ؎

ان کا جو فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ہم تو محبت کو عام کرنے کے لیے دنیا میں کھڑے رہیں، انسانوں کے ساتھ انسانوں کو ملا کر رہیں اور دنیا میں ایسی زندگی گزاریں جس کی وجہ سے کسی انسان کو ہم کام آسکیں۔ خدا کرے کہ ہم ایسے انسان کو پیدا کرنے میں کامیاب ہوں۔

و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!



(۶)

قیامِ مدارس کا مقصد

حضرت والا کا یہ قیمتی وعظ
۱۷ مئی ۲۰۱۶ء کو ''دارالعلوم فلاح دارین'' ترکیسر کے
سالانہ اجلاس میں ہوا تھا۔

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین، سیدنا ومولانا محمد، وعلی آلہ وأصحابہ وأتباعہ إلی یوم الدین۔ أما بعد!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم، بسم اللہ الرحمن الرحیم،

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔(۱) صدق اللہ العظیم۔

قابل احترام حضرات علمائے کرام، معزز مہمانانِ عظام اور میرے عزیز بھائیو!

جیسے آپ حضرات کو معلوم ہے کہ کچھ عرصے سے میری صحت بہت خراب ہے، لیکن میرے دل میں یہ آیا کہ زندگی کا تو کوئی بھروسہ نہیں ہے، کس وقت اللہ تعالیٰ کے یہاں جانا ہوجائے تو جانے سے پہلے ہم اپنے اس گلشن کے پھولوں کو دیکھ لیں، جن سے ہمیں یہ توقع ہے کہ وہ اپنی زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے لیے وقف کریں گے۔

مدارس حضرت مفکر اسلامؒ کی نظر میں:

بھائیو! یہ مدارس عربیہ بقول حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ ''وہ ایسی فیکٹریاں نہیں ہیں جن میں صرف کچھ پڑھنے لکھنے والے آدمی تیار کریں اور وہ اپنے پیٹ پالنے کے کچھ راستے سوچیں، ان مدارس کا یہ مقصد بالکل نہیں ہے، مدارس میں دو چیزیں کرنی ہوتی ہیں، ایک تو طلبہ کے اندر صلاحیت پیدا کرنا، دوسرے ان کے اندر صالحیت پیدا کرنا، ان دو باتوں کو آپ یاد رکھیں۔

(۱) سورۃ الضحیٰ: الآیۃ: ۱۱

بڑی بڑی کتابیں لکھ گئے ہیں، ان کو سمجھیں اور دوسروں کو سمجھا سکیں، اس کی صلاحیت ان کے اندر ہم پیدا کریں، اور ساتھ ساتھ ان کے اندر صالحیت بھی پیدا کریں اور اتنی صالحیت پیدا کریں کہ وہ اپنی زندگی کا مشن، اپنی زندگی کا مقصد یہ بنائیں کہ ہم زندگی کے اخیری لمحے تک قربانی دے کر ان شاء اللہ العزیز اس دین کی خدمت میں لگے رہیں گے، دین کے داعی پیدا کرنا اور دین کی دعوت کے لیے قربانی دینے والے پیدا کرنا یہ ان مدارس کا مقصد ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہوئی، ابھی ہم نے عربی تقریر اور ایک اردو تقریر سنی، جو عربی تقریر تھی اس کا سارا خلاصہ یہی تھا کہ افراد تو ہم تیار کرتے ہیں اور وہ صالح افراد مل کر کے کوئی کام کرتے ہیں اور ان کے اندر قربانی کا جذبہ ہوتا ہے تو پھر دنیا میں کوئی کام آگے بڑھتا ہے، مستقبل روشن ہوتا ہے، اگر مدرسوں میں پڑھ کر ہم نے صرف اپنے پیٹ کی فکر کی تو اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کے لیے دنیا میں بہت سی درس گاہیں ہیں، بہت سے کالیجز اور بہت سی یونی ورسٹیاں موجود ہیں جہاں پیٹ پالنے کی تعلیم دی جاتی ہے، لیکن یہ جو مدارس عربیہ ہیں ان کا تو منشا ہی دوسرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ملانا اور اس کے لیے محنت کرنا اور اس کے لیے قربانی شرط ہے۔

حضرت باندویؒ کی عظیم قربانی:

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ مظاہر علوم سے جب فارغ ہوئے تو ان کی استعداد بہت عمدہ تھی، بڑی محنت سے انہوں نے مظاہر علوم میں پڑھا تھا تو کئی جگہ سے بخاری شریف کے لیے حضرت کو دعوت آئی، حضرت نے سوچا

کہ اگر میں نے مظاہر میں پڑھ کر کسی جگہ پر شیخ الحدیثی کر لی اور میرا علاقہ بنجر پڑا ہوا ہے، بندیل کھند کا علاقہ ڈاکوؤں کا علاقہ سمجھا جاتا تھا، خود انہوں نے میرے سامنے یہ بات کہی، حضرت مولانا صدیق صاحب نے ایک دن مجھ سے کہا کہ مولانا جس وقت میں فارغ ہو کر آیا پورے بندیل کھنڈ میں ایک بھی حافظ قرآن نہیں تھا اور چور اور ڈاکو مشہور تھے، ہر آدمی اس علاقے میں جانے سے ڈرتا تھا، میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ صدیق تو نے یہ علم حاصل کیا ہے تو اگر کسی مدرسے میں جا کر بیٹھ جائے گا، شیخ الحدیث بنے گا، تجھے اچھی تنخواہ ملے گی، تیری شہرت ہوگی کہ بہت اچھے مدرس ہیں، لیکن تیرا علاقہ بنجر ہے، اللہ کے یہاں تیری پوچھ ہوگی؛ چناں چہ وہ کہیں نہیں گئے اور وہاں ایک چھوٹے سے دیہات میں بیٹھ گئے اور گاؤں گاؤں پیدل جاتے تھے اور بچوں کو لے آتے تھے۔ کہا مجھے پیسے نہیں چاہیے مجھے بچے دے دو، میں آپ کے بچوں کو پڑھاؤں گا اور ایسے علاقے کے بچوں کو وہ لے کر آئے جن کو پیشاب کرنے کا بھی شعور نہیں تھا، وہ بستر میں پیشاب کرتے تھے اور بستر خراب کرتے تھے اور مولانا صدیق صاحب اپنے ہاتھ سے بستر دھوتے تھے، یہ ہے وہ قربانی جو عربی تقریر میں ابھی آپ سن رہے تھے۔

قربانی کا انعام:

جب مدرسوں سے ایسے افراد پیدا ہوں گے جو اپنے آپ کو وقف کر دیں ایسے علاقوں کے لیے جہاں آپ کو آسائش دنیا کی نہ ملے، آپ کو اچھے کمرے نہ ملے، آپ کو اچھا کھانا نہ ملے، لیکن آپ یہ نیت کر کے بیٹھ جائیں کہ ہمیں اللہ کا دین پہنچانا ہے، حضرت نے بہت ہی اطمینان کے ساتھ مجھ سے کہا کہ مولانا اللہ نے محنت

قبول فرمائی، حضرت کے جملے تھے کہ ''اللہ نے محنت قبول فرمائی'' اور الحمد اللہ! اس سال تین سو بچوں نے مسجد میں قرآن سنایا، ایک بچہ بھی پورے بندیل کھنڈ میں نہیں تھا، حضرت کی اس قربانی کی وجہ سے حضرت فرمارہے تھے کہ الحمدللہ! تین سو بچے اس وقت محراب سنا رہے ہیں۔

بانیانِ فلاحِ دارین کے اخلاص کا ثمرہ:

اِن مدارس عربیہ کی اہمیت ابھی تک لوگوں کو پتہ نہیں ہے، یہ مولانا غلام محمد صاحب ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، ابھی گذشتہ سال انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے اکل کواسے فارغ ہونے والے دس ہزار حفاظ نے محراب سنائی، یہ ہے مدارس کا فیض، یہ یہیں پڑھے ہیں، یہ فلاح دارین کے فاضل ہیں، آٹھ سال تک انہوں نے اسی مدرسے میں رہ کر پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے اس بندہ سے بنجر زمین میں کام لیا، میں پہلے مخالف تھا، میں سامنے کہہ رہا ہوں، میں نے کہا تم نے کیا دھندا چلا رکھا ہے کہ وہاں جا کر بیٹھ گئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کو کام لینا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم کام لیا، آج ہمارے دل خوش ہیں ان لوگوں کو دیکھ کر، آج ہمارے دل بہت خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین سے ایسے بچے پیدا کئے جنہوں نے پورے پورے علاقے کو روشن کر رکھا ہے، آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ سات سات آٹھ آٹھ دارالعلوم ایک شخص چلاتا ہے اور اس کو کچھ فکر بھی نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے، یہ بانیوں کا اخلاص ہے، مجھے ابھی تک یاد ہے اور میں نے پہلے بھی جلسے میں بات کہی تھی کہ جب اس دارالاقامہ کی پہلی عمارت بن رہی تھی، حاجی موسیٰ صاحبؒ املی کے درخت کے نیچے بیٹھ کر رو رہے تھے، میں نے سوچا کہ کیوں رو رہے ہیں، یہ اس وقت کی بات ہے

جب یہ پہلی منزل کی بنیاد ڈالی جارہی تھی، پہلا فلور بن رہا تھا، تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ حاجی صاحب! یہ تو خوشی کا موقع ہے کہ ہمارے مدرسے میں آج علم کی بنیاد ڈال رہے ہیں تو آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مولانا! اس لیے مجھے رونا آتا ہے کہ اللہ جانے ہمارے اندر اخلاص بھی ہے یا نہیں؟ ہم اللہ سے اخلاص مانگ رہے ہیں، اللہ ان حضرات کی قبروں کو نور سے بھریں۔

یہ لوگ ہزاروں میل دور سے یہاں آئے، ان کا کوئی مقصد نہیں تھا؛ لیکن انہوں نے اخلاص سے اپنی دولت کو صرف کیا، اپنی جان صرف کی، اپنا مال صرف کیا، جان بھی صرف کی اور مال بھی صرف کیا اور اخلاص کے ساتھ، کوئی تنخواہ نہیں لی، کسی قسم کی شہرت کے وہ قائل نہیں ہوئے، کبھی کسی اخبار میں نہیں دیا کہ ہمارے یہاں ایسا کام ہوا، ہم نے یہ کیا، کبھی بھی نہیں۔

فضلائے کرام کو آخری پیغام:

اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اتنی بڑی تعداد ہمارے بچوں کی اس وقت دستارِ فضیلت کے لیے تیار ہے، انچاس طالب علم، ہم ان میں سے ہر ایک طالب علم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اسی اخلاص کے ساتھ آپ اپنی زندگی کو اخیر لمحے تک گزاریں، آپ یہاں سے عہد کر کے نکلیں کہ دنیا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہے وہ ملنا ہے تو ملے گی، لیکن ہمیں تو تیرے دین کا کام کرنا ہے اور ابھی جو تقریر میں کہہ رہے تھے کہ ہم بہت خطرناک حالات سے گزر رہے ہیں، یہ حالات ہم سے تقاضا کر رہے ہیں کہ ہم پوری قربانی کے لیے تیار ہوں، ہوسکتا ہے کہ ہماری عمارتوں پر دھاوے بولے جائیں، ہوسکتا ہے کہ ہمارے اندر جو پیسے باہر سے آرہے ہیں ان کو بند کرنے کی

پوری کوشش کی جائے؛ لیکن ہمارے علما یہ طے کرلیں کہ ہم چاہے درخت کے نیچے بیٹھ کر پڑھائیں گے، ہم تہہ خانوں میں بیٹھ کر پڑھائیں گے؛ لیکن ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کو بلند کر کے رہیں گے اور زندگی کے اخیر تک ہم اسی طرح رہیں گے، یہ آپ طے کر لیجیے، یہ ہمارا آپ کو پیغام ہے، میں اسی پیغام کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں، اس حالت میں کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے ان تمام اداروں کو جتنے بھی ادارے ہمارے گجرات کی سرزمین پر ہیں، دارالعلوم اشرفیہ، جامعہ حسینیہ، جامعہ تعلیم الاسلام آنند، اسی طرح جامعہ ڈابھیل یہ قدیم ادارے ہیں، انہوں نے بڑی خدمتیں کی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سارے اداروں کی حفاظت فرمائیں، جتنے دینی ادارے ہیں، جتنے دینی کام کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ غیب سے ان کی حفاظت کے اسباب پیدا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ جذبہ پیدا فرمائیں کہ ہم مرمٹیں گے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کو نیچے دیکھنا ہم پسند نہیں کریں گے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ ایسے موقع پر صدیق اکبرؓ کے اس جملے کو دہرایا کرتے تھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا: **"أینقص الدین و أنا حي؟"** کہ میرے زندہ ہوتے ہوئے دین میں کسی قسم کی کمی بیشی ہوسکتی ہے، میں زندہ ہوں اور دین میں کمی ہو؟ آپ کے دیہات میں، آپ کے علاقے میں، آپ کے ضلع میں اگر قادیانیت کا شور ہو رہا ہے، کہیں کوئی اور تحریک چل رہی ہے تو آپ بالکل غافل نہ رہیں، رات دن گشت لگائیں، رات دن دیہاتوں میں جا کر ہر ایک بچے کو توحید کا پیغام دیں، اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ہر دیہات میں ہم جا کر بچوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید سکھائیں۔

فضلائے کرام کی اہم ذمہ داری:

یہاں کوشش کی جارہی ہے حکومت کے پیسوں سے کہ ہمارے بچے شرک کی طرف جائیں، ان سے کہا جاتا ہے کہ تم سوریہ نمسکار کرو، ان سے کہا جاتا ہے کہ تم سرسوتی دیوی کے سامنے جھک جاؤ؛ تاکہ علم زیادہ آئے، یہ تحریکیں ہیں، ان کے پیچھے پورے پورے نصاب بدلے جارہے ہیں، یہ ان کا کام ہے جو کچھ کر رہے ہیں، ہمیں ان سے کوئی جھگڑا نہیں، ہمارا کام یہ ہے کہ ہم مسلمان اولاد کی توحید کو مضبوط کریں، ہر ہر بچے کے دل میں یہ بٹھائیں کہ ہم **"إیاک نعبد و إیاک نستعین"**(۱) والے لوگ ہیں، اللہ کے سوا ہمارا یہ سر نہ کبھی سرسوتی دیوی کے سامنے جھکے گا، نہ ہم سوریہ نمسکار کریں گے، نہ ہم کوئی یوگا کی تعلیم میں بیٹھیں گے، ہم اللہ ہی کو پوجیں گے اور اللہ ہی سے مانگیں گے۔ یہ بات ہر بچے کے ذہن میں بٹھانا آپ کا فرض ہے، آپ یہاں سے جائیں گے، آپ بہت بڑی ذمہ داری لے کر جارہے ہیں، اللہ کرے آپ اپنی ذمہ داری کو نبھائیں، اگر آپ نے یہ ذمہ داری نبھائی تو آپ کے اساتذہ کا دل خوش ہو جائے گا کہ ہم نے جن بچوں کو پڑھایا تھا انہوں نے اپنی زندگی میں یہ قربانی دی، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی محنتوں کو، یہاں کے اساتذہ کی محنتوں کو، یہاں کے منتظمین کی محنتوں کو بہت بہت قبول فرمائیں اور آیندہ بھی یہ سلسلہ چلتا رہے، اللہ تعالیٰ تا قیامت یہ فیض اسلام کا اور دین کا جاری رکھے، یہی ہماری دلی دعا ہے، آپ حضرات کو ہم قلبی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ **وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!**

(۱) سورۃ الفاتحۃ: الآیۃ: ۴

(۷)

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہٗ کی دعوت پر حضرت مفکر ملت دامت برکاتہم کی ۸؍اکتوبر ۲۰۱۱ء کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڈھ تشریف آوری ہوئی تو اس موقع پر آپ کے اعزاز و تکریم میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا گیا تھا، جس میں حضرت والا نے مفصل اور مفید خطاب فرمایا تھا، جناب مولانا صلاح الدین صاحب ندوی نے اسے ضبط فرما کر دو ماہی مجلہ ''الشارق'' میں نشر کیا تھا، اب کچھ ضروری ترمیمات کے بعد اسے ''صدائے دل'' میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، سيدنا و مولانا محمد، وعلى أله وأصحابه وأتباعه وعلماء أمته أجمعين إلى يوم الدين۔ أما بعد!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم،

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوْ الْأَلْبَابِ۔(۱)

وقال سبحانه وتعالیٰ: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا، وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔(۲) صدق الله العظيم!

قابلِ صد احترام محدثِ عظیم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم العالیہ، اس جامعہ کے معزز اساتذۂ کرام اور میرے عزیز بھائیو!

میرے لیے یہ بڑی سعادت وخوشی کا مقام ہے کہ آج ہم کو اس جامعہ میں جو علم وعرفان کا مرکز ہے حاضری کی توفیق نصیب ہوئی اور آپ علمائے کرام اور عزیز بھائیوں سے ملاقات کا موقع ملا۔ میری حاضری یہاں پر صرف اس لیے تھی کہ ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ ویرعاہ، ان کی جو عظیم خدمات ہیں علمِ حدیث کے سلسلہ میں، اس کی قدر کرتے ہوئے ان کے سامنے کلماتِ تشکر پیش کروں۔ ہندوستان میں علما کی کمی نہیں ہے اور مدارس بھی بہت ہیں، جیسا کہ مولانا ابھی فرما

(۱) سورۃ الزمر: ۹ (۲) سورۃ العنکبوت: ۶۹

رہے تھے؛لیکن ایسے اساتذہ جنھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا علمِ حدیث کو بنایا ہوا اور جو علم وتحقیق میں بلند مقام رکھتے ہوں، ایسے لوگوں کو ہم انگلیوں پر گن سکتے ہیں؛ چند ہی ہو سکتے ہیں۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم کے ذریعہ اللہ رب العزت نے علمِ حدیث کی جو عظیم خدمات لی ہیں، وہ واقعی بہت زبردست اور قابلِ قدر ہیں۔

خراجِ محبت:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم حضرت مولانا سید عبدالحئ حسنیؒ نے گجرات کے ایک بڑے مشہور عالم، محدثِ کبیر شیخ محمد بن طاہر پٹنیؒ کے بارے میں ان کی کتاب ''**مجمع بحار الأنوار**'' پر ایک جملہ لکھا ہے ''**لهٗ منة على العالم الإسلامي بهذا الكتاب**''۔ ''**مجمع بحار الأنوار**'' تصنیف کر کے علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے پورے عالمِ اسلام پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ آج ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب نے جو خدمت انجام دی ہے علمِ حدیث کی کتابوں کی نشر واشاعت کر کے اور ابھی اخیر میں جو بڑی جدوجہد کے بعد ''**أصح الكتب بعد كتاب الله الجامع الصحيح للإمام البخاري رحمه الله**'' کی طباعت کا عظیم کام کیا ہے، اس پر ہم کہہ سکتے ہیں ''**للشيخ تقي الدين منة عظيمة على العالم الإسلامي بإصدار هذا الكتاب**'' اور یہ صرف میرے اکیلے کے تاثرات نہیں ہیں، میں رات کو عشا کے بعد تھوڑی دیر لیٹا، پھر مجھے نیند نہیں آئی تو میں نے اٹھ کر وضو کیا اور بخاری شریف اٹھائی جو ابھی مولانا کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے اور میں نے اس کے مقدمات کو پڑھنا شروع کیا تو دیکھا کہ

ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ اور اسی طرح شیخ ابولبابہ جیسے جلیل القدر علما جو عالمِ اسلام کے بہت مشہور علما میں سے ہیں، شیخ ترکی سعودی عرب کے مشہور عالم ہیں، ان کی بڑی خدمات ہیں، حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی صاحب ندوۃ العلما کے ناظم اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ بہت بڑا کام لیا ہے اور شیخ ابولبابہ ''جامعہ زیتونہ'' کے رئیس رہ چکے ہیں اور وہ بہت بڑے عالم شمار ہوتے ہیں؛ ان تینوں نے اپنی تقدیم میں مولانا کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں، وہ ہم سب کو برابر دیکھنے چاہیے، کہ اتنے جلیل القدر علما نے حضرت مولانا کے بارے میں کیا الفاظ لکھے ہیں۔

مولانا تقی الدین ندوی ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی کی نظر میں:

میں نے اس کو صبح کاغذ پر نقل کیا تاکہ میں آپ حضرات کو بتاؤں کہ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی کیا لکھتے ہیں: ''**واشتغل بتدريس الحديث وعلومه في دار العلوم بندوة العلماء، ثم استقر به النوى في جامعة الإمارات العربية المتحدة بالعين، و صرف عنايته للبحث والتأليف والتحقيق في هذا الميدان، حتى صار أحد فرسانه، ورزقه الله تعالىٰ همة عالية، و جَلَدًا ماضيًا على البحث ومكابدة مشاقه في دأب لا كلل فيه ولا ملل**'' یہ ''ندوۃ العلما'' اور ''جامعۃ العین'' کے درمیان کا وقفہ حضرت نے ''فلاحِ دارین ترکیسر'' میں گزارا تھا، وہاں ''بخاری شریف'' کا درس دیتے تھے، اس لیے اس جگہ پر ایک جملہ بڑھاتا ہوں: ''**وقد تولى تدريس الحديث الشريف بجامعة فلاح الدارين في**

غجرات، ثم انتقل إلى الإمارات العربية المتحدة بالعين، وصرف عنايته للبحث والتأليف والتحقيق في هذا الميدان حتى صار أحد فرسانه ورزقه الله تعالى همة عالية، وجَلَدًا ماضيًا على البحث ومكابدة مشاقه في دأب لا كلل فيه ولا ملل"(۱)، یہ بہت اہم جملے ہیں۔

موہوب من اللہ شخصیت:

ایک شخص کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ کسی علمی کام میں لگے اور اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو کھپا دے، یہ بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے۔ مولانا کے لیے یہ بات بہت آسان تھی کہ امارات متحدہ کی ''جامعۃ العین'' میں جب پروفیسر بنے تو وہاں مولانا کی بڑی تنخواہ تھی، اس کو حاصل کرتے اور آرام سے اپنی زندگی گزارتے، کیا ضرورت پیش آ گئی تھی کہ صبح وشام اور رات دن کتابوں کو لے کر بیٹھتے تھے اور شاگردوں میں سے بہت سے لوگوں کو وہاں بلا کر اور اپنے آپ کو بحث وتحقیق وجستجو میں لگایا اور اس میدان کے اندر جس طرح خدمت کی ہے یہ توفیق بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے اور اس سلسلے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا ''موہوب من اللہ'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خصوصی ایک عطیہ حضرت مولانا کو عطا فرمایا کہ حضرت نے اپنی صحت کا بھی خیال نہیں کیا اور پوری توجہ کے ساتھ "بذل المجهود"، "أوجز المسالك" اور اس قسم کی دوسری کتابیں تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع کیں اور پورے عالمِ عرب میں یہ کتابیں پھیل گئیں۔ پورے ہندوستان کے علما کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ مولانا کی اس

(۱) الجامع الصحيح بحاشية أحمد علي السهارنفوري: ۱/۴۱

خدمت کی وجہ سے ہمارے علما کی قدر عرب علما کے سامنے آ گئی اور ان کو پتہ چلا کہ ہندوستان کے علما نے کیسے کیسے علمی کام کئے ہیں۔ یہ لیتھو پر چھپنے والی کتابیں وہ ہاتھ میں لیتے ہی نہیں تھے، وہ پڑھ بھی نہیں سکتے تھے، ان کی عادت نہیں، الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ ہوتے تھے جو فارسی رسم الخط میں جو ہمارے یہاں کتابیں چھپتی تھیں، ان کا مطالعہ کر سکیں؛ لیکن مولانا نے آسان کر دیا کہ "من الخليج إلى المحيط" پورے عرب ممالک میں یہ کتابیں پھیل گئیں اور ان لوگوں نے ان کتابوں کے ذریعے ہمارے علما کی خدمات کو پہچانا کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے علما کو کیسی توفیق عطا فرمائی اور ابھی جو سب سے اخیر میں کام ہوا ''بخاری شریف'' کا، یہ بہت عظیم کام ہے۔ ''بخاری شریف'' ایک ایسی کتاب ہے جس پر امت کا اتفاق ہے "أصح الكتب بعد كتاب الله الجامع الصحيح للإمام البخاري"۔ اس کتاب کے کئی نسخے دنیا میں ہیں۔ مولانا کو تو معلوم ہے، مولانا نے مقدمے میں لکھا ہے، ہمارے یہاں ایک مشہور نسخہ ہے وہ "فربري" کا ہے، اس کے علاوہ "يونيني" کا نسخہ، ''کریما'' کا نسخہ، "بغدادي" کا نسخہ اور نہ جانے کتنے نسخے ''بخاری شریف'' کے دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں کچھ موجود ہیں اور کچھ ختم ہو چکے ہیں؛ لیکن ان تمام نسخوں کو سامنے رکھ کر ایک بہترین نسخہ تیار کرنا یہ بہت عظیم کام ہے۔ اور میں یہ دیکھ رہا تھا کہ پچھلے پانچ سال سے حضرت مولانا کے ذہن پر اس کا پورا اثر تھا، جب بھی حضرت کا فون آتا تھا تو حضرت کا یہ جملہ ہوتا کہ آپ دعا کریں کہ میری زندگی ختم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ کام لے لیں؛ یہ فکر حضرت کی طبیعت پر سوار

تھا۔ ہم لوگ بہت دعائیں کرتے رہے اور اپنے دوستوں سے بھی کہا کہ یہ صرف مولانا کا کام نہیں ہے بل کہ پوری علمی دنیا پر ان کا احسان ہے۔ دیکھئے ڈاکٹر تر کی اتنے بڑے عالم ہیں، انہوں نے مولانا کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں، یہ قابلِ غور ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب کی نظر میں:

اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے لکھا: ’’**فبذالک قام الدكتور تقي الدين الندوي -حفظه الله- بعمل جليل، وإخراج شرح هٰذا الكتاب العظيم حاملا لفوائد عظيمة، واستحق بذالک تقديرًا وشكرًا وامتنانًا من قبل دارسي الحديث الشريف وخدمة هذا الكتاب الجليل بأنه يقدِّم إلى العالم الإسلامي عامةً، وطلاَّب السنة النبوية خاصةً، هذه التحفة النادرة الفريدة في أحسن صورة، وأتقن عمل، و أجمل ثوب، فجزاه الله تعالٰى أحسن ما يجزي عباده الصالحين، ويضع عمله هذا في ميزان حسناته**‘‘۔(۱)

یہ بات میں کہنا چاہتا تھا کہ مولانا نے عالمِ اسلام کو اور حدیث شریف کے پڑھنے والوں کو ایک عظیم تحفہ عنایت کیا ہے۔ جس شخص نے اتنا بڑا کام کیا وہ آپ کے سرپرست ہیں، آپ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آدمی پچھلے پچاس سال سے حدیث شریف کی خدمت میں لگا ہوا ہے، ان کی سرپرستی آپ کو حاصل ہے۔

---

(۱) الجامع الصحيح بحاشية أحمد علي السهارنفوري: ۱/۵۹

ایک اہم سبق:

میرے دوستو! میرا ہندوستان کے بہت سے مدرسوں میں جانا آنا ہوتا ہے، گجرات کی سرزمین پر اس وقت پچپن مدرسے ایسے ہیں جن میں بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے اور شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ ہو جہاں میری حاضری نہ ہوئی ہو اور مجھے معلوم ہے کہ حدیث شریف کے اساتذہ کی کتنی کمی ہے، جن لوگوں کو حدیث شریف پڑھانے کو دی گئی ہے ان کی علمی سطح کیا ہے؛ ایسے ممتاز حضرات جیسے ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب ہیں، ایسے ہم کو بہت کم نظر آتے ہیں۔ سب سے بڑی بات جو ابھی مولانا سید جاوید احمد ندوی نے کہی کہ ’’مدرسے تو ہیں، ان میں درسِ حدیث بھی ہوتا رہتا ہے اور پہلے بھی ہوتا تھا‘‘ لیکن حضرت نے جو فکر کر کے ایک کھیپ تیار کرنی شروع کی نوجوان علما کی تا کہ نادر تحقیقات کو ’’في ثوب قشيف‘‘ بہت عمدہ انداز میں اچھے طریقے سے اس کو شائع کریں، یہ فکر کسی کو نہیں تھا۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے دل میں القا فرمایا کہ یہ کام کرنا ہے، آپ کا یہ کام جس قدر آگے بڑھ رہا ہے، حضرت شاہ محدث دہلویؒ کی بعض کتابوں کے بارے میں سوچ رہے ہیں اور اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی کتابوں کے بارے میں کہ ان کتابوں کو بھی اسی انداز میں لائیں۔ مولانا یہ چاہتے ہیں کہ اپنی موجودگی میں علما کی ایک ایسی جماعت تیار کردیں جو ان کتابوں پر محنت کرے اور جس طرح انہوں نے اپنی زندگی کو کھپایا ہے اور رات دن ایک کیا ہے، یہ علما اس طرح فکر و محنت کریں۔

میرے دوستو! یہ محنت اور کام میں لگنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، جب تک کہ کسی کو اپنے مقصد سے عشق نہ ہو۔ یہ اس شخص کی بات ہے جس نے اس کام

کو اپنا اوڑھنا، بچھونا بنایا، جس نے اس کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے، جو علما و نوجوان اساتذہ حضرت کی موجودگی میں اس کام کو سیکھیں گے ان کو چاہیے کہ حضرت سے یہ سبق حاصل کریں کہ حضرت نے آرام کے نقشوں کو چھوڑ کر رات دن گرمیوں میں (ابوظبی میں بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے) ان گرمیوں میں بیٹھ کر وہ کتابوں کو دیکھتے رہتے تھے۔ میں تو ابوظبی حضرت کے پاس چار دن رہا، میں نے دیکھا کہ نوجوان علما جو یہاں سے گئے تھے، مولانا احسان اختر ندویؔ وغیرہ ان کا رات دن کام کتابیں دیکھنا تھا، اللہ تعالیٰ مولانا کے اس عملِ جلیل کو قبولیت نصیب فرمائے اور ہم سب کو خصوصاً اس مدرسہ کے طلبہ کو، یہاں کے اساتذہ کو، اللہ سبحانہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے کہ حضرت کی زندگی سے ہم یہ روشنی حاصل کریں کہ ہمیں کس طرح کام کرنا ہے۔

میرے بھائیو! اس وقت کسی شرح کو دیکھ کر پڑھا دینا آسان ہے، میں رات مولانا کا مقدمہ دیکھ رہا تھا، اس میں مولانا نے فرق سمجھایا ہے کہ "بخاری شریف" کے نسخے میں امام صغانیؒ اور مولانا احمد علی سہارن پوریؒ کے نسخوں میں کہاں کہاں فرق ہے، گیارہ مثالیں دی ہیں کہ گیارہ جگہیں ایسی ہیں جہاں صغانیؒ اور مولانا احمد علی صاحب نے جو لکھا ہے وہ کسی نسخے میں نہیں ہے، یہ ایک نئی چیز ہے جو ہمارے علما کے سامنے ہے۔

مدارس کی ابتر حالت:

میرے بھائیو! ہمارے پاس تو علمی استعداد کا یہ حال ہو چکا ہے، مجھ کو کہنے دیجیے یہاں ہمارے ہی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، اوپر کی کتاب کو پڑھانے والے لوگ

جو حدیث شریف کا سبق بھی پڑھاتے ہیں، ایک قصہ تو حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ہم سب کو سنایا، مفتی صاحبؒ ایک مرتبہ ڈابھیل میں سنانے لگے کہ ایک مرتبہ ایک درس گاہ کے قریب سے گزر رہا تھا تو ایک صاحب حدیث شریف پڑھا رہے تھے، وہ پڑھا رہے تھے "**إن الإسلام ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحية إلى جحرها**" لیکن وہ حضرت پڑھ رہے تھے "**إلى حجرها**"، مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر پکڑ لیا کہ یا اللہ! یہ آدمی حدیث پڑھانے بیٹھا ہے اور "**جحر**" کو "**حجر**" پڑھا رہا ہے، "**إن الإيمان ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحية إلى جحرها**" میں "**جحرها**" کا لفظ ہے، وہ "**حجرها**" پڑھ رہے تھے؛ یہ تو حضرت مفتی صاحبؒ نے سنایا۔ ابھی ایک دو مہینہ پہلے ایک استاذ سے میری گفتگو ہو رہی تھی، میں نے ان کے اسباق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ فلاں مدرسہ میں حدیث شریف پڑھاتا ہوں، میں نے کہا بڑی خوشی کی بات ہے، درمیان گفتگو وہ تفسیر کی بات کر رہے تھے، کہنے لگے "**صُفْوَةُ التفاسير**"، میں سوچنے لگا کہ "**صُفْوَةُ التفاسير**" کون سی تفسیر ہے؟ وہ اصل میں علامہ صابونی مدظلہ کی "**صَفْوَةُ التفاسير**" کو "**صُفْوَةُ التفاسير**" پڑھ رہے تھے؛ وہ اللہ کا بندہ ابھی مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ میں حدیث شریف پڑھا رہا ہوں اور اسے کتاب کے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں، یہ حال ہماری علمی درس گاہوں کا ہے۔

اکابر کے مجاہدات:

ہمیں سوچنا چاہیے کہ مدرسے میں خانہ پُری کرنے کے لیے نہیں آنا ہے، ہمیں مدرسے میں داخل ہو کر پوری توجہ کے ساتھ، پوری محنت کے ساتھ پڑھنا ہے،

دنیا میں کوئی بھی شخص جب تک اپنی ساری آسائش کو چھوڑ کر اپنے مقصد کے پیچھے نہ لگ جائے، وہاں تک مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا، گذشتہ مہینے امام نوویؒ کے حالات پڑھ رہا تھا، نئی کتاب چھپ کر آئی ہے ”**الإمام النووي وخدماته في علم الحديث**“ موٹی کتاب ہے، اس میں لکھا ہے کہ امام نوویؒ نے کئی کئی راتوں تک اپنا پہلو بستر سے نہیں لگایا، مسلسل تین تین چار چار رات بستر پر سوتے ہی نہیں تھے، رات کو اگر کبھی نیند آجاتی تو وہ ہاتھ سے ٹیک لگا کر تھوڑی دیر کے لیے سوجاتے، ان کی والدہ ان کے لیے گاؤں سے کیک وغیرہ کچھ بھیج دیتی تھیں، وہ خشک کیک رکھتے، اس کو پانی میں بھگو کر کھالیتے، میں سوچنے لگا یا اللہ کیا حال تھا ان حضرات کا۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ ڈیڑھ سو سے زیادہ بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں، مسلم شریف جو ہمارے یہاں پڑھائی جاتی ہے اس پر جو حاشیہ ہے وہ امام نوویؒ کا ہے، آپ دیکھئے وہ کتنی عظیم چیز ہے، ”**المجموع**“ کو آپ دیکھیں، کیسی کتاب ہے، وہ اس طرح حاصل ہوا جب انہوں نے محنت کی، بغیر اپنے آپ کو کھپائے ہوئے کوئی آدمی دنیا میں کامیاب نہیں ہوسکتا، ہم نے اپنے جتنے اکابر کو دیکھا وہ اسی انداز کے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے ”لامع الدراری“ وغیرہ جو کام کیا ہے وہ اسی طرح ہوا ہے، ہم ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے تصنیف کے کمرہ میں اوپر گئے، دس منٹ کے بعد گرمی کی وجہ سے میرا جی گھبرانے لگا، چھوٹا سا کمرہ تھا، کتابوں سے سارا کمرہ بھرا ہوا تھا، حضرت شیخ رحمہ اللہ بیچ میں تشریف فرما تھے، ایسے کمرہ میں بیٹھ کر انہوں نے یہ عظیم کتابیں لکھیں جو موسوعہ علمیہ ہیں، جو ایک پوری اکیڈمی کا کام ہوتا ہے وہ حضرت

شیخ الحدیث صاحبؒ نے تن تنہا کیا۔ اس کے لیے انہوں نے اس طرح زندگی گزاری کہ بالکل سادگی کے ساتھ کچے گھر میں چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر کام کیا، ہم تو آسائش وراحت کے دل دادہ ہو چکے ہیں، ہم تو ہر چیز میں سہولت چاہتے ہیں، اگر ایک دن کھانا ہم کو ذرا دیر میں مل جاتا ہے تو ہم تلملا جاتے ہیں، ہم بہت زیادہ گھبرا جاتے ہیں، یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ میں ترکیسر میں ناظم تھا، وہاں چھوٹے طلبہ کے لیے قانون تھا کہ کوئی طالبِ علم سر پر بال نہیں رکھے گا، ایک طالبِ علم آیا، کہنے لگا کہ حضرت بال رکھنا تو سنت ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے اکثر اوقات اپنے سر مبارک پر بال رکھے ہیں، ہم نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا، ہم نے بھی اپنے اساتذہ سے یہ بات سنی ہے لیکن ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی روٹی اور سرکہ کے ساتھ گزارا فرمالیتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض مرتبہ تین تین دن گزر جاتے تھے اور ہمارے گھروں میں کچھ نہیں ہوتا تھا، ”إلا الأسودين“ (کھجور اور پانی کے سوا)، میں نے کہا کہ ہم کل مطبخ میں کہہ دیں گے کہ طلبہ کو ایک ایک روٹی اور تھوڑا تھوڑا سرکہ دے دو، پھر دیکھئے آپ کا کیا حال ہوتا ہے، میں نے کہا یہ سنت آپ کو اچھی نہیں لگتی اور بال رکھنے کی سنت آپ کو اچھی لگتی ہے، تو یہ نفس کے مکائد ہیں۔

میرے دوستو! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں اتنی عظیم شخصیت کی ماتحتی میں علم حاصل کرنے کا موقع دیا ہے اور آپ کے پاس جو اساتذۂ کرام یہاں تشریف فرما ہیں، کوئی ”دارالعلوم دیوبند“ کے فاضل ہیں تو کوئی

''ندوۃ العلما'' کے، وہ اپنے اپنے فن میں ممتاز ہیں، ایسے لوگوں سے آپ کو علم حاصل کرنا ہے تو پوری توجہ ویکسوئی کے ساتھ علم میں لگے رہیں۔ اور حضرت کا نمونہ دیکھیں کہ حضرت نے کس طرح اتنا عظیم کام کیا، آج میں نے لائبریری میں دیکھا کہ حضرت کی تصنیفات سے پوری الماری بھری ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت سے نوازے اور ہم کمزوروں کو اللہ رب العزت اس کی توفیق نصیب فرمائے کہ ان حضرات سے ہم روشنی حاصل کریں۔ سب سے بڑی بات یہی ہوتی ہے کہ جب ایسی شخصیتیں ہمارے سامنے ہوتی ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ذریعہ کتنا عظیم الشان کام لیا، حضرت یہیں چھوٹے سے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔

اللہ کی قدرت کی عظیم نشانی:

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے ایک مرتبہ ہم سے فرمایا تھا کہ عبقری شخصیتیں بڑے بڑے شہروں میں پیدا نہیں ہوئیں بل کہ چھوٹے چھوٹے قصبے و گاؤں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ یہ حضرت نے ترکیسر کی مجلس میں فرمایا تھا، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ''نانوتہ'' کے تھے، حضرت تھانویؒ قصبہ ''تھانہ بھون'' کے تھے، چھوٹے چھوٹے گاؤں میں پیدا فرما کر اپنی قدرت کا مظاہرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور قرآن کی حفاظت اور اس کی تبیین کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، قرآن کی حفاظت اور ان احادیث کی حفاظت اپنے فضل خاص سے کرتے ہیں۔

حفظ قرآن کے حیرت انگیز نمونے:

میرے بھائیو! قرآن کریم کی حفاظت کا تو عجیب وغریب نظام اس دنیا میں ہم لوگوں کے سامنے ہے، وہاں ''ٹورنٹو، کینیڈا''میں ایک صاحب میرے پاس آئے، ان کے ساتھ چھ سال کا بچہ تھا وہ ابھی مکتب بھی نہیں گیا تھا، وہ (ہتھورن) گجرات کے رہنے والے ہیں، بتایا کہ مولانا یہ بچہ حافظ ہو چکا ہے، ذرا آپ اس کا قرآن شریف سن لیں، میں نے کہا عثمان بھائی ابھی تو یہ مکتب میں داخل نہیں ہوا، ابھی تو ''الف، ب، ت'' بھی نہیں پڑھا، یہ کیسے حافظ ہوا؟ انہوں نے کہا کہ اس کی والدہ روزانہ کھانا پکاتے وقت اس کو قرآنی آیات پڑھاتی تھیں، بچہ نیچے بیٹھا رہتا اس کی والدہ اس کو پڑھاتی، اس طرح مکمل حافظ ہوگیا، میں نے کہا اللہ اکبر! یہ ہے وہ بات جو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ''(۱) ہم نے اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

دوسرا واقعہ ''مونٹریال'' (کینیڈا) کا ہے، وہاں ''پاکستان'' کے ایک صاحب ہیں جو دبئی میں رہتے ہیں، ان کا چھوٹا سا بچہ جو پانچ چھ سال کا ہوگا، اس نے حفظ مکمل کرلیا، وہاں ہمارے ''فلاحِ دارین ترکیسر گجرات'' کے فاضل پڑھاتے ہیں، ان کا فون آیا کہ یہاں ایسا ایسا قصہ پیش آیا ہے، اس کے والد دبئی سے آئے ہیں اور ایک بہت بڑا جلسہ کرنا چاہتے ہیں، ان کو بڑی خوشی ہے کہ میرا پانچ سالہ بچہ حافظ ہوگیا، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہاں تو انگریزی بولنے والے لوگ ہیں، جب میں

(۱) سورۃ الحجر: آیت ۹

وہاں گیا تو اس بچے کو دیکھا کہ واقعی چھوٹا سا بچہ تھا، وہ اپنی ٹوپی سے کھیل رہا تھا اور مسجد میں دوڑ رہا تھا، میں نے کہا کہ حافظ صاحب بیٹھ جائیے، آپ کے اعزاز میں جلسہ ہے آپ بیٹھ جائیے۔ ایک بہت چھوٹے سے عالم تھے، عمر میں کم تھے اور حدیث شریف پڑھا رہے تھے، سبق کے درمیان ایک چڑیا آئی اور اپنے گھونسلے میں جا کر بیٹھی تو وہ جلدی سے کھڑے ہو گئے اور اپنی ٹوپی گھونسلے پر رکھ دی۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے تھے "الصبيّ صبي و لو كان نبيًا"(۱) بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے خواہ وہ نبی ہو جائے۔ یہ دو مثالیں میں نے دیکھیں۔

ایک بچہ کا حیرت ناک حافظہ:

ایک عربی رسالہ میں پڑھ رہا تھا، اس میں ملک شام کے ایک (ساعاتی) گھڑی ساز کے بچے کا ذکر پڑھا کہ "حلب" میں ایک گھڑی ساز تھے، وہ گھڑی کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے تو ان کی بیوی نے کہا کہ ذرا اس بچے کو بھی اپنے ساتھ لے جائیے، چھوٹے سے بچہ کو لے جا کر دوکان پر بٹھا دیا اور وہ اپنی گھڑی بنانے میں مصروف ہو گئے، پڑوس کی دوکان میں ریڈیو پر "ام کلثوم" کی آواز میں گانا آرہا تھا، "اُم کلثوم" عرب کی مشہور گانے والی اور مصر کی رہنے والی خاتون تھی، عرب نوجوان اس کے گانے پر بہت ناچتے ہیں، اس کو بہت پسند کرتے ہیں؛ "ام کلثوم" کا ریکارڈ بج رہا تھا، وہ بچہ سن رہا تھا، جب وہ ختم ہو گیا تو اس بچے نے "ام کلثوم" کا گانا سنانا شروع کر دیا تو وہ گھڑی ساز حیرت زدہ ہو گیا کہ اتنا چھوٹا سا بچہ پورا گانا سنا رہا ہے،

(۱) ابومنصور ثعالبی نے اپنی کتاب "التمثيل والمحاضرة" صفحہ ۵۰/ اور "ثمار القلوب في المضاف والمنسوب" میں یہ مثل "الصبي صبي ولو لقي النبي" کے الفاظ میں ذکر کی ہے۔

فوراً اس نے دوکان بند کی، اس ساعاتی کے والد مسجد میں درس دے رہے تھے، ان کے پاس لے گیا اور پورا قصہ سنایا، اس کے والد نے کہا کہ اس بچے کو میرے سپرد کر دو، اللہ تعالیٰ اس سے کام لے گا۔

عربی زبان پر قدرت حاصل کرنے کا ایک بہترین طریقہ:

میرے عزیز دوستو! اللہ رب العزت نے دین کو قیامت تک کے انسانوں کے لیے بھیجا ہے، ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو حفاظت کا ذریعہ بنایا، آپ میں کتنے حافظِ قرآن ہیں، کتنے ایسے ہیں جو تفسیر پڑھیں گے، کتنے حدیث شریف پڑھیں گے؛ لیکن اس وقت مدارس کے اندر بڑی عجیب بات یہ ہوگئی ہے کہ طلبہ کو جیسی محنت کرنی چاہیے ویسی محنت نہیں کر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے پاس لکھنؤ گئے، حضرت عشا کے بعد کھانا تناول فرماتے تھے، اس کے بعد طلبا و اساتذہ آ کر بیٹھ جاتے تھے، حضرت مولانا نے مجلس میں طالب علموں سے یوں فرمایا کہ کسی کتاب کا سرسری طور پر مطالعہ کر لینا کافی نہیں ہے، جس کتاب کو آپ پسند کریں، اس کی عبارت آپ کو اچھی معلوم ہو، اس کو آپ بار بار پڑھیں، اتنی مرتبہ پڑھیں کہ اس کے صفحے کے صفحے چاٹ لیں، آپ کے ذہن میں محفوظ ہو جائے؛ اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے احمد امین کی کتابیں "ضحى الإسلام"، "فجر الإسلام" اور "ظهر الإسلام" کو اتنی مرتبہ پڑھا کہ اس کی عبارتیں میرے دماغ میں محفوظ ہو گئیں؛ چناں چہ آپ دیکھیں گے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی عربی تعبیرات میں احمد امین کا اسلوب ہے۔

رائد اللغة العربية:

احمد امین مشہور لکھنے والے ہیں، طٰہٰ حسین کی تقلید تو بہت مشکل کام ہے، طٰہٰ حسین تو عجیب وغریب آدمی تھا، وہ تو ''**رائد اللغة العربية**'' کہلاتا ہے اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے اس کے بارے میں ایک جملہ بہت اچھا لکھا ہے کہ ''اس کا کمال یہ ہے کہ ''**إنه يكتب خلاف ما يعتقد**'' وہ اعتقادات کے خلاف بھی لکھ سکتا تھا، وہ تو ملحد آدمی تھا؛ لیکن سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس نے کتاب لکھی ''**علی هامش السيرة**''، اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بڑا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، پتہ نہیں چلتا کہ اس نے اپنے اعتقادات کے خلاف لکھا ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے انسانوں کو پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے وقت کی حفاظت کریں۔ سب سے پہلے یہ درکار ہے کہ آپ اپنی کتاب کو بغیر دیکھے سبق نہ پڑھیں اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ استاذ کے سامنے وقت پر حاضری دیں اور استاذ کے سامنے بیٹھنے کی کوشش کریں اور ان کی تقریروں کو بہت غور وفکر سے سنیں۔

اچھے قطعات اور الفاظ کو محفوظ کریں:

میرے دوستو! بہترین کتابیں دنیا میں شائع ہو رہی ہیں، ہم لوگ جو سرسری طور پر یہ کتابیں پڑھتے ہیں اور دھیان نہیں دیتے، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ کتنے طلبہ ایسے ہیں جو ''مختارات'' پڑھتے ہیں اور ان کو مختارات کا ایک قطعہ بھی یاد نہیں ہوتا۔ کتنے طلبہ ہیں جو ''**نفحة العرب**'' پڑھتے ہیں اور اس میں جو اشعار آتے ہیں ان

میں سے ایک شعر بھی یاد نہیں۔ یہ بات طالب علموں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ عربی کے اچھے جملے پڑھیں اور ان کو یاد نہ کریں، اچھی عبارتوں اور اچھے اشعار کا یاد کرنا طلبہ کے لیے ضروری ہے۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ترکیسر تشریف لائے تھے، ہم نے اردو کی جماعت کو حضرت کے سامنے بٹھایا تو حضرت نے فرمایا پڑھو، لڑکوں نے پڑھنا شروع کیا، حضرت دیکھتے رہے، ایک طالب علم نے پڑھا، پھر دوسرے نے پڑھا، اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب کتابیں بند کردو، سب کی کتابیں بند کرادیں اور کہا آپ میں سے جس طالب علم کو جو بھی نظم یاد ہو وہ سنائے، ایک بھی طالب علم کو کوئی نظم یاد نہ تھی چوں کہ ہمارے یہاں گجرات میں اس کا رواج نہیں تھا کہ طلبہ اردو نظمیں یاد کریں، اس وقت طلبہ کے سامنے کچھ نہیں کہا؛ لیکن جب طلبہ باہر نکل گئے تو مجھ سے کہا کہ مولانا یہ بات ٹھیک نہیں ہے، جتنی نظمیں ہیں وہ سب کی سب ان کو یاد ہونی چاہیے۔ مولانا اسماعیل خان صاحب میرٹھیؒ نے جو نظمیں لکھی ہیں، اس میں انہوں نے زبان سکھائی ہے اور عقیدے بھی سکھائے ہیں۔ گائے کے سبق میں لکھتے ہیں ؎

رب کا شکر ادا کر بھائی ، جس نے ہماری گائے بنائی
دودھ، دہی اور مٹھا اور مسکہ، دے نہ خدا تو کس کے بس کا

پہلے مصرع میں چار لفظ سکھا رہے ہیں، دودھ' دہی' مٹھا' مسکہ اور دوسرے مصرع میں کہہ رہے ہیں ''دے نہ خدا تو کس کے بس کا''، یہ خوبی ہے مولانا اسماعیل خان صاحبؒ کی۔

حضرت مفکر اسلامؒ کی ادبی خصوصیات:

ایسی بہت سی خوبیاں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی ''قصص النبیین'' میں ہیں، طلبہ اس کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ حضرت مولانا نے جہاں وہ قصہ نقل کیا کہ بادشاہ کے سامنے کہا گیا کہ ''ربي الذي يحيي ويميت'' تو اس نے کہا ''أنا أحيي وأميت''، اس نے دو آدمیوں کو بلایا، ایک کو قتل کرایا اور دوسرے کو چھوڑ دیا تو وہاں حضرت مولاناؒ نے ''قصص النبیین'' میں ایک جملہ لکھا ہے اور کیسا جان دار جملہ ہے ''وکان الملک غبیًا وکذالک کل کافر'' دنیا میں ہر کافر غبی ہے، اس لیے کہ جو انسان اس سرزمین پر آیات و انفس ''إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِأُوْلِي الْأَلْبَابِ''(۱) دیکھ کر بھی اللہ کے وجود کی وحدانیت کو نہیں پکڑ سکتا وہ غبی ہے۔ حضرت مولانا جو کہنا چاہتے ہیں وہ چھوٹا سا جملہ ہے ''وکذالک کل کافر''، لیکن ہم لوگ سرسری طور پر گزر جاتے ہیں۔ حضرت مولانا نے یہ کوشش کی ہے کہ ''قصص النبیین'' پڑھنے والے بچوں کے دلوں میں انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی عظمت پیدا ہو، حضرت نے ہر نبیؑ کے بارے میں بہت وقیع کلمات لکھے ہیں، وہ چھوٹے بچوں کے دلوں میں انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہ خاص چیز تھی جو حضرت نے ''قصص النبیین'' میں لکھی۔ اسی طرح حضرت نے ''مختارات'' میں بھی بہت سی مفید چیزیں طلبہ کے لیے پیش کی ہیں، ہم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ مجھے آپ کے یہاں کا حال کچھ معلوم نہیں ہے،

(۱) آل عمران: آیت ۱۹۰

کسی طالبِ علم سے میری گفتگو بھی نہیں ہوئی ہے، میں اپنے گجرات کے مدرسوں کی بات کرتا ہوں، ایک طالب علم سے میں نے پوچھا کہ حضرت مولاناؒ نے جو حاشیہ میں بعض چیزیں لکھی ہیں اس کو تم نے پڑھا، اس نے کہا ہم حاشیہ کبھی نہیں دیکھتے، ہم نے کہا کہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فضول نہیں لکھ دیا ہے، کچھ کام کی وجہ سے حاشیہ لکھا ہے کہ صاحبِ قطعہ کون ہیں؟ ان کے اسلوب کی خصوصیات کیا ہیں؟ یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ طٰہٰ حسین کی کیا خصوصیات ہیں؟ احمد امین، احمد حسن زیات اور محمود عقاد کیسا لکھتے ہیں؟ اگر آپ اس کی طرف توجہ نہیں کریں گے تو کیسے بات بنے گی۔

مولانا احمد علی سہارن پوریؒ کے حاشیۂ بخاری کی اشاعت:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا عظیم موقع عنایت فرمایا ہے، اتنا بڑا مدرسہ جہاں باغ و بہار اور گل کھلے ہوئے ہیں، یہاں کا آج کتب خانہ دیکھا، اتنا عظیم کتب خانہ بہت کم جگہوں پر ہے، میرا اکثر مدرسوں میں جانا ہوتا ہے اور کتب خانوں کو دیکھتا ہوں، مجھے خود کتابوں کا شوق ہے اور یہی شوق مجھے یہاں حضرت مولانا کی خدمت میں لے آیا، میں نے حضرت کو بخاری شریف کے لیے فون کیا، اصل میں حضرت نے ابوظبی سے فون کیا کہ الحمد للہ! بخاری شریف چھپ کر آئی ہے اور شاہ عبداللہ خادم حرمین شرفین کو بھی ایک نسخہ بھیجا تو میں نے درخواست کی کہ یہاں بھی ایک عبداللہ غریب ہے تو حضرت نے کہا کہ گجرات میں سب سے پہلا نسخہ آپ کے پاس جائے گا۔ پھر بتایا کہ اعظم گڈھ کتاب پہنچ چکی ہے، وہاں سے حاصل کرلیں تو میں نے ابھی چار پانچ دن پہلے حضرت کو فون کیا کہ ''ترکیسر'' سے ایک استاذ کو بھیج

رہا ہوں تا کہ وہ کتاب لے کر آجائیں، اس لیے میں آدمی بھیجنا چاہتا تھا کہ ”دلی“ سے میں نے کئی کتابیں منگائیں وہ گم ہوگئیں مجھے ملی نہیں۔ مجھے ڈاکٹر نذیر احمد کا ترجمہ دیکھنے کا بڑا شوق تھا وہ اردو زبان کا بڑا فصیح ترجمہ ہے، میں نے دیکھا نہیں تھا، ہمیں چاہیے کہ شاہ عبدالقادرؒ، مولانا احمد سعید اور مولانا نذیر احمد کے ترجمے کا تقابلی مطالعہ کریں، تینوں ترجمے کو سامنے رکھیں کہ ان حضرات کے ترجموں میں کیا فرق ہے، انہوں نے ایک سو سال پہلے کی اردو کیسی لکھی ہے، میں نے ایک دوست حارث بھائی کو لکھا، وہ میرے جاننے والے ہیں، انہوں نے تلاش کر کے خرید کر بھیجا، تین مہینے ہو گئے وہ کتاب ابھی تک ملی نہیں اور میرا سفر ہوگیا ”ٹورنٹو“ (کینیڈا) کا، وہاں ان کے چچا ہیں شمیم صاحب تو میں نے کہا کہ حارث بھائی کو فون کیا تھا، انہوں نے کتاب بھیجی اور وہ مجھے ملی نہیں، ایسی چار پانچ کتابیں میری گم ہوگئیں، آج کل ڈاک والے بڑے مہربان ہیں، اردو کتابیں اور رسالے ہم تک پہنچنے نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے! تو مجھے خطرہ ہوا کہ یہ قیمتی کتاب جو حضرت نے پانچ سال محنت کے بعد تیار کرائی، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ راستے میں ادھر ادھر ہو جائے، اس لیے میں نے چاہا کہ آدمی بھیج کر کتاب منگاؤں، پھر حضرت نے کہا نہیں آپ کا یہاں آنا ضروری ہے، میں نے سوچا کہ ہمیں جانا چاہیے، یہ ہمارا فرض ہے کہ حضرت کی اس عظیم خدمت پر کلماتِ تشکر پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے اور خاص طور سے اہلِ علم کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، آپ نے جو مشقتیں برداشت کی ہیں وہ خالی نہیں جائیں گی۔

ڈاکٹر ابولبابہ صاحب کی رائے:

ڈاکٹر ابولبابہ طاہر حسین جامعہ زیتونہ کے رئیس نے ایک اچھی بات لکھی ہے:

”والشيخ تقي الدين الندوي وظّف خِبرة أكثر من نصف قرن من الدراسة والبحث والتحقيق، في خدمة هذا السفر الجليل، فقدم نصوصا ونسخا من ”الصحيح“ حَسيبة نَسيبة لا دَعِيَ فيها، جليّة لا غموض فيها، حافلة بألوان من العلوم والمعارف تنير العقل، وتسعد القلب وتطمئن النفس۔

إن ما قدمه الشيخ الندوي لدينه وأمته بإخراجه هذا السفرَ الجليلَ لا يوفيه عليه أجره إلا الله، فنسأله تعالى أن يُجزِلَ له المثوبة ويُعْلِي له الدرجة، وأن يُرضيه عنه“۔(۱)

یہ دعائیہ کلمات عرب کے ایک بہت بڑے عالم کے ہیں اور یہ بہت وقیع چیز ہے، جو حضرت مولانا کے لیے اور ہم سب کے لیے خوشی کی بات ہے کہ عرب کے ممتاز علما اس کو حسنِ قبول سے لے رہے ہیں اور اتنی دعائیں کر رہے ہیں، رات میں نے اس کو پڑھا تو سوچا کہ آپ میں سے بہت سے حضرات کو بہت دیر کے بعد اس کا مقدمہ پڑھنے کی نوبت آئے گی، یہ بھی ایک مصیبت ہے ہمارے مدرسوں میں کہ کتابیں آجاتی ہیں، چھ چھ مہینے گزر جاتے ہیں لیکن لوگ ان کو ہاتھ نہیں لگاتے، ان کو دیکھتے بھی نہیں کہ کیا کتاب آئی ہے؛ حالاں کہ جو علم کے شائق لوگ ہیں ان کو رات

(۱) الجامع الصحيح بحاشية أحمد علي السهارنفوري رحمه الله: ۱/۶۸،۶۹

کی نیند ترک کرکے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ نئی کتاب آئی ہے، اس میں کیا چیز ہے، اسی لیے جب رات کو نیند نہیں آرہی تھی تو الٹ پلٹ کے بجائے میں نے وضو کیا اور مولانا کی کتاب لے کر بیٹھا اور تقریباً ستر (۷۰) صفحے پڑھے، اس کے بعد غنودگی طاری ہونے لگی تو لیٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ ذوق نصیب فرمائے کہ ہم کتابوں کے کیڑے بن جائیں، جیسے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا کہ بھائی کسی کتاب کو سرسری طور پر پڑھنا کافی نہیں ہے، آپ کتاب کو اتنی مرتبہ پڑھیں کہ آپ کو اس کی عبارتیں محفوظ ہوجائیں یہ ضروری ہے، تبھی جا کر اچھی عبارت آپ بول سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں، جب تک اچھے کلمات ہمارے ذہن میں محفوظ نہ ہوں ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ ہم اچھی عبارت لکھ پائیں یا اچھی عبارت بول سکیں، یہ بہت مشکل کام ہے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے یہاں رہنے کو قبول فرمائے، میں بالکل دیہاتی آدمی ہوں، میری کوئی زیادہ علمی لیاقت بھی نہیں ہے، لیکن مولانا کی محبت ہے، حضرت نے از راہِ کرم اور از راہِ شفقت یہ جلسہ منعقد کیا اور مجھے یہاں بٹھا دیا، میں سوچ رہا تھا کہ اتنے علما وفضلا کے سامنے میں کیا بات کروں؟ مجھے تو کوئی سلیقہ بھی نہیں، میں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ چند منٹ مجھ سے کوئی مفید بات کہلا دے، میں نے سوچا کہ حضرت کی جو خدمت ہے اسی پر آپ حضرات کے سامنے بات کروں، یہ بہت قابل قدر بات ہے؛ آپ کو اور ہمیں اس سے نصیحت حاصل کرکے ایسی خدمت اور محنت کرنی چاہیے۔

عنداللہ مسئولیت کا احساس پیدا کریں:

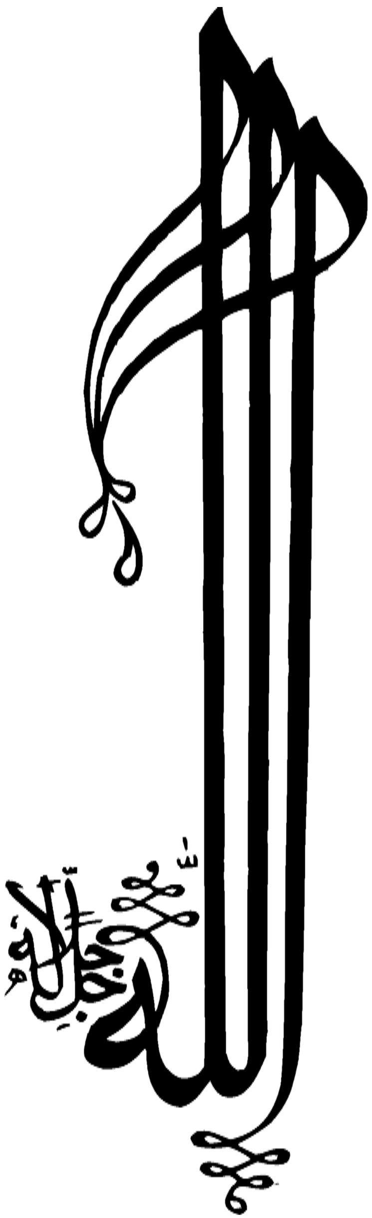
ہمارا ایک منٹ بھی مدرسہ کے اندر ضائع نہیں ہونا چاہیے کہ قوم نے پیسہ دیا ہے اور کہاں کہاں سے مولانا انتظام کرتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ تعالیٰ کی آپ لوگ امانت ہیں۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ جامع ازہر گئے تھے اور ازہر کے طلبہ کی حالت دیکھ کر حضرت مولانا کو بہت تکلیف ہوئی تھی، انہوں نے شیخ الازہر سے بات کی کہ جامع ازہر عالم اسلام کا مرکز ہے، یہاں کے طلبہ میں دین کا جذبہ اور دین کی تڑپ ہونی چاہیے، بہت تفصیل سے گفتگو کی تو شیخ الازہر نے کہا کہ شیخ ابوالحسن جو بات آپ زبانی کہہ رہے ہیں مجھے لکھ کر دیں تاکہ میں اپنی لجنہ کے سامنے پیش کروں، حضرت مولانا رات بھر بیٹھے اور انہوں نے ایک تحریر تیار فرمائی اور صبح ''وکیل الازہر'' کو پیش کیا، حضرت مولانا کی عبارت دیکھ کر وہ سمجھے کہ کسی عرب یونی ورسٹی کے یہ فاضل ہیں، انہوں نے کہا آپ نے عرب میں کہاں تعلیم حاصل کی؟ حضرت نے فرمایا کہ میں ہندوستان سے باہر پڑھنے گیا ہی نہیں، یہ تو میرا پہلا سفر ہے، وہ بہت تعجب کرنے لگے کہ ایک ہندوستانی آدمی نے اس طرح فصیح وبلیغ عبارت میں اس طرح یہ رپورٹ تیار کی۔ خیر! مجھے تو اس میں سے ایک جملہ یہ سنانا ہے کہ ازہر کے علما کو خطاب کرکے حضرت مولاناؒ نے ایک جملہ لکھا وہ یہ تھا ''فَقَدْ أَلْقَى الْقَوْمُ أَفْلاذَ كَبِدِهِمْ أَمَامَكُمْ وَ أَنْتُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' قوم نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے سامنے لاکر ڈالا ہے، قیامت کے دن ان کے بارے میں پوچھے جاؤ گے، ہر مدرس خواہ وہ کسی بھی مدرسہ میں پڑھاتا ہو اس کو یہ جملہ لکھ کر رکھنا

چاہیے کہ قوم نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو ہمارے سامنے لاکر ڈالا ہے اور ہم قیامت کے دن ان کے بارے میں پوچھے جائیں گے اور ہمارے اسلاف میں یہی سوز تھا، اگر کوئی طالب علم ان کے پاس جاتا تھا تو وہ سوچتے تھے کہ یہ آیا ہے تو میں اس کو کیسے سمجھاؤں۔ یہ ہمارے اکابرین جن کو ہم بزرگ مانتے ہیں، جو ہمارے ائمہ تھے، ان کے اندر کیسا سوز تھا۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ہمیشہ یہ مصرع پڑھتے تھے۔

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر

سوز جگر نہ ہو تو سارے نقش نا تمام ہیں، اللہ تعالیٰ پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں کو سوز جگر عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!



(۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی دعوت کی بصیرت

حضرت مفکر ملت مدظلہ کا یہ بیان
۱۶ر دسمبر ۲۰۰۴ء کو جامع مسجد لوسا کا میں ایک تبلیغی اجتماع میں ہوا تھا۔ بیان میں حضرت والا نے دعوت کی بصیرت پر بہت چشم کشا اور بصیرت افروز باتیں پیش فرمائی ہیں۔

الحمد للّٰہ، نحمدہ و نستعینه و نستغفرہ، و نؤمن به و نتو کل علیه، و نعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا و من سیئات أعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل له و من یضلله فلا ھادي له، و نشھد أن لا إله إلا اللّٰہ و حدہ لا شریک له، و نشھد أن سیدنا و مولانا محمدًا عبدہ و رسوله، أرسله اللّٰہ تبارک و تعالیٰ إلی کافة الناس بشیرًا و نذیرًا، و داعیًا إلی اللّٰہ بإذنه و سراجًا و قمرًا منیرًا۔ أما بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا، وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔(۱) وَقَالَ تَعَالٰی فِي مَقَامٍ أخر: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ(۲) صدق اللّٰہ العظیم!

بزرگانِ محترم! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے اس دنیا میں پیغمبر مبعوث فرمائے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی زمانہ خالی نہیں رہا اس بات سے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو نہ بھیجا ہو، پے در پے پیغمبر آئے، قرآن کریم میں آیا ہے ”ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰی“(۳) یعنی ہم نے پے در پے پیغمبروں کو بھیجا؛ تاکہ دنیا میں بسنے والے انسان اپنے پروردگار کے ساتھ تعلق کو قائم رکھیں اور اس دنیا کی ظاہری خوش نمائی دیکھ کر اللہ سے غافل نہ ہو جائیں، دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے سب کی

(۱) سورۂ فصلت: آیت ۳۳ (۲) سورۂ احزاب: آیت ۲۱ (۳) سورۃ المؤمنون: آیت ۴۴

دعوت ایک ہی تھی "یا قوم! اعبدوا اللہ"(۱) اے میری قوم! تم اللہ کی پرستش کرو۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہے جس نے یہ صدا نہ لگائی ہو، ہر علاقہ میں اور ہر زبان جاننے والوں میں اللہ تعالیٰ نے ہادی بھیجا "ولکل قوم ھاد"۔(۲)

خاتم الرسلؐ کی امت خاتم الامم:

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لیے ایک رہنما بھیجا، مختلف علاقوں میں مختلف قوموں کے پاس ہادی بھیجے گئے، سب سے آخر میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "أنا خاتم الأنبياء ولا نبي بعدي"(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کا کام تو بہر حال قیامت تک رہے گا، جتنے انسان آئیں گے وہ اس کے محتاج ہوں گے۔

جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" بنایا اسی طرح اِس امت کو اللہ تعالیٰ نے "خاتم الامم" بنایا، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم الرسل"، یعنی تمام انبیا کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں ویسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کہی جاتی ہے یہ "خاتم الامم" ہے، دنیا میں جتنی قومیں اور امتیں آئیں ان میں سے کوئی قوم اور امت اب آنے والی نہیں ہے،

---

(۱) الاعراف:۵۹، ۶۵، ۸۵، سورۂ ہود علیہ السلام: ۵۰، ۶۱، ۸۴، المؤمنون: ۲۳، العنکبوت: ۳۶

(۲) سورۂ رعد، آیت: ۷ (۳) مسند الرویانی: ۱/ ۲۰۷، الرقم: ۶۴۲

اس امت پر اللہ تعالیٰ نے کارِ نبوت کی یہ ذمہ داری ڈال دی ہے، اس امت کے ہر ہر فرد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام کو لے کر اس دنیا میں زندگی گزارنا چاہیے کہ وہ کارِ نبوت یعنی دعوت کے کام کو اپنا اصل کام سمجھیں اور اللہ کے بندوں کو جو اللہ سے بچھڑ چکے ہیں اور راستہ بھول چکے ہیں ان کو اللہ کی طرف بلایا کریں۔

ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله

اس سے بہتر بات کس شخص کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، جو آدمی بھی اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے وہ بہترین آدمی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"(۱)۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے پیدا فرمایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرے۔

داعیانِ اسلام کا امتداد:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کوئی صدی خالی نہیں گئی جس میں داعی الی اللہ پیدا نہ ہوئے ہوں، ہر ملک میں پیدا ہوئے، بیچارے ہمارے نوجوان جب جماعت میں لگتے ہیں تو یہ بات ان کے ذہن میں نہیں رہتی۔

ایک پڑھے لکھے آدمی تھے، بہت زور سے تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا: پانچ سو سال تک دعوت کا کام نہیں ہوا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) آل عمران: آیت ۱۱۰

آئے اورانہوں نے دعوت کا کام شروع کیا، میں سنتا رہا،تقریر کے بعد میں نے ایک طرف لے جاکر ان کو سمجھایا کہ آپ آیندہ ایسی بات نہ کریں، اس لیے کہ میرے اور آپ کے سردار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایک مجدد بھیجتا ہے جو اس دین کی تجدید کرتا ہے، حدیث شریف کے الفاظ ہیں ”**إن اللہ یبعث لھذہ الأمة علی رأس کل مأة سنة من یجدد لھا دینھا**“۔(۱)

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان:

ہر صدی میں اللہ تعالیٰ ایسے علما پیدا فرماتے ہیں جو اس دور کے حالات کے مطابق دین کی دعوت کا کام کرتے ہیں، میں نے ان سے درخواست کی کہ کم از کم آپ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ”تاریخ دعوت وعزیمت“ کے پانچ حصے پڑھ لیں، جس میں حضرت مولانا نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تک مسلسل مجددین کے کارناموں کو ذکر کیا، کسی نے خانقاہ میں بیٹھ کر مکتوبات لکھے، شیخ احمد سرہندیؒ جن کو دنیا مجدد الف ثانی (ہزارۂ دوم کے مجدد) سے یاد کرتی ہے، اسلامی تاریخ کے ایک ہزار سال گزر گئے اور دوسرا ہزارہ شروع ہوا، اس وقت اکبر کے دینِ الٰہی کی وجہ سے پورے ہندوستان کی فضا خراب ہو چکی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب ہندوستان سے دین بالکل مٹ جائے گا یا اس کی شکل بالکل بدل جائے گی، اکبر کے زمانہ میں پورے ہندوستان کے حالات خراب ہو گئے تھے اور اسی لیے دوسری قوم میں اس کو بہت بڑھاتی چڑھاتی ہیں، وہ کہتے ہیں

(۱) ابوداود: ۴۲۹۳

”Akbar is a great“ وہ اس کو اکبر اعظم کہتے ہیں کہ اس نے اسلام کو نقصان پہنچایا، اللہ تعالیٰ نے سرہند شریف پنجاب میں ایک فقیر کو پیدا فرمایا جن کو ہم اور آپ شیخ احمد سرہندی کے نام سے پہچانتے ہیں، اللہ اکبر! انہوں نے خطوط لکھنے شروع کیے، علما کو، امرا کو، شہزادوں کو اور تاجروں کو فارسی زبان میں خط لکھے، مجدد صاحب کے خطوط چھپے ہوئے ہیں، آج بھی آپ ان کو پڑھیں تو اثر محسوس ہوتا ہے؛ اس لیے کہ وہ اللہ والے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تجدیدی کام ان کو سپرد کیا تھا، ان کے ان خطوط کی وجہ سے اس دین کی ایسی تجدید ہوئی کہ اکبر کے بعد جب جہاں گیر کا دور آیا تو اسلام پھلتا پھولتا ہو گیا، مؤرخین حیران ہیں کہ یہ کیسا انقلاب آ گیا؟ اکبر نے بالکل فضا بدل ڈالی تھی پھر یہ کون پیدا ہو گیا جس نے اسلام کو زندہ کر دیا، لوگ کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانیؒ نے سرہند کی زمین پر بیٹھ کر اور پھر ان کے صاحب زادہ خواجہ محمد معصومؒ اور ان کے خلفا نے دہلی میں رہ کر دین کی تجدید کا زبردست کام کیا۔

پہنچا تیرا آوازہ ہر ایک شہر میں:

مولانا جلال الدین رومیؒ نے دین کی دعوت کا کام مثنوی کے ذریعہ کیا، مولانا علی میاں صاحبؒ نے بہت تفصیل سے حضرت مولانا رومؒ کی سوانح لکھی ہے، آپ اسے پڑھیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ ”مثنوی شریف“ کے ذریعہ کتنے لوگوں کی زندگی بدل گئی، ابھی دو سال پہلے میں اسٹروکٹن (امریکہ) گیا تھا، میں نے ڈاکٹر مسعود صاحب سے پوچھا کہ امریکہ کے نوجوان اس وقت کون سے مصنف کی کتاب کا بہت زیادہ مطالعہ کرتے ہیں؟ کیوں کہ ہر جگہ کچھ لکھنے والے بہت مشہور ہوتے

ہیں، لوگ ان کی کتابیں زیادہ پسند کرتے ہیں تو میں نے کہا ابھی انگریزی میں کس مصنف کی کتابیں بہت زیادہ مشہور ہیں؟ جن کو نوجوان زیادہ پڑھتے ہوں، مجھے بہت تعجب ہوا جب ڈاکٹر مسعود صاحب نے مجھے یہ کہا کہ امریکہ کے نوجوان مولانا رومی کی ''مثنوی'' بہت پڑھتے ہیں، میں یہ سن کر حیران رہ گیا، دوسرے دن جب ہم برکلی یونی ورسٹی (Berkeley university) دیکھنے کے لیے گئے، وہ امریکہ کی بہت بڑی یونی ورسٹی ہے جس میں پینتیس ہزار سے زیادہ اسٹوڈنٹس ہیں اور اتنا بڑا کیمپس ہے کہ آپ چلتے چلتے تھک جائیں اس کی لائبریری مجھے دیکھنی تھی، لائبریری کی تین منزلیں زمین کے نیچے ہیں اور تین منزلیں اوپر ہیں، میں جب برکلی (Berkeley) پہنچا تو وہ مجھے بک اسٹال پر لے گئے جہاں کتابیں بکتی ہیں وہاں ایک الماری میں رومی کی کتابوں کا سیٹ رکھا ہوا تھا، میں نے سوچا اللہ کا وہ بندہ جلال الدین رومی قونیہ میں لیٹا ہوا ہے اور امریکہ میں لوگ اس کی کتابیں پڑھ رہے ہیں، میں گذشتہ ہفتہ قونیہ گیا تھا اور میں نے ان کے مزار کی زیارت کی، ان کے شیخ شمس تبریز تھے جنھوں نے ایک نظر ڈال کر جلال الدین رومی کی زندگی بدل ڈالی تھی ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

مولانا روم کہتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کتابیں پڑھی تھیں؛ لیکن ہم مولائے روم اس وقت تک نہ بنے جب تک ہم نے شمس تبریز کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا، ان لوگوں نے اللہ والوں کی غلامی میں اپنے آپ کو دے دیا اور جب اللہ والوں نے ان پر نظر ڈالی تو ان کی زندگی چمک اٹھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں ایسا نور پیدا

فرمایا کہ پھر عالم کو روشن کیا اور آج تک ''مثنوی'' میں یہ اثر ہے کہ اس کے مطالعہ سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کو ''سید الطائفہ'' کہا جاتا ہے، ہندوستان کے اولیا گروپ کے امام ہیں، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور ان کے پاس باقاعدہ رہے، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ معمولی آدمی نہیں تھے، ہندوستان کے زبردست عالم تھے؛ لیکن انہوں نے بھی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

صوفیا کے ہاتھوں تبلیغِ اسلام:

میں نے ان کے بارے میں ایک کتاب پڑھی جو پاکستان سے چھپی ہے، کتاب کا نام ہے (حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے خلفا) اس کتاب کو پڑھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ اس کتاب کو مختلف زبانوں میں شائع کرنا چاہیے؛ تاکہ ہمارے ذہنوں میں جو غلط فہمی ہے وہ دور ہوجائے، حاجی صاحبؒ نے اپنے خلفا کو مختلف علاقوں میں بٹھایا، کسی کو بنگال میں، کسی کو دکن میں اور فرمایا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے ساتھ جوڑو، خانقاہیں قائم کرو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سنجر سے آئے، اس وقت راجستھان کفر سے بھرا ہوا تھا، ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں قیام کیا، لکڑی کی کھڑاؤں پہنتے تھے، اور اللہ کے بندوں میں دین کی دعوت شروع کی، حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک انگریز کی عبارت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس

آدمی کے ہاتھ پر ۹۰؍ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا، ان بزرگوں نے کبھی بھی دعوت کا کام نہیں چھوڑا۔ ہر ایک کا دعوت کے سلسلہ میں اپنا اسلوب ہوتا تھا، کوئی کتاب کے ذریعہ دعوت دیتا ہے، کوئی خانقاہ کے ذریعہ دعوت دیتا ہے، کوئی اس طریقہ سے دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے جس طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے امت کو جوڑنے کا سلسلہ شروع کیا، یہ سب دعوت کے طریقے ہیں۔

تصوف ودعوت کا باہمی جوڑ:

دعوت الی اللہ کسی ایک طریقہ میں منحصر نہیں ہے، یہ بات سمجھنے کی بہت ضرورت ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے دور کے سب سے بڑے داعی الی اللہ تھے؛ مگر ان کے حالات میں لکھا ہے اور میں نے کئی مرتبہ بزرگوں سے سنا کہ کبھی کبھی وہ پندرہ بیس روز کے لیے ’’نظام الدین‘‘ سے باہر نکل جاتے تھے پھر جب ’’نظام الدین‘‘ میں تشریف لاتے تھے تو فرماتے تھے کہ ہم باہر بہت گھومے پھرے، اس سے ہمارے دل میں کچھ اثرات آگئے؛ چوں کہ اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے دل کی صفائی کا خیال رکھتے ہیں تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے دل کی صفائی کے لیے حضرت رائے پوریؒ کی خانقاہ میں جاتے تھے؛ تاکہ ان کا دل بالکل صاف ہو جائے، خیر! حضرت وہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کچھ دن قیام فرماتے، ہمارے لیے زندگی میں سب سے بڑا نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، ہمارے بزرگوں نے ہمیں ایک بات یہ سمجھائی کہ دین وہ نہیں ہے جس کو ہم دین سمجھیں بل کہ دین وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سمجھایا ہے۔

داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گزینی:

ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کیا تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی داعی الی اللہ اس دنیا کے اندر پیدا نہیں ہوا ہے؛ مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ مکہ کی گلیوں میں جا کر غریبوں کی مدد کرتے تھے، بیواؤں کو تلاش کرتے تھے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے تھے؛ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر داعی الی اللہ کوئی نہیں، معلوم ہوا کہ دعوت الی اللہ کے ساتھ یہ کام جمع ہو سکتے ہیں۔

بخاری شریف میں امام بخاریؒ نے باب باندھا ’’**كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم**‘‘ اس باب کی تیسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت کیا تھی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی تھی کہ آپ کچھ وقت تنہائی میں گزاریں جیسے ہم لوگ سب کام چھوڑ کر کسی خانقاہ میں چلے جاتے ہیں، امام بخاریؒ فرماتے ہیں ’’**وقد حبب إليه الخلاء**‘‘ یہ بخاری شریف کے الفاظ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت ڈال دی گئی تھی، مکہ کے باہر غارِ حراء میں تشریف لے جاتے تھے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے کچھ توشہ لے لیتے تھے اور پہاڑ کے اوپر غارِ حراء میں جا کر اللہ کا نام لیتے تھے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں ’’**وكان يتحنث في غار حراء**‘‘ **يتحنث أي يتعبد**، ’’**يتحنث**‘‘ (۱) کا

(۱) بخاری: الرقم: ۳

مطلب سمجھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تھے؛ اس لیے کہ ابھی وحی تو آئی نہیں تھی، یہ ہر زمانہ کے داعی کے لیے ضروری ہے کہ کچھ وقت وہ خانقاہ میں رہے اور اپنے دل کی صفائی کرے، آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجیے۔

تصوف داعی کا وظیفۂ حیات ہے:

ایک عرب عالم نے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے بارے میں لکھا کہ وہ ہمارے یہاں تشریف لائے اور گورنمنٹ نے ان کے لیے فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرنے کا انتظام کیا، مولانا کے لیے تو بڑے بڑے بادشاہ اور امرا چاہتے تھے کہ ہمارے یہاں ٹھہر جائیں تو حضرت نے فرمایا کہ میرا معمول ہوٹل میں ٹھہرنے کا نہیں ہے؛ چناں چہ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے مسجد کے ایک کمرے میں قیام فرمایا تو ایک عرب عالم نے یہ قصہ بیان کر کے حضرت کے انتقال کے بعد ایک جملہ لکھا جو مجھے بہت پسند آیا، جسے میں نے اپنے مضمون میں بھی لکھا ہے کہ **”إن الداعي إلی اللہ یحتاج إلی تصفیة القلب“** جتنے بھی دعاۃ الی اللہ ہیں وہ اپنے دل کی صفائی کے محتاج ہیں اور حضرت چوں کہ داعی الی اللہ تھے اس لیے مسجد کے کمرے میں ٹھہرتے تھے؛ تاکہ ان کا دل پاک صاف رہے اور یہی وجہ تھی کہ جب حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ تقریر فرماتے تھے تو لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے، ”جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ“ میں عرب کے بڑے بڑے علما اور طلبا کے سامنے بیان کیا تو مجمع میں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جس کی آنکھوں سے آنسو نہ ٹپکے ہوں، آپ نے عرب نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے عرب کے نوجوانو! تم اپنے دلوں پر

اس جملہ کو نقش کر لو جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک زمانہ میں فرمایا تھا **”أینقص الدین و أنا حي“** کیا دین میں کمی ہوسکتی ہے اس حال میں کہ میں زندہ ہوں؟ یعنی آپ اپنی زندگی میں یہ طے کر لیں کہ ہم زندگی کے آخر تک اسی دعوت کا کام کرتے رہیں گے، میری زندگی باقی ہو اور دین میں کمی آجائے ایسا نہیں ہوسکتا، یہ نوجوان اپنے دل پر یہ جملہ لکھ لیں، مولانا نے جب یہ جملہ کہا تو عرب نوجوان رونے لگے، دنیا کے ہر مسلمان نوجوان کی یہی تڑپ ہونی چاہیے، دنیا کے کسی خطہ اور کسی علاقے میں رہ رہا ہو اس کی تڑپ اور فکر یہی ہونا چاہیے کہ **”أینقص الدین و أنا حي“**، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ اپنے دور کے بہت بڑے داعی الی اللہ تھے، کروڑوں روپے دیے گئے لیکن توجہ نہیں دی، شیخ زائد بن سلطان نے ان کے انتقال سے پہلے لاکھوں روپے دیے لیکن ایک پیسہ گھر نہیں لائے، کتابیں لکھتے تھے، تقریریں کرتے تھے، سیاسی جلسوں میں جاتے اور تبلیغی جلسوں میں بھی جاتے لیکن جب تک حضرت رائے پوریؒ زندہ رہے آپ ان کی خانقاہ میں جاتے رہے۔ لوگوں کو بعض مرتبہ غلط فہمیاں بہت ہوجاتی ہیں، علم تھوڑا ہوتا ہے اور اپنی محدود فہم میں اپنے کام کو ایسا سمجھتے ہیں کہ بس یہی ایک کام ہے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔

دین کے کسی بھی شعبہ کو کمتر نہ سمجھیں:

میں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولہ سے پوچھا، وہ جلسے میں تشریف لائے تھے، میں نے کہا مولانا میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، ہم لوگ مدرس ہیں، پڑھاتے ہیں شوال سے لے کر شعبان تک تو ہم درس ہی دیتے

ہیں، صرف جمعہ کو چھٹی ملتی ہے اس کے بعد جب شعبان کی چھٹی ہوتی ہے تو گجرات میں رواج یہ ہے کہ مکتب والے جلسے کرتے ہیں اور ہر جلسے میں اِن عربی مدارس کے علما کو بلاتے ہیں کبھی کبھی تو ایسا ہوا کہ گیارہ شعبان سے لے کر بیس شعبان تک ایک دن بھی ہم گھر نہیں رہے تو اس کو آپ کیوں نہیں کہتے کہ یہ دعوت الی اللہ کے کام میں لگے ہوئے ہیں، یہ سن کر مولانا ہنسنے لگے اور کہا کون اس کو منع کرتا ہے اور جو نا کہتا ہے وہ من اغلاط العوام ہے، جو عوام کی غلطیوں میں شامل ہے۔

قاضی عبدالوہاب صاحب ہمارے گجرات کے امیر تھے، بڑے متقی آدمی تھے، ”رجل بکاء“ یعنی بڑے رونے والے آدمی تھے، ترکیسر تشریف لائے تو حاجی یوسف صاحب کے وہاں ناشتے کی دعوت تھی، پانچ چھ گاڑیاں قاضی صاحب کے ساتھ رہتی تھیں، جب ناشتے سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو موسیٰ بابر صاحب کاوی والے نے میری طرف دیکھ کر یہ کہا کہ قاضی صاحب مولانا کا بہت دنوں سے چلہ نہیں لگا ہے، وہ بڑے داعی الی اللہ تھے لیکن عام آدمی تھے، قاضی صاحب خفا ہو گئے، قاضی صاحب کہنے لگے موسیٰ بابر تم کچھ سمجھ کی بات کرو، اتنے سال سے جماعت میں چل رہے ہو، ابھی تک تمہارے اندر فہم پیدا نہیں ہوا، مولانا مدرسے میں جو کام کر رہے ہیں یہ کیا کام ہے؟ تم یہاں اس طرح کھڑے ہو کر بے سمجھی کی بات کرتے ہو، یہ فہم کی بات ہے کہ ایک عام آدمی مجھ سے اس طرح خطاب کر رہا ہے، یہ کچا پن امت کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ دعوت کا کام بہت اونچا ہے اور میں تو امریکہ کے شان فرانسسکو سے لے کر سارے ممالک گھوم گھام کر آرہا ہوں، برطانیہ میں پندرہ مرتبہ گیا ہوں، اسپین گیا ہوں، پورٹوگل گیا ہوں۔

دین کی فکر اتحاد ومودت کی بنیاد ہے:

میں گذشتہ ہفتہ ترکی گیا تھا تو دیوزبری سے میں نے تبلیغی مرکز کا پتہ لیا تھا، مجھے معلوم تھا کہ یہی جماعت کے لوگ ہماری مدد کر سکتے ہیں تو مولانا یعقوب قاسمی صاحب کو میں نے فون کیا کہ آپ ذرا مرکز سے تبلیغی مرکز کا پتہ لے آیئے، پھر ہم تلاش کرتے کرتے عشا کے وقت مرکز پہنچ گئے اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہاں جاتے ہی ہم کو دو اردو جاننے والے مل گئے، وہ بیچارے ہم کو ایک کمرے میں لے گئے، انہوں نے بہت اکرام کیا اور بہت اصرار کیا کہ آپ یہیں رہیں، ہم نے کہا کہ ہمارا سامان ایک ہوٹل میں رکھا ہوا ہے، انہوں نے کہا اچھا ہم کل صبح اپنا آدمی بھیج کر منگا لیں گے، ہم نے کہا: ٹھیک ہے، وہ دو دن مسلسل اپنی گاڑی لے کر ہمارے ساتھ رہے؛ اس لیے کہ وہ دعوت کے کام میں لگے ہوئے تھے، ان کو علم تھا کہ علما کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے، جماعت میں یہ ساری چیزیں سکھائی جاتی ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور عمل صالح کا اہتمام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں انسانوں کے قلوب میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ”**إن الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا**“(۱) قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سرزمین پر مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے گا۔ کبھی پہچان نہیں، کوئی رشتہ داری نہیں، بس صرف ایک دین کی نسبت پر آدمی پورا پورا دن اپنا کام چھوڑ کر صرف ایمان کے تقاضے کی وجہ سے ساتھ رہتا ہے۔

(۱) سورۂ مریم: آیت ۹۶

پانولی کے ہمارے ایک شاگرد ہیں ان کا نام مولوی سعید ہے، سکرامنٹو میں رہتے ہیں، فلاح دارین کے فاضل ہیں، انہوں نے مجھے فون کیا کہ میرے مدرسے میں پہلی مرتبہ کچھ بچے حافظ قرآن ہو رہے ہیں، اگر آپ یہاں جلسے میں آ جائیں تو مجھے خوشی ہوگی، میں نے کہا بہت اچھا! اپنے بچے جہاں کہیں کام کرتے ہیں ان کی خدمت کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے، انہوں نے ٹورنٹو سے سکرامنٹو تک کا میرا جو ٹکٹ بنایا اس میں درمیان میں مجھے ایک جگہ ہوائی جہاز بدلنا تھا، میں نے ان کو فون کیا کہ میں اس طرح سفر نہیں کرسکوں گا اس لیے کہ امریکہ کے ہوائی اڈے بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں، مجھے پتہ ہی نہیں چلے گا کہ یہاں اتر کر اب مجھے کون سے ہوائی جہاز پر چڑھنا ہے، میں انگریزی جانتا نہیں ہوں تو مولانا سعید صاحب نے مجھے کہا آپ فکر نہ کریں، اسی شہر میں میرے کچھ جاننے والے ہیں میں ان کو فون کرتا ہوں، وہ وہاں آئیں گے اور آپ کو دوسرے جہاز میں بٹھا دیں گے، میں نے کہا ٹھیک ہے، چناں چہ میں جب وہاں پہنچا اور جیسے ہوائی جہاز سے باہر نکلا تو تین آدمیوں کو باہر کھڑے دیکھا، ماشاء اللہ سب کے چہرے پر ڈاڑھی تھی، سر پر عمامہ تھا اور وہیل چیئر لے کر کھڑے تھے، جہاں مجھے جانا تھا وہ کافی دور تھا، وہ لے گئے اور جب اس کے قریب مجھے کرسی پر بٹھا دیا تو انہوں نے کہا آج ہمارا گشت کا دن ہے، اگر آپ ہمت کریں تو آپ ہمارے ساتھ شہر میں چلیں؛ چوں کہ آپ کے ہوائی جہاز کو ساڑھے تین گھنٹے باقی ہیں، ہم آپ کو وقت پر لے آئیں گے اور اگر آپ کی طبیعت نہ چاہے تو یہیں رہیں، یہ کھانا ہے، مصلی ہے، مشروب ہے اور یہ دو آدمی آپ کی خدمت کے لیے ہیں اور وہ جو آدمی مجھ سے بات کر رہے تھے وہ پاکستان کے ڈاکٹر تھے اور

اس شہر میں مطب کھول رکھا تھا، وہ مطب چھوڑ کر میرے پاس آئے اور میرے لیے ساری سہولتیں مہیا کیں، یہ دینی دعوت کا اثر ہے ورنہ امریکہ میں کوئی آدمی پانچ منٹ نہیں دے سکتا؛ لیکن دین کی دعوت جب انسانوں میں آتی ہے تو پھر ان کے اخلاق بدل جاتے ہیں، پھر وہ تاجر ہوگا تو زندگی بدلے گی، وہ ڈاکٹر ہوگا تو اس کی زندگی بدلے گی، وہ مدرس ہوگا تو اس کی زندگی بدلے گی، وہ کسی یونی ورسٹی کا پروفیسر ہوگا تو اس کی زندگی بدلے گی اور حضرت مولانا الیاس صاحبؒ یہی کام کرنا چاہتے تھے کہ انسانوں کے ہر طبقے میں دین کی دعوت دے کر یہ فکر پیدا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ ان کو وابستہ کیا جائے تاکہ امت کے سارے افراد جڑے رہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جو آخری تقریر ''امت بنے'' کے بارے میں لاہور میں ہوئی تھی وہ چھپی ہوئی ہے، حضرت مولانا نے اس میں فرمایا لوگ اتحاد پیدا کرنے کے لیے انجمن قائم کرتے ہیں۔ بھائیو! انجمن قائم کرنے سے اتحاد اور اتفاق قائم نہیں ہوتا، دین کی فکر پیدا کرو خود ہی اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے گا، قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا، واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم، فأصبحتم بنعمته إخوانا، وكنتم على شفا حفرة من النار فأنقذكم منها**''(۱) ''اور تم اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی یعنی دین کو مضبوط پکڑ لو اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی، جب کہ تم دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے

(۱) آل عمران: ۱۰۳

تمہارے دل جوڑ دیئے، پھر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی بن گئے اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہاں سے بچالیا‘‘۔ اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو، تم تو ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک دوسرے کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے، یہ دین کی دعوت نے تم کو بھائی بھائی بنا دیا، جو کل ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے لیے راضی نہیں تھے وہ ایسے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے کہ اپنی بیویوں کو طلاق دینے کے لیے تیار ہوگئے کہ میرے پاس دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں آپ اس سے شادی کرلو، میرے پاس اتنا مال ہے میں آدھا مال آپ کو دیتا ہوں، مہاجرین اور انصار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات فرمائی تھی تو دین کی دعوت کی برکت سے مدینہ کا ماحول بھی بدل گیا۔

دعوت کے مختلف شعبے:

اس میں تو کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اگر کوئی دنیا میں سکون کی زندگی چاہتا ہے تو اس کو دعوت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، اب سوال یہ ہے کہ دعوت کا راستہ اور اس کا طریقہ صرف ایک ہی ہے یا مختلف؟

کچھ لوگوں کا خیال یہی ہے کہ دعوت وتبلیغ ہی دعوت الی اللہ کا راستہ ہے؛ حالاں کہ یہ درست نہیں، حضرت تھانویؒ تھانہ بھون میں بیٹھ گئے، آپ نے صدہا انسانوں کی زندگی بدل ڈالی، ان میں بہت بڑے بڑے پروفیسر اور اخبار نویس بھی ہوتے تھے، سید سلیمان ندویؒ جیسا مؤرخ ہندوستان میں نہیں تھا، خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اسکول کے انسپکٹر تھے، حضرت کے وہاں گئے تو زندگی بدل گئی، عبدالماجد دریابادیؒ

ملحد ہو چکے تھے، وہ اس زمانہ کے ’’ایم-اے‘‘ تھے، انہوں نے سائیکولوجی پر ایک کتاب بھی لکھی تھی، جس کو لندن کے پبلیشر نے شائع کیا؛ لیکن جب انہوں نے حضرت تھانویؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو عبدالماجد دریابادی، مولانا عبدالماجد دریابادی بن گئے، کیا یہ دعوت الی اللہ نہیں ہے؟ کیا حضرت تھانویؒ نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا؟ ایک آدمی خانقاہ میں اسی لیے بیٹھتا ہے تاکہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے ساتھ جوڑے، ہم جو تبلیغ میں جاتے ہیں تو ہمارا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ کے بندے جو ادھر ادھر ہیں ان کو مسجد میں لائیں اور وہ اللہ سے جڑ جائیں، مقصد ایک ہی ہے، عربی کا ایک شعر ہے ؎

عباراتنا شتى وحسنك واحد   وكل إلى ذاك الجمال يشير

ترجمہ: ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور تیرا حسن تو ایک ہی ہے،
ہر ایک اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مجھے اگر انڈیا جانا ہے تو وایا نیروبی جاؤں یا وایا اتھوپیا، غرض یہ کہ کوئی بھی راستہ اختیار کروں جانا تو انڈیا ہی ہے، راستے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن منزل ایک ہی ہے، اسی طرح اللہ کے بندوں کو اللہ تک پہنچانا مقصد ہے اور یہ ضروری ہے، اب راستہ کوئی بھی ہو سکتا ہے اور دعوت کا کام ہر ایک کے لیے ضروری ہے، اب اس دعوت کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دنیا میں عمومی طور پر چلایا، اس کا لوگوں کی زندگی میں بڑا اثر ہے۔ جب میں پیٹ روئڈ (امریکہ) کے اجتماع میں گیا تو دیکھا کہ پانچ ہزار آدمی ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں، میں سوچنے لگا کہ امریکہ میں اتنے آدمی جمع ہیں اور ایک آدمی کو دیکھا سفید عمامہ باندھے ہوئے ہیں، صبح سے بھاگ دوڑ میں

مصروف تھے، چپل کا بھی ٹھکانہ نہیں تھا، میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہیں تو کہا اس شہر کے سب سے بڑے ڈاکٹر ہیں۔

اس دعوت کے کام نے ڈاکٹروں کی زندگی بدل ڈالی، انجینئروں کی زندگی بدل ڈالی، ہم اس کام کی اہمیت سمجھتے ہیں کہ یہ کتنا عظیم کام ہے؛ لیکن کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو ان کی بھی اصلاح ضروری ہے۔

ایک بے مثال نکتہ:

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ''نظام تعلیم وتربیت'' میں ''**اقرأ باسم ربک الذي خلق**'' (۱) پر ایک نکتہ لکھا ہے، حضرات مفسرینِ کرام نے اس کی الگ الگ انداز میں تفسیر کی ہے لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم عطا کیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا، ''**علم الإنسان ما لم یعلم**'' کہتے ہیں کہ جب آدمی کسی چیز کو جانتا نہ ہو پھر وہ جاننے لگے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ تکبر کرنے لگتا ہے، تین چلّہ لگا کر آیا اب کچھ جاننے لگا تو وہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان مولویوں کی مجھے کیا ضرورت ہے، میں جماعت میں جاتا ہوں مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہمیں علما کی ضرورت نہیں ''**أن رأه استغنی**'' حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ جب وہ یہ سمجھنے لگتا ہے حالاں کہ وہ آگے کی آیت نہیں پڑھتا ''**إن إلی ربک الرجعي**'' ارے! اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو جو تمہیں علم دے کر اوپر اٹھا رہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان بہکا دے اور تم بڑی بڑی باتیں کرنے لگو۔

(۱) سورۃ العلق: آیت ۱

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک اہم ملفوظ:

اسی لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بہت کثرت سے لوگوں کو کہتے تھے کہ علما کے بارے میں اپنی زبان مت کھولو، میں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو نہیں دیکھا، لیکن حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ جب بھوپال اجتماع میں تشریف لے گئے اس وقت ہم ڈابھیل میں پڑھاتے تھے تو ہم بھی بھوپال گئے تھے، ہمارے ساتھ مولانا عمر صاحب تھے، نیز حاجی علاؤالدین صاحب بھی تھے، ابھی اجتماع شروع نہیں ہوا تھا کہ مسجد عبدالشکور میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ساتھ کافی وقت گزارے ہوئے ایک میاں جی محراب میواتی تھے، روزانہ فجر کے بعد ان کا بیان ہوتا تھا، وہ بڑی عجیب عجیب باتیں بیان کرتے تھے اور چوں کہ انہوں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ساتھ کافی وقت لگایا تھا اس لیے ان کی باتوں میں اثر بھی بہت تھا، انہوں نے فجر کی نماز کے بعد منبر پر بیٹھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک ملفوظ نقل فرمایا، کہا اے لوگو! میں نے بارہا حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے سنا کہ تم علما کے بارے میں بدگوئی مت کرو، اگر قرآن مجید کے اندر کتابت کی کوئی غلطی ہو جائے تو اس غلطی کی وجہ سے اس کو پھینکا نہیں جاتا بل کہ آپ اس کو بوسہ دیتے ہیں اور ادب سے رکھتے ہیں، اسی طرح اگر علمائے کرام سے کوئی غلطی ہو جائے تب بھی اس کی اشاعت مت کرو، وہ کوئی فرشتہ نہیں ہیں، تنہائی میں کوشش کرو کہ اس کی اصلاح ہو جائے تا کہ اس کے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ علم والا اور بلا علم والے میں بڑا فرق ہے، قرآن کہتا ہے ''**قل هل یستوي الذین**

یعلمون والذین لا یعلمون"(۱) کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے ہیں وہ برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، استفہام انکاری ہے۔

دل کے دریچے سے:

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک مرتبہ اپنی خانقاہ میں تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور کسی بات پر ذکر چلا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ علما کی غلطیاں نکالتے رہتے ہیں یہ سن کر حضرت سیدھے بیٹھ گئے اور حضرتؒ نے جلال میں آکر فرمایا ایسے آدمی کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے اور جس کو یقین نہ ہو قبر کھول کر دیکھ لے، ڈرنے کی بات ہے، اللہ ہمیں توفیق دے، ہم دین کا کام کریں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو علما کے ساتھ وابستہ بھی رکھیں، اس مسجد میں بیٹھ کر اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے دل کھول کر یہ بات کروں، دیکھو! میں نے بھی نفسیات (سائکولوجی) کی کتاب پڑھی ہے اور مجھے معلوم ہے کہ لوگوں کو کس طرح خوش کرنا چاہیے، میں آپ کے سامنے میٹھی میٹھی باتیں کرسکتا ہوں یہ بھی مجھے آتا ہے، ہماری تو پوری زندگی پڑھنے پڑھانے میں گزری ہے؛ لیکن حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مولانا! وعظ کڑوا ہوتا ہے اور علما کا کام یہ ہے کہ جہاں کہیں لوگوں کو راستہ سے ادھر ادھر دیکھیں تو صاف طور پر بیان کریں کہ یہ غلط ہے اور دین وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

(۱) سورۃ الزمر:۹

داعی الی اللہ کے اوصاف:

"بخاری شریف" میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا "اقرأ" (پڑھئے!) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما أنا بقارئ" کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا زور سے دبایا اور چھوڑ دیا، پھر انہوں نے فرمایا "اقرأ" (پڑھیے)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما أنا بقارئ" میں پڑھنا نہیں جانتا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ زور سے دبا کر چھوڑ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "اقرأ" (پڑھیے)(۱)، جب یہ واقعہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء سے نیچے آئے اور سیدھے ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وأرضاها کے پاس گھر آئے اور گھر میں آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زملوني زملوني" مجھے کمبل اُڑھاؤ، مجھے کمبل اُڑھاؤ، "إني خشيت على نفسي"، مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تو اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو جملے کہے ان کو امام بخاریؒ نقل فرما رہے ہیں، ان ہی کو میں نے لکھا ہے؛ تاکہ میں آپ لوگوں کو بتلاؤں کہ داعی الی اللہ کے اوصاف کیا ہوتے ہیں، ان اوصاف کا خلاصہ لوگوں کی خدمت ہے، جس کو آج کل ہم سماج سیوا کہتے ہیں، سماج سیوا (رفاہ عام کے کام) دعوت الی اللہ کے ساتھ ضروری ہے، امام بخاریؒ

(۱) صحیح بخاری: حدیث ۳

نے یہ لکھا کہ ”**فقالت خديجة كلا والله لا يخزيك الله أبدا**“قسم خدائے پاک کی! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کریں گے، بھائی! کیوں رسوا نہیں کریں گے؟ ”**إنك لتصل الرحم**“ اس لیے کہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، یہ وحی آنے سے پہلے کے کام ہیں، ”**وتحمل الكل**“ جن پر تکالیف اور مصائب ہیں، آپ ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ”**وتكسب المعدوم**“جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا آپ ان کو دیتے ہیں، مکہ کی سوسائٹی میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں کہ کون دکھی ہے؟ کون غریب ہے؟ آپ ان کی مدد کرتے ہیں، کون یتیم ہے؟ آپ ان کی پرورش فرماتے ہیں، کون بیچارہ اپاہج ہے؟ آپ اس کی مدد فرماتے ہیں، سیدتنا حضرت خدیجہؓ کا پورا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی مدد میں صرف فرما دیا تھا، کیا وحی آنے سے پہلے مکہ میں مسلمان آباد تھے؟ ہرگز نہیں بل کہ مکہ میں وہ لوگ تھے جو ابھی کفر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سارا سلوک ان کے ساتھ کر رہے ہیں، امام بخاریؒ آگے فرماتے ہیں: ”**وتقري الضيف**“ آپ تو مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، ”**وتعين على نوائب الحق**“ راہ حق میں جن کو مصائب نے یکا یک آ کر گھیرا ہے ان کی آپ مدد فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ داعی الی اللہ کو یہ کام کرنے چاہیے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا:

مگر آج اس کی طرف توجہ بہت کم ہے، اگر کوئی کہے گا کہ یہاں اسپتال قائم کرنے کی بہت ضرورت ہے، لوگوں کے پاس علاج کے پیسے نہیں ہیں، غریب لوگ

یہاں بستے ہیں تو کہیں گے کہ فلاں فلاں لوگ یہ کام کریں گے، ہمارا کام یہ نہیں ہے، ہمارا تو ایک ہی کام ہے، ہم تو جماعت میں جائیں گے، ان کاموں کو وہ خیر سمجھتے ہی نہیں، اس سے جو غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں وہ امت کو نقصان پہنچاتی ہیں، یہ سارے کام مثلاً غریبوں کی مدد کرنا، یتیموں کی پرورش کرنا، جن کے پاس دواؤں کے پیسے نہیں ہیں ان کو پیسے دینا یہ سارے دین کے شعبے ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارے کام کئے ہیں، اسی لیے میں نے آپ کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی: ”**لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة**“(۱) ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات میں اچھا نمونہ موجود ہے۔

یہ بھی داعی ہی کے کام ہیں:

وہاں ٹورنٹو (کینیڈا) میں مولانا فاروق صاحب میرٹھی خلیفہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تشریف لائے اور انہوں نے مجھے یہ فرمایا کہ مولانا ان ملکوں میں بہت ضرورت ہے کہ لوگوں کو ذکر اللہ کی عادت ڈالی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت پیدا ہو، پھر انہوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ آپ رمضان شریف میں پورا مہینہ یہاں اعتکاف فرمائیں؛ تا کہ کچھ لوگ آپ کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں اور پھر مولانا نے مسجد میں جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ کر اعلان کر دیا کہ مولانا رمضان میں اس مسجد میں اعتکاف کریں گے تو آپ حضرات ان کے ساتھ رہیں اور اللہ کا ذکر کریں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اخیری زندگی میں افریقہ اور انگلینڈ وغیرہ ممالک

(۱) سورۂ احزاب: ۲۱

کا دورہ کیا تو فرماتے تھے کہ اس بڑھاپے میں اس لیے مارا مارا پھرتا ہوں تا کہ خانقاہیں زندہ ہو جائیں، لوگ اللہ کا ذکر کرنے والے بن جائیں، ہم اعتکاف میں بیٹھے تو ہمارے ساتھ بائیس آدمیوں نے اعتکاف کیا، اب دیکھیں کہ کینیڈا جیسے ملکوں میں بیس پچیس آدمی اپنا وقت فارغ کر کے مسجد میں اعتکاف کر رہے ہیں؛ تا کہ اللہ کا ذکر، تلاوت اور عبادت میں اپنا وقت گزاریں تو یہ خیر کی بات ہے۔

ان میں ایک حاجی عبد اللطیف صاحب میمن تھے، بڑے نیک آدمی تھے، ہمارے تبلیغی جماعت کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ یہ تو اعتکاف انفرادی کام ہے، اصل کام تو دعوت الی اللہ کا ہے، اس لیے آپ ہمارے ساتھ جماعت میں چلیں، دوسرے دن میں نے دیکھا کہ وہ بائیس آدمی اکیس ہو گئے، میں نے پوچھا کہ حاجی عبد اللطیف کہاں گئے؟ تو کسی نے کہا کہ تبلیغی جماعت والوں نے ایسا کہا اور وہ ان کو لے گئے، پھر میں نے جماعت کے ساتھیوں کو بلایا؛ کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ یہاں کون کون تبلیغ کا کام کرتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شیخ الحدیث صاحبؒ کی فضائل رمضان پڑھتے ہیں؟ کیا اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں معتکف ہوتے تھے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کا کام نہیں کرتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے داعی تھے اور رمضان میں اعتکاف کرتے تھے، جن سے ہم نے دعوت کا کام سیکھا وہ اعتکاف کرتے تھے اور ہم نہیں کرتے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے، اس قسم کی غلط فہمیاں ہمارے اندر گھر کر گئی ہیں جس کی وجہ سے کبھی کبھی ہم علما سے بہت دور ہو جاتے ہیں، یہ ہماری سب سے بڑی

غلطی ہے، میں اس مسجد میں بیٹھ کر خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ دین وہ نہیں ہے جو میری اور آپ کی سمجھ میں آئے، دین وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سمجھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اعتکاف کیا وہاں اعتکاف کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں امر بالمعروف کیا وہاں امر بالمعروف کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نہی عن المنکر کیا وہاں نہی عن المنکر کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار میں جا کر بیواؤں کی خدمت کی، ان کا سودا سلف خریدا تو ہم بھی بازار میں جا کر بیواؤں کی خدمت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کی پرورش کی تو ہم بھی یتیموں کی پرورش کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کی تو ہم بھی مہمان نوازی کریں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل لوگوں کے غصہ کے وقت ان کی بے اعتدالیوں کو برداشت کیا تو ہم بھی برداشت کریں۔

دعوت داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں:

ایک جاہل آدمی تلوار لے کر کھڑا ہے، وہ قوم کا سردار ہے، وہ مجلس میں بیٹھتا بھی نہیں ہے، اس کا نام ضمام بن ثعلبہ ہے، وہ کہتا ہے "**من محمد منکم؟**" تم میں سے محمد کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "**هذا الأبيض المتكئ**" یہ جو خوب صورت سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں یہ محمد ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنا اچھا جملہ کہا، اس آدمی نے کہا "**يا محمد! إني سائلك ومتشدد عليك**" میں آپ سے کچھ سوال کروں گا اور ذرا سخت بات کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خفا نہیں ہوئے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”سل عمّا بدالک“(۱) (جو جی میں آئے پوچھو!) کمال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا! کیسا جگر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھو جو کچھ آپ پوچھنا چاہتے ہیں؟ پوچھیں! یہ سیکھنے کی چیز ہے، دعوت تو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔

ہر زمانہ کے داعی الی اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرے، ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم سیرت کا مطالعہ نہیں کرتے، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طریقہ سے انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلایا ہے۔

کچے توے پر روٹی مت ڈالو:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک مرتبہ ایک آدمی سے کہا جو دو چار دن نماز کے لیے آتا رہا کہ بھائی! تم جماعت میں نکل جاؤ، تو دوسرے دن وہ مسجد (نظام الدین) میں نہیں آیا تو حضرت نے یہ جملہ فرمایا کہ کچے توے پر ہم نے روٹی ڈال دی، بھائی! کچے توے پر روٹی مت ڈالا کرو ذرا توے کو گرم ہونے دو، لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے دو، ذرا اللہ کا نام لینے دو، کام سے مانوس ہونے دو پھر تشکیل کرو۔

میرے بھائیو! ہم سب کا ایک ہی مقصد ہے کہ اللہ کے بندے جو اللہ سے بچھڑ چکے ہیں وہ اللہ سے مل جائیں اور جو اس دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ

(۱) بخاری: حدیث نمبر: ۶۳

آخرت کی تیاری کرنے والے بن جائیں، وہ اس ماحول سے نکل کر مسجد والے ماحول میں آجائیں اور ان کی زبان پر خدائے پاک کا نام ہو۔

تو برائے وصل کردن آمدی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک گڈریے پر ہوا تھا، وہ کہتا تھا اللہ میاں! آپ نیچے آئیں، میں آپ کے بالوں میں کنگھی کروں، جوئیں نکالوں، آپ کو غسل کراؤں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا غصہ آیا کہ یہ کیا بکواس کر رہا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کو کہیں بال ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کو بھوک لگی ہے کہ وہ تیری بکری کا دودھ پیئے، تو وہ بیچارہ کپکپا گیا؛ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد کافی تھا اور دس فٹ کا تو ان کا عصا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت غضب والے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ دیکھ کر خاموش ہو گیا اور جنگل میں بھاگ گیا، وحی آئی اے موسیٰ! تم نے میرے بندے کو مجھ سے الگ کر دیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

بندۂ مرا چرا کردی جدا، تو برائے وصل کردن آمدی، نے برائے فصل کردن آمدی

میرے بندے کو مجھ سے الگ کر دیا، وہ بیچارہ پیار میں مجھے ایسا کہہ رہا تھا، اس کو علم نہیں تھا، اے موسیٰ! تم تو لوگوں کو جوڑنے کے لیے آئے ہو توڑنے کے لیے، جدا کرنے کے لیے نہیں آئے ہو۔

اگر کوئی آدمی کسی مسجد میں بیٹھ جائے، کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ اللہ کرے تو خوب ہمت دو، بھائی بہت اچھا ہے اللہ کے نام لینے میں۔

اللہ کا نام غفلت میں بھی رنگ لائے بغیر نہیں رہتا:

حضرت تھانویؒ سے کسی نے کہا کہ آج کل تو لوگ اللہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور دل گائے بھینس میں ہوتا ہے ؎

برزباں تسبیح و بردل گاؤ خر   ایں چونی تسبیح کے دارد اثر

ہاتھ میں تسبیح ہے اور دل میں گائے بھینس اور دکان ہے تو ایسی تسبیح کا کیا اثر ہوگا، حضرت تھانویؒ اپنے وقت کے مجدد تھے، انہوں نے فرمایا ؎

ایں چونی تسبیح ہم دارد اثر

ارے بھائی! ایسا مت کہو، ایسی تسبیح بھی اثر رکھتی ہے۔

حکیمانہ دعوت کا بے مثال نمونہ:

جگر مرادآبادی بے پناہ شراب پیتے تھے، دونوں جیب میں شراب کی بوتل رکھتے تھے، ہندوستان کے مشہور شاعر اور رئیس المتغزلین ہیں، غزل میں پورے ہندوستان میں اس پائے کا شاعر نہیں تھا، ایک مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے ملاقات ہوئی، جگر نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ میں تھانہ بھون خانقاہ میں حضرت کے پاس جاؤں؛ مگر مجھ سے یہ شراب چھوٹنے والی نہیں ہے، میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، خواجہ صاحب نے کہا کہ میں تم کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ تم بوتل لے کر جاؤ، پھر خواجہ صاحب نے حضرت تھانویؒ سے اس کا ذکر کیا کہ حضرت! جگر سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ یوں کہہ رہے تھے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت کے پاس خانقاہ میں جاؤں، حضرت تھانویؒ نے پوچھا کہ آپ نے ان کو کیا جواب دیا؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں تم کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ تم بوتل لے کر جاؤ،

حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب میں آپ کو سمجھ دار سمجھتا تھا، جب ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ وہ خانقاہ میں آئیں تو یقینا اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دینا چاہتے ہیں، اللہ ان کی ہدایت کرنا چاہتے ہیں، آپ کو روکنا نہیں چاہیے تھا، ان کو لکھو کہ تم بوتل لے کر آسکتے ہو؛ لیکن وہ میرے مہمان رہیں گے، میں ان کو خانقاہ میں رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔

یہ ہیں اپنے وقت کے مجدد، خیر! جگر صاحب آئے، حضرت نے فرمایا بھائی! یہ خانقاہ ہے، اگر آپ کو شراب کی عادت ہے اور وہ آپ سے نہیں چھوٹتی تو آپ ذرا باہر چلے جائیں؛ لیکن پہلے ہی دن حضرت تھانویؒ کی ایک نظر ہی ایسی پڑ گئی کہ اسی دن شام میں انہوں نے شراب سے توبہ کر لی اور اتنے بیمار ہو گئے کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر آپ نے شراب نہیں پی تو آپ کی زندگی خطرے میں ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے مرنا پسند ہے؛ مگر اب میں شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا، دیکھئے! جگر صاحب صرف ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ کی خانقاہ میں گئے اور زندگی کا رخ بدل گیا۔

پیامِ محبت:

وہ شہنشاہ تغزل کہلاتے تھے، ہم نے ان کو راندیر میں دیکھا، راندیر میں مشاعرہ تھا، اس وقت میں عربی اول پڑھتا تھا، میں گیا تھا اور میں نے اپنی کاپی ان کے سامنے رکھی تو انہوں نے لکھ دیا تھا ؎

ان کا جو فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

سیاست والے جو کچھ چاہیں کرتے رہیں، لڑیں بھڑیں؛ مگر میرا پیغام تو لوگوں کے اندر محبت پھیلانا ہے، یہ شعر جگر صاحب نے میری کاپی کے اندر لکھ دیا تھا، بہر حال اللہ والوں کی خانقاہ میں کوئی چلا جاتا ہے تو اس کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے، میں نے کتنوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مدنیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کی زندگی بدل گئی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور زندگی بدل گئی۔

بہر حال ہمارا کام تو یہ ہے کہ اللہ کے بندے کسی بھی صورت میں دین کی طرف اور اللہ کی طرف آئیں، ہمارا مقصد ایک ہی ہے، اللہ کرے کہ ہم اس پر قائم رہیں۔

اعتذار:

اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اگر میں نے کوئی بے اعتدالی کی بات کی ہو؛ لیکن میں نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ میں صاف صاف باتیں بیان کروں، تاکہ امت کے اندر جوڑ پیدا ہو، ایک دوسرے کا اکرام ہو اور سب کا ایک مقصد ہو کہ خدا کے بندے خدا کے ساتھ جڑیں۔ اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین!



(۹)

دعوتِ اسلام کے لیے مختلف زبانوں کی تحصیل

حضرت کا یہ بیان
۲۰ /نومبر ۲۰۱۲ء کو
مدرسۃ الکوثر رنگون (برما) میں ہوا۔

الحمد للہ، نحمدہ و نستعینه و نستغفرہ و نؤمن به و نتوکل علیه، و نعوذ باللہ من شرور أنفسنا، و من سیئات أعمالنا، من یهدہ اللہ فلا مضل له و من یضلله فلا هادي له، و نشهد أن لا إله إلا اللہ وحدہ لا شریک له، و نشهد أن سیدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسوله، صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔ أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم،

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ! (۱)

قابل صد احترام مدیر مدرسہ و دیگر معزز اساتذۂ کرام اور میرے عزیز بھائیو، بزرگو اور دوستو! مجھے اس جامعہ میں آکر بڑی خوشی ہوئی کہ الحمد للہ برما کی اس سرزمین پر ایک ایسا جامعہ ہے کہ جہاں عربی زبان پر خاص طور پر توجہ دی جارہی ہے، جو کلمات ترحیب اس وقت پیش کئے گئے، ہم آپ کے ممنون اور مشکور ہیں کہ آپ نے اس دور افتادہ غریب الدیار مسافر کے لیے یہ محبت کے کلمات پیش فرمائے۔

دارالعلوم فلاحِ دارین کی تاسیس:

''دارالعلوم فلاحِ دارین'' ضلع سورت کا ایک معروف ادارہ ہے، جس کی تاسیس وہیں ترکیسر کے ایک عالم حضرت مولانا غلام محمد نور گت صاحب نے فرمائی تھی جو ندوہ کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے، اور حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ سے ان کا بہت قریبی تعلق بھی تھا، اس لیے انہوں نے یہ چاہا کہ گجرات کی سرزمین پر جو دینی

(۱) سورۃ الزمر: ۹

مدارس ہیں وہ عموماً دارالعلوم دیوبند اور سہارن پور کے ہی مکمل نصاب کو پڑھاتے تھے،مولانا نورگت صاحب نے یہ چاہا تھا کہ تھوڑی سی اس میں تبدیلی کرکے ہم ''ندوہ العلما'' کے نصاب کو بھی پڑھائیں،شروع سے مولانا کا میرے ساتھ تعلق تھا، میں اس وقت ڈابھیل جامعہ اسلامیہ میں مدرس تھا؛لیکن یوم اول سے میں مولانا کے ساتھ اس کام میں شریک تھا اور نصاب بنانے میں بھی میں شریک رہا اور اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ ''دارالعلوم'' کو شروع ہوئے ابھی دو سال ہوئے تھے کہ کچھ حالات ایسے پیش آئے کہ مولانا مدرسہ سے ہٹ گئے اور ساری ذمہ داری میرے اوپر آ گئی،مؤسس تو مولانا اور ان کے ساتھ دوسرے ترکیسر کے علما ہیں،ہم ایک سال کے بعد پہنچے۔

حضرت مفکر اسلامؒ سے وابستگی:

چوں کہ میرا بھی تعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ سے بہت زیادہ تھا،حضرت مولانا سے میرا بڑا گہرا تعلق رہا اور شاید ہی کوئی کتاب مولانا علی میاںؒ کی ایسی ہو جو میری نظر سے نہ گزری ہو،عربی بھی اور اردو بھی، میں نے اپنے کتب خانہ میں پوری ایک الماری ''ابوالحسنیات'' پر رکھی ہے،مولانا کی چھوٹی بڑی جتنی کتابیں مجھے مل سکیں ان کو حاصل کیا اور مستقل فہرست میں ''ابوالحسنیات'' کے نام سے رکھیں اور جیسے میں ''دارالعلوم دیوبند'' ہر سال جایا کرتا تھا اس طرح میرا دورہ ''ندوۃ العلما'' کا بھی ہوتا تھا اور حضرت بھی دو تین مرتبہ تشریف لائے،حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب تشریف لائے،مولانا سلمان صاحب تشریف لائے،مولانا عبداللہ عباس صاحب تشریف لائے تو میں نے ایسی کوشش کی کہ دیوبند،مظاہر علوم اور ندوہ کو ملا کر رہوں گا۔

فلاحِ دارین کا نصاب دیوبند و ندوہ کا معجون مرکب:

سال میں ایک دو مرتبہ ''دارالعلوم دیوبند'' کے علما کو بھی بلاتا تھا،سالانہ جلسہ میں عموماً حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ تشریف لاتے تھے اور کبھی بھوپال سے مولانا عمران صاحب کو بلالیا،وہ بھی ندوۃ العلما کے ۲۵؍سال تک مہتمم رہے،کبھی ندوۃ العلما سے کسی کو بلایا تو ہم یہ چاہتے تھے کہ یہ دونوں طرز فکر چلیں، دیوبندی اور ندوی دونوں طرز فکر کو ملا کر چلیں اور الحمد للہ!اس سے ہمیں بڑا فائدہ ہوا، فقہ کی جتنی کتابیں ہیں جس طرز سے دیوبند،سہارن پور اور ڈابھیل میں پڑھائی جاتی ہیں،جیسے ہم نور الایضاح سے شروع کرتے ہیں،قدوری پڑھاتے ہیں،شرح وقایہ پڑھاتے ہیں،ہدایہ پڑھاتے ہیں،پھر مشکاۃ المصابیح اور اس کے بعد جیسے ہمارے یہاں دورہ ہوتا ہے؛لیکن الحمد للہ!اس طریقۂ تعلیم سے یہ فائدہ ہوا کہ ہمارے طلبا ندوہ میں بھی جا کر داخل ہوتے ہیں،تخصص کے درجات میں،عربی ادب کے درجات میں تو وہاں بھی وہ کامیاب رہتے ہیں اور اگر وہ ''دارالعلوم دیوبند'' چلے گئے، مظاہر علوم چلے گئے تو وہاں بھی وہ آگے رہتے ہیں اور ہم نے بڑی کوششیں کیں کہ دونوں مدرسوں کے نصاب کے مطابق طلبا پر محنت کی جائے۔

مدارسِ اسلامیہ کا مقصد:

میرے عزیزو!دراصل ہمارے اِن مدارس عربیہ کی تاسیس کے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے اکابرین نے یہ بات سوچی کہ ہم ایسے مدرسے قائم کریں جن میں ایسے طلبا تیار ہوں جو اسلام کا جھنڈا لے کر چلیں،جو اپنی زندگی کا

مقصد اسلام کی خدمت بنائیں، اسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچائیں اور اس سلسلہ میں جو بھی نئی چیزوں کا اختیار کرنا ضروری ہے وہ ضرور اختیار کریں، ہمیں ہمارے اکابرین نے بہت سی ایسی باتیں بتائیں، اگر آپ کو برما میں کام کرنا ہے تو آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ یہاں کے مذہبی گروپ جس زبان میں بات چیت کرتے ہیں جس میں ان کی کتابیں ہیں اس زبان کو بھی ضرور سیکھیں۔

اہلِ ندوہ کی روشن فکر:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’**وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه**‘‘(۱) کہ ہم نے دنیا میں کوئی رسول نہیں بھیجا؛ مگر وہ اپنی قوم کی زبان کو جاننے والا ہوتا ہے، یہ قرآن شریف کہہ رہا ہے، ’’**لكل قوم هاد**‘‘(۲) ہر قوم میں ایک ہدایت کرنے والا ہوتا ہے، یہ بہت ہی نامناسب بات ہے کہ ایک آدمی برما میں پڑھتا ہو، یہاں بڑا ہوا اور یہاں کی زبان سے ناواقف ہو، اس لیے خاص طور پر ’’ندوۃ العلما‘‘ کے مؤسسین کا ذہن یہ تھا کہ وہ ایسے علمائے کرام تیار کریں جو انگریزی بھی سیکھے ہوئے ہوں، اگر وہ جرمنی میں کام کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کی زبان سیکھیں اور اگر پیرس میں کام کرنا چاہتے ہیں تو فرانسیسی سیکھیں، ہمیں تو دنیا کے ہر خطہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانا ہے تو جہاں کہیں آپ کو کام کرنا ہے وہاں کی زبان اور وہاں کی تہذیب وکلچر کے بارے میں آپ کو معلومات حاصل کرنی پڑے گی۔

---

(۱) سورہ ٔابراہیمؑ: ۷ (۲) سورۂ رعد، آیت: ۷

کتب خانوں کی سیر:

میں ٹورنٹو ’’کینیڈا‘‘ میں رہتا ہوں، چھ مہینے میرا قیام وہاں رہتا ہے اور چھ مہینے میں ہندوستان آتا ہوں، وہاں میں ٹورنٹو یونی ورسٹی کی لائبریری میں گیا تو وہاں عربی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا، مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہاں اتنی زیادہ عربی کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔

امریکہ میں دیکھا کہ بہت بڑا کتب خانہ ہے جس میں نو ہزار عربی مخطوطات ہیں، ریاض میں ایک بہت بڑے فاضل ہیں محمد عجاج الخطیب، ان کی ’’**بحث المصادر**‘‘ کے نام سے ایک کتاب میرے ہاتھ آئی تھی، اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ اگر کوئی آدمی تحقیقی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے کیا لائن اختیار کرنا چاہیے؟ اس کے پاس کیسی لائبریری ہونی چاہیے، تو اس کتاب میں انہوں نے ایک عنوان لگایا تھا ’’**أهم المكتبات في العالم**‘‘ دنیا میں اہم وہ مکتبات جن میں عربی مخطوطات ہیں ان کا ذکر کیا ہے تو میں جب اسے پڑھنے لگا تو ایک جگہ اس میں لکھا ہے کہ امریکہ میں ایک یونی ورسٹی کے اندر ۹؍ ہزار مخطوطات ہیں تو میں چونکا کہ ہمارے یہاں ہندوستان میں اتنے بڑے بڑے مدرسے ہیں، ’’دار العلوم دیوبند‘‘ اور ’’مظاہر علوم سہارن پور‘‘ جو سو سال سے زیادہ پرانے ہیں وہاں بھی نو ہزار مخطوطات نہیں، مخطوطات قلمی کتابوں کو کہتے ہیں اور وہ بہت کم ملتے ہیں اور یہاں ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب یہ لکھ رہے ہیں کہ امریکا میں پرنسٹن یونی ورسٹی (Princeton university) میں نو ہزار مخطوطات ہیں تو میں تو بہت حیران تھا کہ شاید لکھنے میں مصنف سے غلطی ہوگئی ہو یا ہوسکتا ہے طباعت میں نوسو کو نو ہزار کر دیا ہو تو ایک نقطہ بڑھ گیا ہو۔

لیکن جب میں کینیڈا پہنچا تو افریقہ کے میرے شاگرد جن کے ساتھ میں دیوبند دوسال رہا تھا وہ امریکہ میں مقیم تھے، ان کو جب پتہ چلا تو انہوں نے مجھے فون کیا کہ آپ یہاں ایک سال سے ہیں اور مجھے معلوم بھی نہیں ہے، آپ میرے گھر تشریف لائیں، میں ٹکٹ بھیج رہا ہوں تو میں نیو یارک کے قریب ایک جگہ ہے وہاں گیا تو رات کو ان سے گفتگو ہوتی رہی، میں نے ان سے کہا کہ دیکھو مجھے بازار دیکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے، مجھے کوئی اچھی لائبریری دکھلاؤ! کوئی اچھی یونی ورسٹی دکھاؤ تاکہ ہم کچھ حاصل کریں، ہم تو طالب علم ہیں، ہم تو مدرسہ کے لوگ ہیں، ہمیں تعلیم کی درس گاہیں دیکھنی چاہیے؛ تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ قومیں کیسی درس گاہیں بناتی ہیں، ان کے یہاں کیسا نظام ہے وہ ہمیں دیکھنا ہے، انہوں نے کہا پرنسٹن یونی ورسٹی (Princeton university) میرے گھر سے دس میل پر ہے، جب پرنسٹن کا نام آیا تو میں ٹھٹھک گیا، میں نے کہا کہ مجھے صبح چائے پیتے ہی سیدھے وہاں لے چلو، مجھے محمد عجاج الخطیب کی بات یاد آئی کہ وہاں نو ہزار مخطوطات ہیں تو میں نے سوچا کہ چلو اسے دیکھیں تو سہی، ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ بہت بڑی یونی ورسٹی ہے، امریکہ کی یونی ورسٹی معمولی تھوڑی ہوسکتی ہے، بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی تھی، میں تو انگریزی نہیں جانتا اس لیے مولوی حبیب الرحمن سے کہا کہ کسی سے معلوم کرو کہ لائبریری کہاں ہے، تو چوں کہ ہمارے مدرسوں میں ایک ہی کتب خانہ ہوتا ہے، دیوبند، مظاہر، ندوہ اور ڈابھیل وغیرہ مدرسوں میں ایک ہی کتب خانہ ہے، بہر حال انہوں نے ایک آدمی سے پوچھا تو اس آدمی نے کہا کہ آپ کو کون سی لائبریری جانا ہے؟ آپ کو ایگری کلچر

کی لائبریری، میوزک لائبریری، آرٹ لائبریری، کون سی لائبریری مطلوب ہے، غرض یہ کہ وہ پوچھتا چلا گیا کہ آپ کون سی لائبریری میں جانا چاہتے ہیں، تو حبیب الرحمن میری طرف دیکھنے لگا کہ کون سی لائبریری میں ہمیں جانا ہے! میں نے کہا: ان سے کہو کہ ایسٹرن لینگویجز (علوم شرقیہ) یعنی عربی، فارسی اور اردو کی جہاں کتابیں رکھی ہوں وہاں ہمیں جانا ہے، اس نے کہا آپ چلتے رہیے جہاں فوارہ آئے گا اس کے سامنے جو بلڈنگ ہے اس میں آپ کی کتابیں ہیں، ہم لوگ تو چھوٹے چھوٹے مدرسوں میں بیٹھ کر ایسا سمجھتے ہیں کہ ہم بہت بڑا کام کررہے ہیں، اور یہ قومیں اتنا بڑا کام کررہی ہیں، میں جب اس میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سوالاکھ کتابیں تو مطبوعہ تھیں، میں نے ان سے کہا کہ مجھے مخطوطات چاہیے، میں اصل میں یہ تلاش کررہا تھا کہ ہمارے گجرات میں بہت سے علما پیدا ہوئے، جنہوں نے بڑی قیمتی کتابیں لکھیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے والد صاحب نے ان کو ذکر کیا ہے، تو میں نے ان کو شمار کیا تو معلوم ہوا کہ تین سو سے زاید کتابیں علمائے گجرات کی حضرت نے ذکر کی ہیں، اوران تین سو میں سے چند کے علاوہ گجرات کی سرزمین پر کوئی کتاب موجود نہیں ہے، تو میں دنیا کی لائبریریوں میں گھوم کر یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ہمارے علما میں سے کسی کی کوئی کتاب یہاں امریکہ میں آئی ہے، خاص کر کے احمد آباد کے ایک عالم ہیں مولانا نورالدین احمد آبادیؒ ان کی ''نورالقاری شرح بخاری'' میں تلاش کررہا تھا، انہوں نے بخاری کی شرح لکھی ہے، میں نے کہا اس کا کوئی نسخہ کہیں مل جائے، شیخ وجیہ الدین احمد آبادیؒ کی کتابوں کے بارے میں مولانا عبدالحی صاحب حسنیؒ نے لکھا

ہے کہ وہ ستر کتابوں کے مصنف تھے، ان کی صرف ایک یا دو کتابیں احمد آباد گجرات میں ہیں، میں دنیا میں کہیں بھی گیا، انگلینڈ گیا، پیرس گیا، میں وہاں کی لائبریری میں تلاش کرتا رہا کہ ہمارے علاقے کے علما کی کوئی کتاب ملتی ہے یا نہیں تو اس لیے میں نے ان سے کہا کہ مجھے مخطوطات کی ضرورت ہے، انہوں نے پہلے ہماری تلاشی لی، ہمارے ہاتھ میں جو سامان تھا اس کو رکھوایا، ہماری آئڈینٹی مانگی، میرے پاس تو کینیڈا کا پاسپورٹ تھا وہ پیش کیا تو وہ اندر لے گئے، وہاں انہوں نے فہرست دکھائی، اس میں علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ کی ''مجمع بحار الانوار'' کا نام دیکھا، علامہ وجیہ الدین احمد آبادیؒ کی عقائد پر دو کتابوں کا نام دیکھا، ایک شخص احمد آباد میں مدفون ہے اور اس کی کتابوں کے قلمی نسخے امریکہ میں پڑے ہوئے ہیں اور عجیب عجیب کتابیں دیکھیں، الاشباہ والنظائر جو ہمارے وہاں دارالعلوم میں افتا کے بچوں کو پڑھائی جاتی ہے اس کی چھ شرحیں اس میں، میں نے دیکھیں، ہمارے یہاں علامہ حمویؒ کی شرح مشہور ہے اور اس میں بھی کئی اغلاط چھپی ہوئی ہیں اور وہاں چھ شرحیں دیکھ کر حیران ہو گیا اور ان سب کو میں نے نوٹ کیا۔

نئے آفاق کی تلاش:

میرے دوست ہیں مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری ان کا اچھا ذوق ہے، تو میں نے سوچا کہ میں ان کو بتاؤں گا کہ آپ ذرا ہندوستان سے باہر نکلیں ''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں''، ہم تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ سارے علوم کے سمندر ہم ہی لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے کہا نہیں! آپ ذرا باہر نکلو، میں نے ان

سے کہا کہ اس کی چھ شرحیں امریکہ میں موجود ہیں، انہوں نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا، آپ امریکہ میں کہاں دیکھ کر آئے ہیں، میں نے کہا میں دیکھ کر آیا ہوں، اس کے نمبرات بھی نوٹ کر کے آیا ہوں، اب اگر آپ کو شک ہے تو جب تک آپ بذات خود دیکھیں گے نہیں میری بات پر آپ کو یقین نہیں آئے گا، وہ بھی رمضان میں کینیڈا کا سفر کرتے ہیں، انگلینڈ بھی جاتے ہیں، خیر! اس سال ان کو موقع نہیں ملا، دوسرے سال ان کا فون آیا، اس وقت میں ہندوستان میں تھا، فرمانے لگے اس وقت میں شکاگو میں ہوں اور آپ نے ایک سال پہلے ایک لائبریری کا ذکر کیا تھا وہ کہاں ہے، تو میں نے ان کو بتایا کہ فلاں صاحب مجھے لے گئے تھے، مولوی حبیب الرحمن کو وہ بھی جانتے ہیں، چوں کہ جس زمانے میں، میں ان بچوں کے ساتھ دیوبند تھا مولانا اس وقت پڑھ رہے تھے اور روزانہ مولانا کا میرے کمرے میں آنے کا معمول تھا، میں نے ان کو ان کا پتہ بتایا، پھر مولانا گئے اور دیکھ کر حیران ہوگئے اور مجھے فون کیا کہ میرا امریکہ کا سفر کامیاب ہوگیا، ایسی لائبریری میں نے نہیں دیکھی تھی۔

تخریبی ادب:

تو میرے دوستو! ہمارا ذہن کھلا ہوا ہونا چاہیے، دنیا بہت وسیع ہے، مولانا علی میاں صاحبؒ ایک جملہ ہمیشہ طلبا کو کہتے تھے اور علما سے بھی کہتے تھے کہ ''تم اپنے آپ کو چھوٹے جزیروں میں بند نہ رکھو ذرا باہر بھی دیکھو!'' کہ چھوٹے جزیرہ میں اپنے آپ کو مقید کر کے بیٹھے ہو تو اس سے آگے بھی آپ کو دیکھنا ہے، زمانہ میں اس وقت کیا تحریکات چل رہی ہیں، زمانہ میں اس وقت کیا حالات ہیں، اسلام کو کس چیز

سے نقصان پہنچ رہا ہے اور اسلام کے خلاف جو کام کر رہے ہیں ان کے اسلوب آج کل کیا ہیں، حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آج کل الحاد لٹریچر کے ذریعہ پھیلایا جارہا ہے، کوئی آدمی آپ کو ایسا نہیں کہے گا کہ آپ کا مذہب خراب ہے؛ لہٰذا آپ اسلام کو چھوڑ دو، وہ کہتا ہے کہ ایک ناول ہم نے لکھا ہے، آپ اس کو پڑھو، اچھا لکھیں گے اور اس کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کریں گے جو اس زبان میں اعلیٰ قسم کی تحریر لکھنے والے ہوں، جیسے سلمان رشدی کی انگریزی بہت اونچی تھی، اس طرح کے ایک اچھے لکھنے والے نے ایک ناول لکھا، ''أولاد حارتنا'' (۱) اس کو نوبل پرائز دیا کیوں کہ اس نے اس میں ایسی باتیں گھسائیں جن سے اسلام کے بارے میں شکوک پیدا ہوں۔ لٹریچر، صحافت، کارٹونوں اور فلموں کے ذریعہ اس وقت دنیا میں الحاد و بے دینی کو پھیلایا جارہا ہے، تاکہ لوگوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری ہو جائے، یہ جو طوفان کھڑا ہوا ہے کہ کبھی فلمیں شائع کرتے ہیں، کبھی کارٹون شائع کرتے ہیں، کبھی کوئی آرٹیکل لکھتے ہیں، بڑا شور ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کے پیچھے یہودی سازشیں کام کررہی ہیں ایک جوار پیدا ہوا ہے، اَسّی کی دہائی میں پورے عالم اسلام میں ایک تحریک چلی ہے جس میں نوجوان اسلام کی طرف آنے لگے۔

---

(۱) یہ مصر کے بدنام زمانہ ادیب نجیب محفوظ کی تصنیف ہے۔ نجیب محفوظ ۱۱ر دسمبر ۱۹۱۱ء کو قاہرہ میں پیدا ہوا، مصر کا مشہور افسانہ نگار ہے، اس نے تقریباً تیس سے زیادہ افسانے لکھے ہیں، یہ سب سے پہلا عربی شخص ہے جس کو نوبل انعام دیا گیا، یہ انعام اسے اس کی بدنام زمانہ کتاب ''أولاد حارتنا'' پر ۱۹۸۸ء میں دیا گیا، یہ کتاب کفریات اور ہفوات سے بھری پڑی ہے، جگہ جگہ ذات خداوندی پر بھی اعتراضات کیے گیے ہیں، اسی وجہ سے اسے نوبل انعام کے لیے منتخب کیا گیا جس سے یورپ کی اسلام دشمنی کا پتہ چلتا ہے۔

عربوں کو دعوت:

جیسے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے بھی عربوں کو مخاطب کر کے ایک کتاب لکھی ہے ''إلى الإسلام من جديد'' حضرت کی یہ ایک کتاب ہے، جس میں عربوں کو مخاطب کیا ہے کہ بھائیو! تم اسلام کی طرف آؤ، تم کہاں بھٹک رہے ہو نیشنلزم کی طرف! تم نے کہاں عبدالناصر کو اپنا امام مان رکھا ہے، ''الازہر'' رسالہ کے ایڈیٹر احمد حسن زیات نے ایک آرٹیکل لکھا، جس میں ایک جگہ ایسا جملہ لکھ مارا کہ مولانا کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، اس نے لکھا کہ ''**إن ثورة عبد الناصر أعرف وأشمل من ثورة محمد صلى الله عليه وسلم**'' **إنا لله وإنا إليه راجعون**! مولانا تڑپنے لگے کہ یہ حال ہو گیا عرب ممالک کا کہ مصر جو ''**كنانة الإسلام**'' کہلاتا تھا، جو ''**مهد الإسلام**'' ہے، جہاں ازہر ہے وہاں یہ بات لکھی جارہی ہے کہ عبدالناصر کا انقلاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب سے زیادہ مکمل ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ، تو مولانا کی طبیعت میں تڑپ پیدا ہوئی، پھر مولانا نے مضامین پر مضامین لکھے، عربوں کو خطاب کیا کہ کہاں جارہے ہو؟ تم کس کی طرف جارہے ہو؟ مکہ معظّمہ گئے تو وہاں کے نوجوان عالموں نے مکہ معظّمہ میں مولانا کو اپنی نادی میں دعوت دی، وہاں مولانا نے یہ بات کہی کہ ''**إن سيدنا محمدًا صلى الله عليه وسلم هو روح العالم العربي والإسلامي**'' اے عربو! سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی عالم عربی اور عالم اسلامی کی روح ہیں، اگر تم نے ان سے اپنا تعلق قطع کیا تو بیکار دنیا میں مٹ جاؤ گے! ہماری عزت تو اسلام کے ساتھ ہے، ''**نحن قوم أعزنا الله بالإسلام**'' ہم ایسی قوم

ہیں کہ اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے ، اگر ہمارے پاس اسلام نہیں ہے، ہمارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں، مولانا عتیق الرحمن سنبھلی مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ کے صاحب زادے جو اس وقت لندن میں ہیں، انہوں نے احمد حسن زیات کے اس مضمون کے خلاف اردو میں ’’الفرقان‘‘ میں بہت زوردار لکھا اور مولانا علی میاں صاحبؒ نے اس کو پڑھا تو ان کو بڑی مبارک باد دی کہ عتیق الرحمن تم نے حق ادا کر دیا اور کہا کہ اس مضمون کا ترجمہ میں خود کروں گا، مولانا علی میاںؒ نے خود کیا، اور پھر اس کو عربوں میں شائع کیا، اس میں لکھا کہ ہندوستان کا ایک شرابی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی توہین برداشت نہیں کرسکتا، لاہور میں اختر شیرانی اور چند نوجوان شعرا بیٹھے ہوئے تھے، اختر شیرانی شراب کے نشہ میں تھے تو وہ نوجوان ان کو چھیڑ رہے تھے کہ فلاں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ وہ شراب پئے ہوئے تھے، انہوں نے کہا، وہ میرے سامنے بچہ ہے، پھر دوسرے شاعر کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں کیا خیال ہے، کہا ابھی اس نے چلنا بھی نہیں سیکھا تو اس درمیان ایک شاعر نے جان بوجھ کر پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ان کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا، اس کو اٹھا کر اس کے منہ پر مارا اور کہا نالائق! ہم اس حالت میں ہیں کہ ہم شراب پیئے ہوئے ہیں اور اس حالت میں میرے سامنے تم اس ذات گرامی کا نام لے رہے ہو، میرے ایمان کا تھوڑا سا حصہ میرے بدن میں ہے اس کو بھی تم کھینچ لینا چاہتے ہو، تو مولانا نے لکھا کہ ہندوستان میں ایک شرابی آدمی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں ایک جملہ کو برداشت نہیں کرسکتا اور شراب کی حالت میں انہوں نے منہ پر گلاس مار دیا، اور تم عرب ہو کر اسلام کے دعویدار ہو کر تم اس طرح کے جملے کہتے ہو! میرے عزیز بھائیو! ہمیں یہ عربی زبان سیکھنی ہے، ہمیں عربوں میں بھی کام کرنا ہے، عرب لوگ اسلام سے بہت دور جا پڑے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی تحریک کا بھلا کرے کہ انہوں نے سب جگہ بیداری پیدا کردی۔

حکمت عملی سے کام لیں:

میرے دوستو! مدرسوں میں آنے کے بعد ہمیں بیدار مغزی اور تیقظ سے کام لینا ہے، آپ کو دیکھنا ہوگا کہ کیا تحریکیں چل رہی ہیں؟ کس طرح اسلام کے خلاف باتیں ہو رہی ہیں اور اس کے لیے سنجیدگی کے ساتھ کیا کام کرنا ہے، ہم سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اور مسلمان بھڑک اٹھتے ہیں، اس سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ اس طرح کی ’’جذباتی قوم ہے‘‘، مسلمانوں کے بارے میں ایسا سمجھا جا رہا ہے، بھڑک اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو بار بار پڑھو اور اس کو دنیا کی مختلف زبانوں میں منتقل کر کے یہاں جو بڑے تعلیم یافتہ لوگ ہیں ان کے سامنے جا کر پیش کرو کہ یہ ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی زندگی ذرا تم پڑھو۔

سیرت پاک پر کچھ اہم کتابیں:

پاکستان میں سیالکوٹ ایک شہر ہے جہاں علامہ اقبال پیدا ہوئے تھے، ابھی دو چار مہینے پہلے وہاں ایک سیمینار ہوا تھا جس میں اس موضوع پر سب سے مقالے لکھوائے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن کے پیغمبر ہیں، جنگ کے

پیغمبر نہیں، دہشت کے پیغمبر نہیں ہیں، آپ نے دنیا میں ٹیرارزم نہیں سکھایا، یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیرارزم سیکھایا، لوٹ مار سیکھائی، اس طرح کے جملے کہتے ہیں، اس پر چالیس مقالے پڑھے گئے، ان میں تین مقالے بہت عمدہ تھے، ایک کوئی مولانا منیر احمد صاحب ہیں ان کا مقالہ تھا، اور دوسرے مقالے یونی ورسٹی کے پروفیسروں نے لکھے ہیں، انہوں نے انگریزی کتابوں سے اقتباسات نقل کئے ہیں کہ دیکھو فلاں فلاں انگریزی مصنّفین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیسی باتیں لکھی ہیں، وہ مقالے ''پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے چھپے، میں ٹورنٹو لائبریری میں گیا تو میں نے یہ کتاب وہاں رکھی ہوئی دیکھی، میں نے سوچا یہ سیرت پر نئی کتاب آئی ہے، میں سیرت کی ہر کتاب اٹھا کر پڑھتا ہوں، ہمارے طلبا سیرت کی کتابیں نہیں پڑھ رہے ہیں، میں اپنے وطن کی بات کر رہا ہوں، آپ کے وہاں کا حال مجھے معلوم نہیں، ہمارے طلبا کو سیرت کی کتنی کتابیں ہیں اور کس کس مصنف کی ہیں، عربی میں کون سی ہے اور اردو میں کون سی یہ بھی معلوم نہیں ہیں، بہت بہت دو چار کتابوں کے نام معلوم ہوں گے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے، ہمارے لیے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ ہیں، ''**لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر**'' (۱) اس نمونہ کو اگر ہم نہیں دیکھیں گے تو راستہ کیسے ملے گا، دنیا میں سیدھے راستے پر چلنے کے لیے ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ہر ہر پہلو کو دیکھنا ہوگا۔

---

(۱) سورۂ احزاب: ۱۲

دکتور مصطفی السباعیؒ شام کے مشہور لکھنے والے اخوانی لیڈر تھے اور بہترین مصنف تھے ''**السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي**'' ان کی ایک کتاب ہے، مولانا بنوریؒ کو اتنی پسند آئی کہ اس کا اردو میں ترجمہ کرایا، انہوں نے یونی ورسٹی کے طلبا کے لیے ''**السيرة النبوية دروس وعبر**'' کے نام سے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے، میں طلبا سے کہتا ہوں کہ یہ کتاب پڑھو، عبدالرحمن رأفت پاشا کی ''**صور من حياة الصحابة**'' اور ''**صور من حياة التابعين**'' پڑھو، ''سیرت رسول'' پڑھو، ''سیرت ابن ہشام'' پڑھو، ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' مصر کے ایک عالم نے لکھی ہے اسے پڑھو، ''حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' محمد حسین ہیکل کی ہے اسے پڑھو، مستشرقین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کیچڑ اچھالا ہے اس کا جواب ان مصری مصنفین نے دیا ہے، ہمارے طلبا کو یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کس پہلو پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے۔

متنبی کی عربی زبان پر قدرت:

جب تک ہم مطالعہ نہیں کریں گے ہمارے علم میں اضافہ نہیں ہوگا، ہم صرف ان درسی کتابوں کو پڑھ کر اور ان کے حواشی دیکھ کر اچھے عالم نہیں بن سکتے، کتاب ہمیشہ ہمارے ہاتھ میں ہونی چاہیے، سفر میں جائیں، سفر سے واپس آئیں کتاب ساتھ ہو، متنبی کا شعر ہے ؎

أعز مكان في الدنى سرج سابح — وخير جليس في الزمان كتاب

دنیا میں سب سے عزت کی جگہ گھوڑے کی زین ہے اور سب سے بہترین دوست کتاب ہے۔

ٹورنٹو جانے کے بعد کچھ کام تو تھا نہیں، میں ریٹائر ہو گیا تو میں نے متنبی کو اس کے پہلے شعر "عذل العواذل حول قلبي التائه" سے لے کر آخیر تک بنظر غائر دیکھ لیا، معلوم ہوا کہ متنبی نے گھوڑے کے بارے میں ستّر لفظ استعمال کئے ہیں، میں نے سوچا اس شخص کی لغت کتنی وسیع تھی، اس کو لغت پر کتنا عبور تھا، ہم لوگ جواد، فرس اور حصان وغیرہ دو تین لفظ جانتے ہیں لیکن متنبی ستر لفظ استعمال کر رہا ہے، یہ اس وقت معلوم ہوگا جب ہم کتابوں کا مطالعہ کریں گے۔

کینیڈا کی ایک قابل ذکر یونی ورسٹی:

مونٹریال (کینیڈا) میں ایک بہت بڑا شہر ہے، وہاں میکگِل (Mcgill university) کے نام سے ایک یونی ورسٹی ہے جو دنیا کی مشہور یونی ورسٹیوں میں سے ہے، اس کا شعبۂ اسلام بہت مشہور ہے، مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی کو انہوں نے Visiting professor کی حیثیت سے بلایا تھا جسے عربی میں "الأستاذ الزائر" کہتے ہیں، انہوں نے واپس آکر "برہان" میں لکھا کہ میں نے کینیڈا میں کیا دیکھا، اس میں انہوں نے میکگِل یونی ورسٹی (Mcgill university) کا تذکرہ کیا ہے، اس کی لائبریری ہمارے کتب خانوں سے بہت بڑی ہے، میں اس زمانے میں ترکیسر میں پڑھاتا تھا، میں نے جب اس مضمون کو پڑھا تو سوچنے لگا کہ یہ کیسی یونی ورسٹی ہوگی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے کینیڈا پہنچایا اور ہمارے بعض شاگردوں کے بچے حافظ ہوئے تو انہوں مجھے جلسے میں بلایا تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کی دعوت اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ آپ مجھے میکگِل یونی ورسٹی (Mcgill university) کی اس لائبریری میں لے جاؤ، چوں کہ مجھے

مولانا کا وہ جملہ یاد تھا، چناں چہ میں گیا تو میں نے اسے دیکھا، نیچے کا پورا طبقہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا، اسی طرح درمیان کا اور اوپر کا طبقہ بھی کتابوں سے بھرا تھا، چھ منزلہ عمارت تھی اور ریسرچ اسکالروں کے لیے ہر کھڑکی کے پاس ٹیبل اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں، ریسرچ اسکالر آتے ہیں، کتابیں پڑھتے ہیں پھر نشانی رکھ کر چلے جاتے ہیں، دوسرے دن پھر واپس آکر مطالعہ کرتے ہیں، مصلے رکھے ہوتے ہیں، تاکہ کسی مسلم طالب علم کو نماز پڑھنی ہو تو نماز پڑھ سکے، دنیا کی قومیں کیا کام کر رہی ہیں، کیسی کیسی بڑی لائبریریاں بنا رہی ہیں، ایسی ایسی لائبریریاں ہیں کہ انہیں دیکھ کر ہم حیران ہو جائیں، اسی لیے میں نے وہ مصرع کہا کہ "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں"۔

صلاحیت سازی کے تین اہم گر:

بھائیو! محنت سے پڑھو، شیخ عبدالرحمن باشا نے تین باتیں ذکر کی ہیں جن کو میں نے ہر مدرسہ میں ذکر کیا کہ تین چیزیں ہر طالب علم کے لیے ضروری ہیں، فرمایا: **لكل طالب ثلاث: الأول الاستعداد، والثاني الاستماع، والثالث المذاكرة۔** پہلا کام یہ ہے کہ مطالعہ کر کے دوسرے دن کے سبق کے لیے تیاری کرنا، دوسرا کام یہ ہے کہ استاذ کا سبق دھیان سے سنے، کوئی گورنر بھی درس گاہ کے سامنے سے گزر جائے تو اس کی طرف توجہ نہ دے، یہ ہے "الاستماع" جس کے معنی ہیں غور سے سننا، سمع کے معنی سننا ہے، اور استماع کے معنی بغور سننا آتا ہے، **وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون۔** "زيادة اللفظ تدل على زيادة المعنى"(۱)، یہ

(۱) سورہ اعراف: ۲۰۴

عربی کا مسلّم اصول ہے، اور تیسری چیز ہے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرہ کرنا، یہی تین چیزیں حضرت تھانویؒ نے بھی لکھی ہیں، حضرت فرماتے ہیں کہ جو طالب علم یہ تین چیزیں کرے گا میں گارنٹی دیتا ہوں کہ وہ اچھا عالم بن سکے گا۔

اسلام کا اقتصادی نظام:

پھر موجودہ زمانے کے حالات کے بارے میں خارجی کتابیں پڑھیں، جیسے ابھی حضرت مولانا مفتی تقی محمد عثمانی صاحب نے ایک کتاب شائع کی ہے، جس کا نام ہے ''اسلام اور سیاسی نظریات'' اردو میں ہے، اس میں مولانا نے لکھا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کیا ہے، سوشلزم کیا ہے، کمیونزم کیا ہے، اس کے مقابلے میں اسلام کا سیاسی ڈھانچہ کیا ہوتا ہے، اسلام کا اقتصادی نظام کیا ہے، دنیا میں آج کل اقتصادیات پر سارا عالم چل رہا ہے، ہمارے بچے اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، اکنامک کے ایک بڑے پروفیسر تھے وہ مجھ سے کہنے لگے کہ میں کراچی گیا اور میں نے وہاں اکنامکس ''معیشت'' پر تقریر کی، میں ملیشیا گیا اور وہاں کی یونی ورسٹی میں معیشت پر پیپر پڑھا تو میں نے ان کی بات سن کر پوچھا کہ آپ کا اسلامی اقتصادیات کے بارے میں کیا خیال ہے تو وہ کہنے لگے کہ کیا اسلام کا مستقل معاشی نظام ہے؟ تو میں انہیں لائبریری میں لے گیا اور مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی ''اسلامی معاشیات'' دکھلائی اور ڈاکٹر نعیم اللہ صدیقی جو علی گڈھ یونی ورسٹی کے پروفیسر تھے ان کی کتاب دکھائی اور مولانا حفظ الرحمن صاحب کی کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' دکھائی اور بھی کئی کتابیں دکھائیں، ہمارا کوئی طالب علم الا ماشاء اللہ اسلام کے اقتصادی نظام پر

کتاب نہیں دیکھتا، جب آپ نہیں دیکھتے تو دنیا بھر میں اتنا بڑا اقتصادی نظام پھیلا ہوا ہے اس کے بارے میں آپ بات کیسے کریں گے۔

خارجی کتابوں کا مطالعہ کریں:

چوں کہ یہ مدرسہ ندوۃ العلما کی فکر لے کر چلتا ہے جیسا کہ مجھے اندازہ ہوا، اس لیے میں نے یہ بات آپ سے کہہ دی کہ آپ اپنے ذہن میں وسعت پیدا کریں، آپ طلبا کے ہاتھ میں اچھی کتابیں دیں تا کہ ان کا ذوقِ مطالعہ بڑھے، ان کی معلومات میں اضافہ ہو، وہ اس قابل بن سکیں کہ دنیا کی کسی محفل میں بھی کھڑے ہو کر بات کر سکیں، پہلے ہمارے مقاصد یہ تھے کہ ہمارے یہاں ایسے فضلا پیدا ہوں جو لوگوں کو صحیح طریقے سے نماز پڑھا سکیں، امت کو صحیح عقائد سکھا سکیں، یہ بہت اچھی بات ہے لیکن اب دور بدل گیا، اس دور میں ہمارے سامنے نئے نئے چیلنج آ گئے، اب ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں تیاری کرنی پڑے گی۔ حضرت مولانا ہمیشہ طلبا سے یہ جملہ کہتے تھے کہ جس سپاہی کو یہ معلوم نہیں کہ اس کے مقابلہ میں جو فوج ہے اس کے پاس کس قسم کے ہتھیار ہیں اور وہ کس جہت سے حملہ آور ہے تو دفاع کیسے کرے گا، آپ کو یہ تو جاننا پڑے گا کہ اس وقت اسلام پر جو فکری حملے ہو رہے ہیں وہ کیا ہیں، جسے عربی میں ''الغزو الفکری'' کہتے ہیں، ہمارے مدرسے میں ہم نے الغزو والفکری اور تقابل ادیان کا مضمون نصاب میں داخل کیا، ان طلبہ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے ملک میں جو بدھشٹ مذہب ہے اس کی اساس کیا ہے، میں نے ہندو مذہب کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے کہا ہمارے مذہب کی اساس دو

چیزوں پر ہے، عدم تشدد، جسے یہ لوگ ''اَہنسا'' کہتے ہیں اور دوسرے ''دَیا''، یعنی رحم، ان سے کہو کہ جب تمہارے مذہب کی بنیاد اَہنسا اور دَیا پر ہے تو پھر فسادات میں انسانوں کو جلاتے ہو اور انسانوں کو قتل کرتے ہو تو تم اپنے مذہب کے ساتھ غداری کر رہے ہو، آپ ان بدھشٹ لوگوں کے مذہب کا برمی زبان میں مطالعہ کریں اور پھر انہیں بتائیں کہ آپ کی کتابوں میں آپ کا مذہب تو یہ ہے پھر آپ یہ حرکت کیوں کررہے ہیں؟ لیکن ہمیں اور آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ان کتابوں میں کیا ہے تو کس انداز سے ان کو سمجھائیں گے۔

لوحِ دل پر یہ نقش کرلیں:

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا، اس مدرسہ میں حاضر ہوکر بڑی خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کو مزید ترقی عطا فرمائے اور ہمارے جو علمائے کرام یہاں اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کام کررہے ہیں اور ان کی جو فکریں ہیں کہ ہمارے یہ طلبا اسلام کے سپاہی بن کر پورے عالم میں پھیلیں اور اپنی زندگی کا مقصد ایک ہی چیز کو بنائیں، حضرت مولانا علی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ طلبا کو حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ جملہ اپنے قلب پر نقش کرلینا چاہیے، حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا ''أینقص الدین و أنا حي'' کیا دین میں کمی بیشی ہوسکتی ہے میرے زندہ ہوتے ہوئے، میں زندہ ہوں اور دین میں کمی بیشی ہوتی ہوئی دیکھوں اور میں برداشت کرلوں ایسا نہیں ہوسکتا، کھڑے ہوکر کہیں گے کہ یہ بات غلط ہے اور صحیح یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ ہے، اس پر ڈٹے رہیں چاہے ہماری دنیا کا

نقصان ہوجائے، ہم اِن مدرسوں میں اکتساب زر کے لیے نہیں آئے کہ ہم پڑھ کر بہت دولت کمائیں گے، بالکل دولت ملنے والی نہیں ہے، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص کا یہ ذہن ہو تو ابھی سے وہ اپنا راستہ بدل دے۔

وہیں سے لوٹ جائے جسے جاں ہو اپنی پیاری:

میں ایک مرتبہ ندوہ گیا تو حضرت کا بیان ہونے والا تھا، یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی، نئے سال کی شروعات تھی، حضرت نے اس بیان میں فرمایا کہ میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی نیتوں کو دیکھ لیں، اگر آپ کو اسلام کی خدمت کرنی ہے تو ندوہ حاضر ہے، اگر آپ کو پیسہ کمانا ہے تو یہ یونی ورسٹیاں موجود ہیں، آپ ابھی سے اپنا راستہ متعین کرلیں، یہ پیسہ کمانے کی درس گاہیں نہیں ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث حاصل کرنے کی درس گاہیں ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی بھر اللہ کے دین کو پہنچانے اور اللہ کے بندوں کو جہنم سے بچانے میں اتنی محنت کی کہ آیت نازل ہوگئی ''**لعلک باخع نفسک ألّا یکونوا مؤمنین**''(۱) اے پیغمبر! شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کردیں گے اس بات پر کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، اتنا سوز تھا، **کان دائم الفکرۃ، طویل الأحزان**، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

أقول قولي هذا و استغفر الله لي ولكم ولسائر المسلمين فاستغفروه، إنه هو الغفور رحيم۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين!

(۱) سورۂ شعراء: ۳

(۱۰)

سیرت پاک کے تئیں ہماری ذمہ داریاں

المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں منعقدہ سہ روزہ بین الاقوامی سیمینار میں ۲۲ر فروری ۲۰۱۶ء کو یہ صدارتی خطاب پیش کیا گیا۔

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین، سیدنا و مولانا محمد، وعلی آله وأصحابه وأتباعه إلی یوم الدین۔ أما بعد!

قابلِ صد احترام فقیہ العصر، المعہد الاسلامی کے بانی و مہتمم حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ، اسٹیج پر تشریف فرما معزز علمائے کرام اور دوسرے محقق حضرات، باہر سے تشریف لائے ہوئے مہمانانِ مکرم اور میرے عزیز بھائیو!

ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں:

کل کی نشست میں بھی بہت سے قیمتی مقالات پڑھے گئے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان سے ہم لوگوں کو بہت کچھ معلومات ملیں، یہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو سیمینار مولانا نے اس وقت یہاں منعقد کیا ہے وہ وقت کی اہم ضرورت ہے، اس وقت پوری دنیا میں اس پر ارادتاً محنت ہو رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو مجروح کیا جائے، آپ کے بارے میں ایسے الفاظ اور ایسی چیزیں پیش کریں جس سے لوگوں کے ذہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کم ہو جائے۔ ابھی دو دن پہلے شام کے ایک عالم شیخ سعید رمضان بوطی کی کتاب ''فقہ السیرۃ'' پڑھ رہا تھا، انہوں نے مقدمے میں لکھا ہے کہ خود میرے اوپر یہ محنت کی گئی۔ دیکھئے شامی

عالم ہیں اور بہت محقق عالم، فرماتے ہیں، مجھے کہا گیا ہے کہ آپ اس انداز سے سیرت مرتب کریں جس میں ایسے واقعات نہ ہوں کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بڑی اہمیت معلوم ہو، آپ کی نبوت کا ثبوت ہو، زیادہ سے زیادہ آپ ایسا لکھیں کہ آپ ایک عبقری شخصیت تھے، جیسے دنیا میں بہت سے عباقرہ ہوتے ہیں تو آپ بھی عبقری اور علمی شخصیت تھے تو ایسے تو دوسرے بھی تھے؛ لیکن نبوت والی بات نہیں تھی۔ وہ کہنے لگے مجھے تعجب تھا کہ اس کے لیے وہ پیسے خرچ کر رہے ہیں، ہمارے مسلمانوں کے پاس کتابیں لکھوا رہے ہیں، محمد حسین ہیکل نے جو کتاب لکھی ہے جن کا ابھی دو چار دن پہلے انتقال ہوا تو ان کی کتاب ''حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' ویسے دیکھنے میں بہت عمدہ کتاب ہے؛ لیکن اس میں بھی یہ کوشش کی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت دوسرے طرز پر ہے تو جب دنیا میں ایسا ماحول ہے تو ہمیں ضرورت ہے اور خاص کر ہمارے مدارسِ عربیہ کے جو نوجوان فضلا ہیں ان کو سیرت پر گہری نظر کرنے کی ضرورت ہے اور ایک ایک جملے پر دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا بات ہے۔

دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت جب مکہ معظّمہ تشریف لے جا رہے تھے تو ابوسفیان کو ایک جگہ کھڑا کیا گیا تھا، انھوں نے حضرت سیدنا عباسؓ سے یہ جملہ کہا تھا کہ تمہارے بھتیجے کا تو بہت بڑا اقتدار ہو گیا تو حضرت عباسؓ کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ نکالا کہ ''إنما هي النبوة''(۱) یہ ملوکیت نہیں ہے یہ تو نبوت ہے۔ یہ بہت تاریخی جملہ ہے جو آپ کی زبان سے نکلا کہ نبوت اور ملوکیت میں کیا فرق ہو سکتا ہے۔

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی: ۶/ ۱۸۵، مجمع الزوائد: ۶/ ۱۶۸

میرے دوستو! ہمیں ایسی چیزیں دیکھنی چاہیے کہ آپ کی جو خوبیاں ہیں وہ نبوت کے سلسلے سے کس طرح جڑتی ہیں، آپ ایک نبی تھے اور نبی کی جو خصوصیات ہوتی ہیں وہ آپ میں موجود ہیں، اس لیے کہ ان کو بادشاہت تو مکہ میں دی جا رہی تھی، جب آپ نے دعوت شروع کی تو مکہ کے لوگ آئے، اور کہا آپ کو کتنا مال چاہیے؟ یہاں کی سرداری چاہیے، آپ کوئی خوب صورت عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے لیے مکہ کی بہترین عورت حاضر کرتے ہیں، یہ سب چیزیں تو پیش ہو گئی تھیں اور آپ نے فرمایا تھا کہ میرے ایک ہاتھ میں چاند ہو اور دوسرے ہاتھ میں سورج ہو لیکن میں اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا، یہ بات تو نبی ہی کہہ سکتا ہے۔(۱)

دیگر مذاہب کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ:

میرے دوستو! بہر حال آج کے جو مقالات ہیں پیغمبر اسلام، ویدیں، گیتا اور بائبل، یہ اس دور سے متعلق ہیں، ہم لوگ جس دور میں وقت گزار رہے ہیں اور ہمارے ملک میں جو حالات چل رہے ہیں اس وقت میں، ابھی ہمارے ایک محترم نے کہا کہ ہندوستان میں اسکولوں میں گیتا کو داخل نصاب کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، مدھیہ پردیش میں تو غالباً گیتا کے اسباق کافی ہو گئے، دوسری جگہ بھی یہ کوششیں کی جا رہی ہیں تو جب یہ حالات ہیں تو ہمارے علما کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان چیزوں کو دیکھیں، اس زبان کو سیکھیں۔

ابھی ادبِ اسلامی کا جو جلسہ اکل کوا میں ہوا تھا، اس میں مولانا محمد رابع

(۱) دلائل النبوۃ: ۲/ ۱۸۷

صاحب تشریف لائے تھے، وہاں بھی یہ بات ہوئی تھی کہ ایک شعبہ مدارس میں شروع کیا جائے جس میں سنسکرت زبان سیکھی جائے اور ہندی زبان بھی اچھی سیکھی جائے، جب جا کر ہم ان کتابوں کو اچھی طرح سمجھیں گے ورنہ ابھی جیسی بحث ہوئی اور یہ حضرات جو بات بیان کر رہے تھے تو ہمارے سر پر سے گزر رہی تھی، اس لیے کہ ہم سنسکرت جانتے ہی نہیں۔

علمائے برما کو پیغام:

میرے دوستو! اس کی بڑی ضرورت ہے، اب بدھ مذہب کے بارے میں ابھی جو گفتگو ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے مذہب میں تو رحم دلی اور دوسرے انسانوں کی قدر کرنا یہ بنیادی چیزیں ہیں۔ دو سال پہلے میرا رنگون جانا ہوا تو اس وقت وہاں بہت سخت فسادات ہو رہے تھے اور مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا تھا اور مسلمان بہت گھبرائے ہوئے تھے، میں نے اپنے دوست علما سے کہا کہ بھائی آپ لوگوں کا کام یہ ہے کہ یہاں کے جو بدھشٹ علما ہیں، جو بدھ مذہب جاننے والے ہیں ان کو آپ دعوت دیں اور ان سے یہ پوچھیں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ آپ کے مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ مسلمانوں کو قتل کریں، ان کی بچیوں کو جلا رہے ہیں، گرم گرم پترے پر بچوں کو رکھا گیا، کیا یہ بدھ مذہب ہے۔ سری لنکا میں فساد شروع ہوا، ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیا آپ کا یہ مذہب ہے؟ اور اگر ہم جانتے ہوں جیسا کہ آپ نے کہا، اگر ہم ان کی عبارتوں کو جانتے ہیں، اگر ہم ان کی کتابوں سے واقف ہیں تو ہم ان کی کتابوں سے پڑھ کر بتائیں کہ آپ کی کتابیں تو یہ کہہ رہی ہیں، ہمارا دعویٰ یہ ہے

کہ آپ اپنی کتابوں کو جھٹلا رہے ہیں، آپ اپنے مذہب کو بدنام کر رہے ہیں؛ لیکن وہاں کے علما نے مجھ سے یہ عرض کیا کہ مولانا! ہم بالکل نہیں جانتے کہ بدھ مذہب کیا چیز ہے؟ برما میں تو بہت زیادہ ہیں، سری لنکا، برما اور تھائی لینڈ بدھشٹ علاقے ہیں، جاپان میں بھی ہیں؛ لیکن ہمارے علما وہاں برسوں سے رہتے ہوئے بھی ان کو یہ معلوم نہیں ہے، ہمارے ملک میں بھی ہندو مذہب کی جس چیز پر بنیاد رکھی گئی ہے وہ رحم دلی ہے، جس مذہب کی بنیاد رحم دلی پر ہے اور جس مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ کسی انسان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، آپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ پیروں میں کپڑے لپیٹ کر اس سرزمین پر چلیں تا کہ چیونٹی کو تکلیف نہ ہو، وہاں آپ انسانوں کو قتل کر رہے ہیں، انسانوں کے گلوں پر چھریاں پھرا رہے ہیں، یہ کیسا مذہب ہے آپ کا؟

سیرت پر سیمینار:

تو یہ بات سمجھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کے مذہب کی کتابوں کو دیکھیں اور انہیں کے الفاظ میں ان کے سامنے بات کریں کہ آپ ہم کو جواب دیجیے کہ آپ اپنے مذہب پر ہیں یا کسی اور راستے پر جا رہے ہیں، اس کی بڑی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں کہ انہوں نے موقع کی مناسبت سے اور حالات اس وقت جس چیز کا تقاضا کر رہے ہیں اس کے مطابق سیمینار بلایا اور بڑی خوشی کی بات ہوئی کہ ہندوستان کے ہر علاقے سے اور بیرون ممالک سے یہاں حضرات علما تشریف لائے، اس لیے کہ سیرت النبیؐ کا موضوع ہی ایسا ہے کہ ہر آدمی کو کھینچتا ہے۔

عشقِ نبوی کی عظیم مثال:

میرے بھائیو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کا جونمونہ ہمارے اکابرین میں تھا اس سلسلہ میں ایک قصہ سنا کر بات ختم کرتا ہوں، جب قادیانیوں کا مسئلہ بہاول پور کے مقدمے میں پیش ہوا تو حضرت شاہ صاحب کو بلایا گیا، حضرت شاہ صاحب پر خط آیا کہ حضرت تشریف لائیں یہاں بہت بڑا مقدمہ ہے، اس وقت حضرت شاہ صاحب بے حد بیمار تھے، ان کو خونی بواسیر کی تکلیف تھی اور چارپائی سے بالکل اٹھ نہیں پاتے تھے، لیکن حضرت بہاول پور جانے کے لیے تیار ہو گئے، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس وقت دیوبند میں تھے اور دوسرے بڑے بڑے علما تھے، ان کو جب پتہ چلا کہ حضرت شاہ صاحب سفر کے لیے تیار ہیں تو ان کو بڑا تعجب ہوا، پورا وفد شاہ صاحب کے یہاں گیا اور حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ہم آپ کے شاگرد ہیں، آپ ہم کو کچھ نوٹس لکھوا دیجیے، ہم وہاں سوال وجواب کرلیں گے، آپ اس عمر میں تکلیف نہ اٹھائیں، انورشاہ نے کیا جواب دیا، میرے دوستو! دل کو ہلا دینے والی بات ہے، فرمایا ہاں! مولوی شبیر بات تو آپ صحیح کہہ رہے ہیں؛ لیکن اگر میرا انتقال ہوگیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہوا اور آپ نے مجھ سے یہ سوال کرلیا کہ انورشاہ ایک مدعی میری نبوت کے خلاف کھڑا ہوا تھا اور تم نے کچھ نہیں کیا تو میرے پاس کیا جواب ہے؟ میری چارپائی بھی اٹھا کر تم وہاں لے جانا۔

ہمارے اکابرین کے دل میں ایسا عشق تھا کہ آدمی کسی حالت میں ہو لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جہاں ہے، یا آپ کی سیرت کے بارے میں

جہاں کوئی بات ہوتی ہے وہاں آدمی کو کسی حالت میں بھی ضرور جانا چاہیے، اس لیے کہ ہمارے سب کچھ آپ ہی ہیں، ''**لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر**''(۱)، آپ کے علاوہ ہمارا کوئی قائد نہیں ہے، آپ کے علاوہ ہمارا کوئی رہنما نہیں ہے، آپ کی سیرت کا ایک ایک جملہ اور ایک ایک حال ہمیں سمجھنا ہے اور اس کو تطبیق دینا ہے۔

صدر اجلاس کا حال:

میرے دوستو! وقت بہت تھوڑا ہے، مجھے کوئی علمی بات نہیں کرنی ہے، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے ایک مرتبہ ایک جملہ فرمایا تھا کہ کسی جلسے میں جب کسی کو صدر بنایا جاتا ہے تو وہ سب سے زیادہ مظلوم ہوجاتا ہے، اس لیے کہ اس کو جو کچھ کہنا ہوتا ہے اس کی اکثر باتیں دوسرے مقررین کہہ چکے ہوتے ہیں، اب اس کو کیا دہرائیں اور پھر میرے جیسے ایک طالب علم کو جو بہت سی چیزوں سے ناواقف ہے اور ہم یہ زبان بھی نہیں جانتے اور میں نے حضرت سے اسی لیے عرض کردیا تھا کہ میرا نام صدارت میں نہ رکھیں، میں اس قابل نہیں ہوں؛ لیکن حضرت کی محبت کی بات تھی کہ حضرت نے مجھے یہاں بٹھایا اور یہ شرف بخشا، اللہ تعالیٰ ہم سب کے یہاں آنے کو قبول فرمائیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیں سچی محبت نصیب فرمائیں اور ہم کوشش کریں کہ سیرت پر جتنی کتابیں چھپی ہیں ان کو پڑھیں، ہمارے اسکول کے بچوں کو بھی پڑھائیں۔

(۱) سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری بے اعتنائی:

ڈاکٹر مصطفی السباعیؒ نے ایک کتاب بہت عمدہ لکھی ہے، میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں اور طلبہ سے کہتا ہوں کہ اس کو پڑھیں **"السیرۃ النبویۃ دروس و عبر"** بہت اچھی کتاب ہے اور اسی طرح کی ایک کتاب شیخ سعید رمضان بوطی نے لکھی ہے **"فقہ السیرۃ"** وہ بھی بہت عمدہ کتاب ہے، ہر سیرت کے واقعے پر انہوں نے کچھ کہا ہے' اس قسم کی جو نئی کتابیں آرہی ہیں، ان کو ہمیں دیکھنا ہے اور ہمارے طلبہ کے سامنے ایسی کتابوں کا ڈھیر لگانا چاہیے۔

عجیب بات ہے ساؤتھ افریقہ جانا ہوا تو ڈاکٹر سلمان صاحب، سید صاحب کے صاحب زادے مجھ سے کہنے لگے کہ ایک یونی ورسٹی نے ایک ہفتے تک سیرت نبوی پر لیکچر دینے کے لیے مجھے بلایا ہے، اس کے بعد فرمانے لگے کہ مولانا یہاں اتنے دارالعلوم ہیں لیکن کسی دارالعلوم نے مجھے سیرت پر تقریر کرنے کے لیے نہیں بلایا، یونی ورسٹی والے بلا رہے ہیں مگر مجھے یاد نہیں ہے کہ کسی دارالعلوم نے یہ کہا ہو کہ صاحب آیئے حالاں کہ ان کے والد صاحب کی سیرت پر بے مثال کتاب ہے۔

اس سے اندازہ ہوا کہ ہمارے مدارس میں بھی سیرت پر وہ اعتنا نہیں ہے جتنا ہونا چاہیے اور نصاب میں بھی کوئی سیرت کی کتاب نہیں ہے، یہ عجیب بات ہے، مدینہ منورہ میں تو ایک چھوٹی سی کتاب ہے جو بچوں کو پوری یاد کروائی جاتی ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہمارے نصاب میں بھی سیرت کی کوئی کتاب ہو جس کو طالب علم پوری یاد کرے۔

اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بہت ہی قبول فرمائیں اور حاضرین جتنے صبر وسکون کے ساتھ تشریف فرما ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

ھذا ما عندي والعلم عند اللہ، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ



(۱۱)

اسلام کا نظام نکاح

حضرت والا کا یہ بیان
۱۷ر دسمبر ۲۰۰۴ء کو
لوساکا (زامبیا) کی جامع مسجد میں ہوا تھا۔

الحمد للّٰہ، نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتو كل عليه، و نعو ذ باللّٰہ من شرو ر أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰہ فلا مضل له و من يضلله فلا هادي له، و نشهد أن لا إله إلا اللّٰہ و حده لا شريک له، و نشهد أن سيدنا و مو لانا محمدا عبده و رسو له، صلى اللّٰہ تعالىٰ عليه و على آله و أصحابه و سلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا۔ أما بعد!

فقد قال النبي صلى اللّٰہ عليه و سلم: النكاح من سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني۔(۱)

بزرگان محترم!

جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح میری سنت اور میرا طریقۂ زندگی ہے اور یہ حدیث ہر خطبۂ نکاح میں پڑھی جاتی ہے، جب بھی نکاح ہوتا ہے تو نکاح خواں یہ حدیث پڑھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو آدمی میرے طریقۂ زندگی سے منہ پھیرتا ہے وہ میری جماعت میں نہیں ہے۔ (و من رغب عن سنتي فليس مني)(۲)

دو قسم کے رجحانات:

یہ چھوٹی سی حدیث ہے؛ مگر دنیا میں بسنے والے انسانوں کے لیے اس میں بڑی کارآمد چیز ہے، اس دنیا میں دو قسم کے رجحانات چل رہے تھے، عرب ممالک

(۱) رواہ ابن ماجہ: ۱۸۴۶ (۲) مسند احمد: ۵/۴۰۹، الرقم: ۲۳۵۲۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۱/۲۹۱، الرقم: ۲۰۵۶۸

میں کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ ان کے یہاں نکاح میں عدد کی کوئی پابندی نہیں تھی، وہ آٹھ آٹھ عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے تھے، کچھ لوگ دنیا میں ایسے تھے کہ وہ نکاح کو تقوی کے خلاف سمجھتے تھے جیسے عیسائی لوگوں کے یہاں جو لوگ راہب ہوتے ہیں، جو گرجا گھر میں رہتے ہیں وہ اپنی عزت اور شرافت اس میں سمجھتے تھے کہ وہ نکاح نہ کریں، مرد بھی، عورتیں بھی، کتنے عیسائی مرد پرست ہوتے ہیں اور کتنی عیسائی عورتیں نن ہوتی ہیں۔

ہندوستان میں بھی ایک طبقہ ایسا ہے کہ وہ بغیر نکاح کے رہنا اپنے لیے ضروری سمجھتا ہے، ایک طرف تو اتنی آزادی تھی کہ طبیعت میں آئے اتنے نکاح کرو اور دوسری طرف یہ تھا کہ نہیں، نکاح ہرگز نہ کرنا! گویا ان کے نزدیک نکاح نہ کرنا بہت بڑی عبادت اور بڑی شرافت کی چیز تھی، یہ دو الگ الگ طبقے تھے۔

اعتدال اسلام کا امتیازی وصف ہے:

یہ دین جو ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملا ہے وہ بہت درمیانی دین ہے، ہر انسان کے لیے اس میں رہنمائی موجود ہے، یہ ایسا دین ہے کہ آدمی یہاں کوئی تکلیف اٹھائے نہ وہاں، اعتدال اس کا امتیازی وصف ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وكذلك جعلناكم أمة وسطا۔** (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو امت وسط (معتدل امت) بنایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر حکم میں اعتدال ہے کہ جو چیز غیر فطری اور نیچر کے

(۱) البقرة: ۱۴۳

خلاف (Unnatural) ہے وہ ہماری شریعت میں بالکل نہیں ہے، بہت زیادہ نکاح کرنا یہ بھی خلاف فطرت (Unnatural) ہے اور نکاح نہ کرنا یہ بھی فطرت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کے مزاج میں جیسے بھوک پیدا کی کہ اسے بھوک لگتی ہے تو وہ کھانا کھاتا ہے، اسے پیاس لگتی ہے تو وہ پانی پیتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آدمی کے اندر شہوت بھی رکھی ہے اور قضائے شہوت کے لیے ایک صحیح محل تیار کیا، جیسے ہم حرام غذا نہیں کھا سکتے، حرام مشروبات نہیں پی سکتے، اسی طرح ہم شہوت کو بھی حرام جگہ پورا نہیں کر سکتے۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے:

پھر اس کا طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو مقرر فرمایا؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں سے کہا کہ تم نکاح کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ بات سمجھائی کہ راہب بن جانا، کسی مسجد یا گرجا میں بیٹھ جانا اور کہنا کہ ہم نکاح نہیں کریں گے، یہ کوئی شرافت کی بات نہیں ہے، **لا رهبانية في الإسلام!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں سنیاس نہیں ہے (۱)۔ اسلام میں راہب بن جانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہم اس وقت دنیا کے حالات پر جب نظر ڈالتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے؛ چناں چہ گذشتہ سال ٹورنٹو کے ایک اخبار میں یہ رپورٹ چھپی تھی کہ تقریباً ۳۰۰/عیسائی راہب جو گرجا میں رہتے تھے وہ جنسی گناہ میں مبتلا پائے گئے، امریکہ و کینیڈا میں لوگ باقاعدہ ریسرچ کر کے ایسی چیزیں چھاپتے ہیں۔

(۱) شرح السنة: ۲/۳۷۱

جب ایک آدمی نے مجھے یہ سنایا کہ ایک اخبار میں یہ رپورٹ آئی ہے تو میں نے کہا کہ چوں کہ نکاح نہ کرنا ایک غیر فطری چیز اپنے اوپر لادی تھی اس لیے اس کو برداشت نہ کر سکے، اب جب نکاح نہیں کریں گے تو وہ اپنی شہوت اور اپنی خواہشات کو غلط جگہ پورا کریں گے، اب ظاہر بات ہے کہ اگر ایک راہب اور پادری ایسا کام کرے گا تو سماج میں اس کی بڑی بے عزتی ہوگی۔

اسلام میں فطرت انسانی کی رعایت:

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی مزاج اور فطرت کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائی! نکاح کرو، یہ میرا طریقۂ زندگی ہے، اس میں تمھیں ثواب ملے گا، چناں چہ نکاح کو عبادت قرار دیا گیا ہے، اگر آدمی اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اس کا نکاح کرنا اس کے لیے ثواب کا کام ہے، اس کو اس پر اجر ملتا ہے۔

اسی لیے سیدنا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی نے نکاح کیا اور اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہے اور بیوی کے منہ میں لقمہ دے رہا ہے تو اس کو نفل نماز سے زیادہ ثواب ملتا ہے، نکاح کی یہ فضیلت بیان کی گئی؛ تاکہ انسانی سماج اور معاشرہ محبت کے ساتھ اور صحیح طریقہ سے پروان چڑھے۔

نکاح کے سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بہت سارے احکام امت کو بتائے۔

مثلاً: ایک یہ کہ نکاح میں اسراف نہ کرو، سادگی کے ساتھ نکاح کرو، آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں سب سے زیادہ کم خرچ ہو(۱)، امت اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے بہت دور جا پڑی ہے، جو حالات ہمارے سامنے آرہے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح پریشانی میں گھری ہوئی ہے۔

ہمارے جن مسلمان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی ہے، ان کے ذہنوں میں قطعاً یہ بات نہیں رہتی کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں اور اللہ نے ہمیں جو دولت دی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے، ہمیں اسے صحیح مصرف میں خرچ کرنا چاہیے۔

مال میں بے جا اسراف:

ابھی میں انگلینڈ میں تھا، ایک صاحب کا نکاح ہوا تو بارات لندن سے لیسٹر آئی، اس میں سات لاکھ پاؤنڈ خرچ ہوئے، بڑی بڑی ہوٹلوں میں ان کو رکھا گیا، مجھ سے انھوں نے بیان کیا کہ مولانا! سات لاکھ پاؤنڈ اس میں خرچ ہوئے ہیں، میں سوچ رہا تھا کہ کیا اس امت کو اتنا شعور نہیں کہ امتِ مسلمہ کے حالات بہت خراب ہیں، ہمیں اس وقت اس طرح اسراف نہیں کرنا چاہیے، ہمارے یہاں نکاح سادہ ہونا چاہیے اور یہ دولت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے وہ ہمیں اہم اور ضروری کاموں میں خرچ کرنا چاہیے، امت کے کتنے بچے ایسے ہیں جن کے پاس پڑھائی کے پیسے نہیں ہیں، ان کے پاس اسکول کی فیس نہیں ہے، کتنے مریض ایسے ہیں جن کے پاس علاج کے پیسے نہیں ہیں۔

(۱) مسند طیالسی: ۳/۴۶، الرقم: ۱۵۳۰

افریقی ممالک میں جو ایڈس کی بیماری پھیلی ہے اس کی دوا بھی بڑی مہنگی ہوتی ہے، اس کے بھی لوگوں کے پاس پیسے نہیں ہیں، پھر ہمیں کیا ضرورت ہے شادی میں اتنا بڑا خرچ کرنے کی؟

گذشتہ ہفتہ میں اپنے ماموں کے پاس لینس ''دارالعلوم زکریا'' میں بیٹھا ہوا تھا تو ماموں نے مجھے ایک شادی کا دعوت نامہ دکھایا، وہ ایک لال بکس تھا جس میں کئی قسم کے کارڈ رکھے ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ تین سو چار سو (رینڈ) میں ایک بنا ہوگا، یہ سب فضول باتیں امت کے اندر موجود ہیں؛ حالاں کہ اللہ سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتے ہیں: **إنه لا یحب المسرفین**(۱) (اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے)، اپنی دولت کا مظاہرہ کرنا اور لوگوں کو یہ بتانا کہ ہم بہت مال دار ہیں اور ہم نے اپنے بچہ کی شادی میں بڑا ہوٹل بک کیا اور ہمارے پاس اتنی گاڑیاں ہیں، یہ سب فضول باتیں ہیں جو اسراف میں داخل ہیں۔

میرے دوستو! یہ مال کا غرور ہے جو ہمارے اندر پیدا ہوگیا ہے، حالاں کہ ہمارے اسلاف کی سادگی کے بڑے عجیب وغریب نمونے تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کی شادی ہوئی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شادی کی دعوت نہیں دی تھی، جب وہ مجلس میں تشریف لائے تو ایک خاص قسم کی پیلے رنگ کی خوشبو جو عرب میں شادی کے موقع پر استعمال کی جاتی تھی اس کا نشان ان کے کپڑے پر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: **مھیم**؟ یہ کیا چیز ہے؟ عرض کیا: **یا رسول اللہ إني تزوجت** - میں نے شادی کی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أولم ولو**

(۱) الانعام:۱۴۱، الاعراف:۳۱

بشاة(۱) - بھائی! ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ خوشی کا موقع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شکایت نہیں کی کہ میں مدینہ میں موجود تھا اور آپ نے مجھے دعوت نہیں دی، آج تو اگر ہمارا کوئی رشتہ دار شادی کرتا ہے اور خدانخواستہ کسی کو دعوت نہیں پہنچتی تو تعلقات ختم ہوجاتے ہیں، برسوں تک منہ چڑھاتے ہیں اور اس کو طعنہ دیتے ہیں، جیسے عرب کے ایک شاعر نے کہا ہے ؎

أإذا تکون کریھة أدعی لھا

و إذا یحاس الحیس یدعی جندب(۲)

جب لڑائی کا دن ہوتا ہے تو مجھے پکارا جاتا ہے اور جب حلوہ پکتا ہے تو جندب کو بلایا جاتا ہے، ہم لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ بھائی! شادی میں ہم کو یاد نہیں کیا، تم ہم کو بھول گئے، ہم معمولی معمولی باتوں میں ناراض ہوجاتے ہیں، یہ سب اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔

شادی کو سادی کیجیے:

اسلامی مزاج یہ ہے کہ سادگی کے ساتھ بغیر قرض لیے شادی کریں اور بہتر یہ ہے کہ شادی کے بعد ولیمہ کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، ایک بکری یا دو بکری ذبح کر کے رشتہ داروں اور دوستوں کو کھلا دیں، اتنا کرنا مسنون ہے؛ لیکن یہ جو طریقہ امت نے شروع کیا ہے کہ ایک ایک کارڈ پر تین سو ''رینڈ'' خرچ کرتے ہیں، یہ بالکل غلط راستہ ہے اور آج امت غلط راستے پر دوڑ رہی ہے۔

(۱) صحیح بخاری:۲۰۴۹ (۲) دیوان ابن الرومی:۶۱۱

انگلینڈ میں' میں نے یہ بات دیکھی، افریقہ میں بھی میں نے یہ بات دیکھی، زامبیا کا حال مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہاں لوگوں کا عام مزاج کیا ہے، اگر یہاں بھی ایسا ہوتا ہے تو یہ غلط ہے، اس رجحان کو بدلنا چاہیے، امت کے اہم اہم کام ایسے ہی پڑے ہیں کہ اگر یہ پیسہ جمع ہو جائے جو فضول خرچ ہو رہا ہے تو امت کے بہت سے بچوں کی زندگی بن جائے گی، امت کی بہت سی بیٹیاں ایسی ہیں جن کے پاس شادی کے کپڑے نہیں ان کا انتظام ہو جائے۔

ہم ہندوستان میں دیکھتے ہیں، ہمیں تو ہر جگہ سفر کا اتفاق ہوتا ہے، ہم ہندوستان کے اس کنارے سے اس کنارے تک جاتے ہیں، ایک ایک گھر میں چار چار بیٹیاں بیٹھی ہیں اور والدین کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہوتا کہ وہ ان کے چار پانچ جوڑے بھی سلا سکیں۔

اجتماعی نکاح:

مرحوم حاجی بھائی پاڑیا صاحب-اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھرے- وہ تبلیغی جماعت کے امیر تھے، ہندوستان آتے تھے تو انہوں نے اخیر میں غریب بچوں کی شادی کا سلسلہ شروع کیا تھا؛ چناں چہ راندیر اور دوسری جگہوں پر انہوں نے اعلان کرایا کہ ہر شادی کرنے والے لڑکے اور لڑکی کو کپڑے، پلنگ، کباٹ اور گھر کا دوسرا ضروری سامان حاجی صاحب کی طرف سے دیا جائے گا۔

ابھی تین سال سے بارڈولی میں لندن سے ایک صاحب ہاشم بھائی بھام نامی آتے ہیں، وہ ہر سال سات، آٹھ لاکھ روپئے خرچ کر کے جاتے ہیں، سو ڈیڑھ

سو اجتماعی نکاح کراتے ہیں، اجتماعی نکاح کو گجراتی میں (સમુહ લગ્ન) کہتے ہیں، اور اس پروگرام میں غیر مسلم بھی شریک ہوتے ہیں، میں بھی گذشتہ سال ان کے یہاں اجتماعی نکاح میں گیا تھا، وہاں ہندوؤں کے لیڈر بھی بیٹھے ہوئے تھے، ایک ہندو لیڈر نے کھڑے ہو کر گجراتی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

વર્ષો પછી મુસ્લિમ કોમ ને આ વાત સમજમાં આવી છે, અમારા હિંદુ

સમાજ માં ઘણાં વર્ષો થી અમે સમુહ લગ્ન કરીએ છીએ.

یعنی برسوں کے بعد مسلم قوم کو یہ بات سمجھ میں آئی ہے، ہمارے ہندو سماج میں کئی سالوں سے ہم اجتماعی نکاح کر رہے ہیں۔

خلاف سنت نکاح کی نحوست:

ہم نے تو اپنی تقریر میں لوگوں سے کہا کہ یہ ہماری اپنی کمی ہے کہ ہم اپنے نبی کی تعلیمات نہیں پڑھتے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں پہلے سے سمجھایا ہے کہ نکاح سادگی کے ساتھ مسجد میں کرو، برکت اس میں ہے، یہ کیا بات ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے پیسہ دیا ہے تو تم دکھاوا کرتے ہو اور لوگوں کو بتلاتے ہو کہ ہم بہت بڑے مال دار ہیں، آپ چاہیں جتنا خرچ کریں گے، پھر بھی لوگ کچھ نہ کچھ آپ کی غلطی نکالیں گے، آپ چاہیں جتنا خرچ کر لیجیے؛ لیکن پھر بھی دس بیس آدمی تو یہی کہیں گے کہ ایسا پکایا تھا؛ حالاں کہ اس سے بہتر پکایا جا سکتا تھا، میرے بھائیو! کیا ضرورت ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کریں اور بدنامی بھی لیں۔

کچھ لوگ تو شادی کی وجہ سے قرض میں ڈوب جاتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتایا ہے اس پر اگر امت مضبوطی سے چلے تو امت بہت سی پریشانیوں سے بچ جائے گی اور اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں گے۔

ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید:

ایک نکاح ہوا اس پر بہت بڑا خرچ ہوا اور تیسرے ہی دن طلاق ہوگئی، میں ڈربن میں ایک نکاح میں حاضر ہوا، نکاح ہال میں تھا، ہمارے گجرات، سورت ضلع کے ایک بہت مال دار شخص تھے، میرا جی نہیں چاہتا تھا کہ میں ہال میں جاؤں؛ لیکن انہوں نے مجھ پر بہت اصرار کیا کہ نہیں، مولانا! سب لوگ آنے والے ہیں، آپ بھی تھوڑی دیر کے لیے چلیں، وہ لڑکی عیسائی لڑکیوں کی طرح سفید لباس پہنے ہوئے تھی جو نیچے تک گھسٹتا تھا، میرے ساتھ ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، اس نے بتایا کہ مولانا! اس بچی نے جو لباس پہنا ہے وہ پانچ ہزار رینڈ کا ہے، ابھی یہاں سے اٹھ کر گھر جائے گی اور نکال کر پھینک دے گی، پھر زندگی بھر اس کو ہاتھ نہیں لگائے گی، پانچ ہزار رینڈ اس نے خرچ کئے صرف ایک آدھ گھنٹے کے لیے، میں نے کہا کہ پانچ ہزار رینڈ میں ایک غریب بچی کی شادی ہو سکتی تھی، اللہ امت کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے!

میرے بھائیو! ہم نام کے مسلمان ہیں اس نے ہمیں بڑے خسارہ میں رکھا ہے، ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ زندگی کو اپنانے کی ضرورت ہے، ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم صحیح راستہ پر جا رہے ہیں یا غلط راستہ پر؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں انصاف ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: **وما ربک**

بظلام للعبید (تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے)۔(۱)

ہم جو اس وقت دنیا میں پریشانیاں اٹھا رہے ہیں وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ امت کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ امت کو صحیح طریقہ پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امت کو یہ بات سمجھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ بتایا اس میں خیر ہی خیر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف چلنے میں ہمارا نقصان ہی نقصان ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کتنی صاف بات فرمائی ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جو شخص بھی اس سرزمین پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف چلے گا وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچ سکتا ؎

مپندار سعدیؔ کہ راہِ صفا تواں رفت جز بر پئے مصطفی

اے سعدی! کبھی بھی گمان مت کر کہ تمہیں سیدھا راستہ مل سکے گا؛ مگر یہ کہ تم اللہ کے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه"(۲) (بے شک یہ میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے سو تم اس پر چلو)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زندگی گزارنے کا جو راستہ بتایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بتلایا ہے وہ سیدھا راستہ ہے۔

---

(۱) سورۂ فصلت: ۴۶ (۲) سورۂ انعام: ۱۵۳

ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔(۱)-تم ادھر ادھر کے راستوں پر مت بھٹکو، وہ راستے تم کو اس کے راستہ سے جدا کر دیں گے۔

کرنے کے کچھ کام:

دوسروں کی دیکھا دیکھی ہوٹلوں میں مت جاؤ اور وہاں جا کر اپنی زندگی برباد مت کرو، صحیح راستہ یہ ہے کہ سادگی کے ساتھ کم خرچ میں نکاح کرو اور جو پیسے اللہ تعالیٰ نے تم کو دیئے ہیں وہ غریبوں میں خرچ کرو، ان سے ہسپتال بناؤ، مسلم اسکول قائم کرو، غریب بچوں کی شادیاں کروا دو؛ تاکہ وہ زندگی بھر آپ کے لیے دعا کریں، میں نے آپ سے ذکر کیا کہ سو، سوا سو بچوں کے نکاح بارڈولی میں ہوئے تھے اور وہ بیچارے سب غریب بچے تھے، ادھر ادھر کے دیہاتوں سے آئے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ نکاح کے بعد وہ اتنے خوش تھے کہ ہم اندازہ نہیں لگا سکتے؛ کیوں کہ ان کے پاس پیسے ہی نہیں تھے کہ وہ نکاح کریں، اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس کی توفیق دے۔

میرے بھائیو! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے تو آپ بھی اس پر عمل کریں اور اپنے دوستوں کو بھی بتلائیں، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور خدا تعالیٰ جس چیز کو ناپسند کرے ہم اس کو کر کے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

---

(۱) سورۂ انعام: ۱۵۳



(۱۲)

فکرِ آخرت

حضرت والا کا یہ بیان
۲۰۰۳ء میں پلاسٹ گرو مسجد لندن میں
جمعہ کی نماز سے پہلے ہوا تھا۔

الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا۔ أما بعد! فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكثروا ذكر هاذم اللذات يعني الموت۔ (۱)

جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی اس امت کو آخرت کی فکر پر ڈالنے کی محنت فرمائی، یہ دنیا جس میں ہم اور آپ زندگی گزار رہے ہیں اس کی بے ثباتی بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو سمجھائی اور جب انسان اس دنیا کی حقیقت سمجھ لیتا ہے تو پھر اس کی زندگی کا رخ بالکل صحیح ہو جاتا ہے، آدمی جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ دنیا دار البقا یعنی ہمیشہ رہنے کا گھر نہیں ہے، یہاں جو بھی آتا ہے کچھ مدت کے لیے آتا ہے پھر اس کو اللہ کے یہاں جانا ہے تو وہ اس کی تیاری میں لگ جاتا ہے، قرآن کریم میں بار بار اس پر تنبیہ کی گئی ہے اور عجیب بات یہ کہ موت دنیا میں سب سے زیادہ یقینی چیز ہے؛ اس لیے کہ کوئی مہینہ اور ہفتہ خالی نہیں جاتا کہ آدمی کسی نہ کسی کے جنازہ میں شریک نہ ہوتا ہو، کبھی محلہ میں، کبھی شہر میں، کبھی رشتہ داروں میں، کبھی اہلِ خاندان میں کسی نہ کسی کا انتقال ہوتا ہے اور جنازہ کو اٹھا کر قبرستان لے جاتے

(۱) ترمذی: الرقم: ۲۳۰۷، سنن النسائی: ۱۸۲۴

ہیں اور اس کو قبر میں دفن کرتے ہیں؛ لیکن خدا کی قدرت! انسانی غفلتوں کا یہ حال ہے کہ جو چیز سب سے زیادہ یقینی ہے اس سے سب سے زیادہ غفلت ہے۔

ہماری غفلت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سی حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "**أکثروا ذکر ھاذم اللذات**"(۱) زیادہ یاد کیا کرو لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو، دنیا میں انسانوں پر جو غفلت طاری ہوجاتی ہے اس کا علاج موت کی یاد ہے، دنیا میں رہتے رہتے انسان موت کو بھول جاتا ہے اور وہ یہ سوچنے لگتا ہے کہ ہمیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے، پھر جب کسی کی موت واقع ہوتی ہے تو انسان یہ سوچتا ہے کہ یہ دوسرے لوگ جارہے ہیں، ایک دن مجھے بھی جانا ہے لیکن پھر وہ بھول جاتا ہے اور غفلت کا تو اس وقت یہ حال ہے کہ لوگ قبرستان میں کھڑے ہوکر دنیا کی باتیں کرتے ہیں، اگر کسی کی تدفین میں ذرا دیر لگ جائے تو وہاں بھی لوگ ہنستے اور مسکراتے ہیں اور ہنسی مذاق ہوتا ہے، یہ تعجب کی بات ہے۔

حضرت عثمانؓ کا فکر آخرت:

سیدنا حضرت عثمانؓ جو عشرۂ مبشرہ میں ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دس صحابۂ کرامؓ کو جنت کی خوش خبری دنیا میں سنائی تھی ان میں حضرت سیدنا عثمانؓ ذی النورین بھی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ اگر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار مبارک تھوڑی سی اوپر ہوتی تھی اور جب ایسی

(۱) ترمذی: الرقم: ۲۳۰۷، سنن النسائی: ۱۸۲۴

حالت میں حضرت عثمانؓ تشریف لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازار نیچے کر لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ عثمان بہت باحیا آدمی ہیں(۱)، اس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا احترام فرماتے تھے؛ لیکن حضرت عثمانؓ کا یہ حال تھا کہ جنت کی خوش خبری مل جانے کے باوجود بھی جب وہ قبرستان میں جاکر گھر آتے تھے تو ان کو بخار آجاتا تھا، آخرت اور اس منزل کے تصور کا ان کی طبیعت پر اتنا اثر ہوتا تھا کہ ان کو بخار آجاتا تھا، یہ حضرات صحابۂ کرامؓ کا مزاج تھا، ہم لوگ قبرستان میں جاتے ہیں، اپنے ہاتھوں سے جنازے اٹھاتے ہیں، سب کے جنازوں میں شریک ہوتے ہیں؛ لیکن ہماری طبیعت پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، یہ غفلت ہے جو امت پر عام طور پر چھائی ہوئی ہے۔

دنیا کی محبت:

اور ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ مرد عورتیں سبھی دنیا کو سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں، اگر ہمارے پاس گھر میں پانچ، دس جوڑے کپڑے موجود ہیں تب بھی ہمارا جی چاہتا ہے کہ پانچ جوڑے اور خریدلیں، ایک مہینہ پہلے ہم ہندوستان میں بھروچ شہر کی ایک دوکان میں بیٹھے ہوئے تھے، کچھ عورتیں یہیں انگلینڈ سے آئی ہوئی تھیں، میں بیٹھے ہوئے سن رہا تھا، وہ دوکان دار سے کہتی رہیں کہ بھائی! یہ کپڑا دیجیے! یہ بھی دیجیے! وہ بھی دیجیے! جب وہ خرید کر گئیں تو میں نے معلوم کیا تو یہ پتہ چلا کہ انہوں نے اٹھائیس جوڑے کپڑے خریدے ہیں، میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ یااللہ! اس امت کا کیا حال ہے؛ حالاں کہ وہاں ہمارے رشتہ داروں میں کئی عورتیں ایسی ہوں گی جن کے

(۱) بخاری: الرقم: ۳۶۰۴

پاس چار جوڑے کپڑے نہیں ہوں گے اور ہم ۲۸/جوڑے اور ۳۵/جوڑے اعلیٰ اعلیٰ قسم کے سوٹ خرید خرید کر ہزار سوٹ کا ڈھیر لگا دیتے ہیں، جب ہم یہ حال دیکھتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ یا اللہ! امت پر کتنی غفلت طاری ہے، جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ صحابۂ کرام کو آخرت کی طرف متوجہ کیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھے انداز میں مثالوں سے صحابۂ کرامؓ کو دنیا کی بے ثباتی سمجھایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی تربیت:

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، چند صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک بکری کا بچہ مرا ہوا پڑا تھا، جس کا ناک کان کٹا ہوا تھا اور اس میں سے بدبو آ رہی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک اس مرے ہوئے بچہ پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا ”من يشتري منكم“(۱) بھائی! تم میں سے کون اس بچہ کو خریدنے کے لیے تیار ہے؟ صحابہؓ متعجب ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک چیز سکھانا چاہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے معلم تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا طریقہ بہت اونچا تھا، وہاں ٹورنٹو میں جس علاقے میں میں رہتا ہوں وہاں ایک ڈاکٹر سراج الدین صاحب ہیں، ایجوکیشن کے بڑے ماہر ہیں، یونی ورسٹی میں ایک دن میں ان کے دو لیکچر ہوتے ہیں، میں ان کے ساتھ کبھی کبھی بیٹھتا ہوں، اس لیے کہ وہ اجپشن (مصری) ہیں اور عربی اچھی جانتے

(۱) ترمذی:۲۳۲۱

ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب! ایجوکیشن کے بارے میں نئے نئے نظریات کیا کیا سامنے آ رہے ہیں، امریکہ، جرمنی اور یورپ میں تعلیم سے متعلق جو کتابیں چھپتی ہیں ان میں کیا ہوتا ہے؛ چوں کہ ہم بھی مولوی لوگ ہیں، ہمارا کام بھی پڑھنا پڑھانا ہے، اس لیے میں نے ان سے پوچھا، انہوں نے مجھے کہا کہ شیخ! میں آپ کو ایک صحیح بات کہتا ہوں، پھر وہ مجھے کہنے لگے کہ میں نے تقریباً ۱۵۰/کتابیں ایجوکیشن کے ماہرین کی پڑھی ہیں؛ لیکن جب میں قرآن مجید پڑھتا ہوں اور جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مطالعہ کرتا ہوں تو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے جو طریقے بتلائے ہیں اب تک یہ لوگ وہاں نہیں پہنچے، یہ ڈاکٹر سراج الدین صاحب نے مجھ سے کہا جو ایجوکیشن کے ماہر ہیں، جو کینیڈا کی یونی ورسٹی میں لیکچر دیتے ہیں، میرے دوستو! میرا اور آپ کا قصور ہے کہ کتنی قیمتی دولتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو کتاب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صورت میں دے رکھی ہیں؛ لیکن ہم ان سے کبھی فائدہ نہیں اٹھاتے، ہم تو بس طوطے کی طرح ایسے ہی پڑھتے چلے جاتے ہیں، ان میں غور نہیں کرتے۔

دنیا کی حقیقت:

تو خیر! میں آپ کو یہ بتا رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے معلم تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات صحابہؓ کو سمجھانے کے لیے یہ پوچھا کہ تم میں سے اس بچہ کو کون خریدے گا؟ صحابہؓ نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو کون خریدے؟ یہ تو کان کٹا ہوا ہے، ناک اس کی کٹی ہوئی ہے اور پھر یہ مرا ہوا ہے، اگر یہ زندہ ہوتا تب

بھی ہم اس کو لینے کے لیے تیار نہ ہوتے، آپ نے فرمایا جب یہ تمہارے نزدیک اتنا حقیر ہے تو سنو! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا اس بچہ سے بھی زیادہ حقیر ہے(۱)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سمجھانا چاہتے تھے؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال دی تا کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے دلوں میں یہ بات گھر کر جائے کہ ایک مرے ہوئے بکری کے بچہ کی قیمت انسانوں کے دلوں میں جتنی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قیمت اس سے بھی کم ہے۔ میرے دوستو! کسی انسان کو دنیا کی حقیقت سمجھانے کے لیے اس سے بہتر کیا طریقہ ہوسکتا ہے! میرے بھائیو! جس دنیا کے پیچھے ہم اور آپ دوڑ رہے ہیں، جھوٹ بول رہے ہیں، دغابازی کر رہے ہیں، یہ سارا کا سارا یہیں رہ جانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر ایک چیز کا حساب دینا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا کہ صحابۂ کرامؓ کے ذہن کو اس طرف نہ موڑا ہو۔

حضرت سعد بن معاذؓ کے جنتی رومال:

جب حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال ہوگیا تو صحابہؓ جمع تھے، سب غمگین تھے، اتنے میں کہیں سے غنیمت کا مال آیا تو اس میں بعض بہت عمدہ قسم کے کپڑے تھے، حضرات صحابۂ کرامؓ ان کو دیکھنے لگے، چوں کہ وہاں غربت تھی، صحابۂ کرامؓ کے پاس ایسے اعلیٰ قسم کے کپڑے نہیں تھے، سب ان کو ہاتھ لگا رہے تھے اور متعجب ہورہے تھے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کا یہ حال دیکھا اور آپ صلی

(۱) ترمذی: ۲۳۲۱

اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس فرمایا کہ صحابہؓ کے دلوں میں ان کپڑوں کی اہمیت زیادہ ہے اور دنیا کی طرف ان کے قلب کا رجحان ہو رہا ہے، فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذہن موڑنے کے لیے فرمایا ”**والذي نفس محمد بيده لمناديل سعد بن معاذ في الجنة أحسن من هذا**“(۱) ارے! تم ان کپڑوں کو ٹٹول ٹٹول کر کیا دیکھ رہے ہو، یہ سعد بن معاذ جن کا انتقال ہوگیا ہے ان کے جو رومال جنت میں ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ اعلیٰ قسم کے ہیں، حضرت معاذؓ کو جنت میں ہاتھ صاف کرنے کے لیے جو رومال ملیں گے وہ ان کپڑوں سے کہیں اعلیٰ قسم کے ہیں۔

عقل مند انسان:

حدیث شریف کے ماہرین اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ اس لیے فرمایا تا کہ صحابۂ کرامؓ دنیا کی طرف راغب نہ ہوجائیں، حضرات صحابہؓ کے اس رجحان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے آخرت کی طرف موڑ دیا، پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کو یہ بتایا کہ یہ دنیا ہمیشہ کے لیے رہنے کی جگہ نہیں ہے، ہمیشہ رہنے کی جگہ تو آخرت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”**والآخرة خير وأبقى**“(۲) آخرت بہتر بھی ہے اور ابقیٰ بھی، ”أبقى“ یعنی ہمیشہ رہنے کی جگہ، عقل مند آدمی وہ ہے جو ہمیشہ رہنے کی جگہ کے لیے محنت کرے، مثلاً اگر مجھے یہاں برطانیہ میں ایک مہینہ رہنا ہے تو میں ایک چھوٹی سی سوٹ کیس لے کر آؤں گا، اگر میں یہاں ایک مہینہ

(۱) صحیح بخاری: ۲۶۱۵ (۲) سورۃ الاعلیٰ: ۱۷

کے لیے آؤں اور انڈیا سے اپنا سب سامان بھر کر لاؤں تو لوگ مجھے بے وقوف کہیں گے کہ میاں! تم یہاں ایک مہینہ کے لیے آئے ہو، تمہیں یہ سب اٹھا کر لانے کی کیا ضرورت تھی؟ برتن اٹھالائے اور یہ اٹھالائے، وہ اٹھالائے، کس نے تم کو یہ مشورہ دیا، لوگ مجھے پاگل کہیں گے، اسی لیے کہ یہاں مجھے ایک مہینہ رہنا تھا اور میں سامان دس پندرہ بکس لے کر آیا ہوں، یہاں تو مجھے ایک مختصر سوٹ کیس لے کر آنا چاہیے تھا، بہر حال یہ عقل مندی کی بات ہے کہ جس جگہ آدمی کو زیادہ رہنا ہے وہاں کی محنت کرے، اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وعظ ونصیحت کا مقصد:

میرے بھائیو! ہماری اور آپ کی اس وقت مصیبت یہ ہے کہ ہمارا رجحان دنیا کی طرف بڑھ گیا ہے، اسی وجہ سے اس وقت مسلمان تکلیف میں ہیں اور مسلمانوں کو پریشانیاں درپیش ہیں، اللہ تعالیٰ نے ساری باتیں ہمارے سامنے کھول کھول کر بیان کی ہیں؛ لیکن ہم نے اپنی آنکھیں اس کی طرف سے بند کر رکھی ہیں، ہم نے دین کے خلاف کرنا شروع کیا ہے، مولانا(۱) نے پرسوں مجھ سے کہا کہ آپ جمعہ سے پہلے تھوڑی دیر بات کریں، میں نے مولانا سے معذرت کی تھی کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں معذرت چاہتا ہوں، اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دل بجھ گئے ہیں، یہ برطانیہ کا میرا چودھواں سفر ہے اور کوئی سفر ایسا نہیں جس میں ہم نے یہاں کی مسجدوں میں دین کی بات نہ کی ہو؛ لیکن جس سفر کے بعد بھی ہم یہاں آتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ برائیوں میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، کمی نہیں آرہی ہے اور

(۱) مراد حضرت مولانا ابراہیم صاحب کنتھاروی مدظلہ فاضل دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر وامام پلاسٹ گرو مسجد لندن۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقریریں بھی کوئی اثر نہیں کر رہی ہیں، لوگ دین پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جمعہ کے دن سنی تو ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے اور ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے، میرے بھائیو! دنیا کا بڑے سے بڑا سرجن اور بڑے سے بڑا حکیم چاہے وہ حکیم جالینوس ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کا نسخہ ہمیں دے اور ہم جا کر اس نسخہ کو طاقچہ اور کباٹ میں رکھ دیں، اس کو استعمال نہ کریں تو ہمیں کبھی شفا نہیں ہو سکتی، میرے بھائیو! یہ تقریریں وقت گزارنے کے لیے نہیں ہوا کرتیں، دین کی بات اسی لیے صرف کہی سنی جاتی ہے کہ آدمی اپنے دل کو ٹٹولے کہ میری زندگی کا رخ کس طرف ہے، کیا واقعی ہم دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یا ہمیں کچھ آخرت کا بھی فکر ہے، جس آدمی کو آخرت کا خیال ہوتا ہے اس کی زندگی بہت ہی معتدل بن جاتی ہے۔

احادیث میں آخرت کی تعلیم:

اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی اہم بات بیان فرمانا چاہتے تھے تو اس سے پہلے دو باتیں ارشاد فرماتے تھے **”من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر“** ایک ایمان باللہ، دوسرے ایمان بالآخرۃ، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **”من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ“**(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمانا چاہتے تھے کہ مسلمان کو بااخلاق ہونا چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے؛ لیکن آپ

(۱) بخاری: ۶۰۱۸، ۶۰۱۹، ۶۱۳۶، ۶۴۷۵، ۶۴۷۶، مسلم: ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۵

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے یہ جملہ فرمایا ”من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر“ جوشخص اللہ کی ذات پر ایمان رکھتا ہواور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلیقل خیرًا أو لیسکت“(۱) جوشخص بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہواور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہواس کو چاہیے کہ جب کسی کے ساتھ بات کرے، یا اپنی زبان کھولے تو اچھی بات کرے، خیر کی بات کرے ”أو لیسکت“ یا تو پھر خاموش رہے؛ لیکن یہ بات کہنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمہ قائم فرمایا: ”من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر“، کئی حدیثوں کے شروع میں یہ دو جملے موجود ہیں، اس سے اندازہ ہوا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہر وقت مؤمن کو یہ بات یادرکھنا چاہیے کہ میرا ایک خدا ہے، جس کے سامنے مجھے جانا ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں پیدا فرمایا، اللہ نے ہمارے لیے قرآن نازل کیا، اللہ نے پیغمبر بھیجے؛ تاکہ ہم اپنی زندگی دین کے مطابق گزاریں، اگر ہم نے اس کی خلاف ورزی کی اور دنیا کی رنگ رلیوں اور آسائشوں میں گم ہو گئے اور اچھے کھانے پینے میں، بلڈنگوں اور موٹروں کی فکر میں رہے تو جواب دہی کرنی پڑے گی ”لتسئلن یومئذ عن النعیم“(۲) تم ضرور بالضرور پوچھے جاؤ گے قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں، کوئی چھوٹنے والا نہیں، کسی کا قدم وہاں سے ہٹ نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے اعمال کا جواب نہ دے دے، اگر کسی نے کوئی

(۱) بخاری: ۶۴۷۵، ۶۴۷۶، ۶۰۱۸، ۶۰۱۹، ۶۱۳۵، ۶۱۳۶، مسلم: ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۵ (۲) سورۃ التکاثر: ۸

غلط کام کر کے کسی کی کوئی چیز لی ہے تو اس کی سزا اس کو بھگتنی ہے، میرے بھائیو! اگر اللہ تعالیٰ ہم میں آخرت کا فکر پیدا فرمادے اور جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش سے صحابۂ کرامؓ کو پوری طرح فکر تھی تو ہمارا کام بن سکتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا فکرِ آخرت:

حضرات صحابۂ کرامؓ کو اس قدر آخرت کا فکر تھا کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ جلیل القدر صحابی ہیں اور بہت مال دار صحابی تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں وہ صاحب مال تھے؛ لیکن ایک دن روزہ رکھ کر افطاری کے لیے بیٹھے اور افطاری میں خادم نے ان کے سامنے کھانا رکھا تو اسے دیکھ کر حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ زاروقطار رونے لگے اور انہوں نے کہا یا اللہ! حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت حمزہؓ دنیا سے اس حال میں چلے گئے کہ انہیں کفن کے لیے پوری چادر بھی نصیب نہ تھی حالاں کہ وہ مجھ سے بہتر تھے اور اے اللہ! آج تو نے دنیا کی نعمتیں میرے لیے یہیں اکھٹی کر دیں، ایسا تو نہیں کہ میں آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جاؤں(۱)، ایسا تھا ان کا دل! مال ان کے ہاتھ میں تھا؛ لیکن ان کے دل میں نہیں تھا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس بہت مال تھا؛ لیکن جب بھی موقع ہوتا تھا وہ اپنے مال میں سے بے شمار اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے تھے لیکن اپنے دسترخوان پر دو ترکاریاں دیکھنے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔

(۱) بخاری شریف: الرقم: ۱۲۷۵، ۴۰۴۵

ہماری حالت زار:

آج میرا اور آپ کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اگر کوئی معمولی تقریب ہوتی ہے تو اس میں ہم پانچ چھ قسم کے پکوان پکاتے ہیں، شادیوں میں ہم بے تحاشا روپیہ خرچ کرتے ہیں، قوم بھوکوں مر رہی ہے، قوم کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ پیر ٹوٹے ہوئے اور کٹے ہوئے ہیں، ہم اخبار میں تصویر دیکھتے ہیں، اخبار میں آتا ہے کہ یہاں آج بم باری ہوئی، اس میں معصوم بچے اسکول میں تھے کسی کا ہاتھ ٹوٹ گیا، کسی کا پیر، ان کے پاس چلنے کی لکڑی نہیں ہے، ایسے ایک دو نہیں کئی کئی لاکھ بچے اس طرح معذور ہو چکے ہیں اور ہم اس طرح لاکھوں پاؤنڈ شادیوں پر خرچ کرتے ہیں، ہم اٹھارہ اٹھارہ اعلیٰ قسم کی گاڑیاں کرائے پر لیتے ہیں اور اپنے بچوں کی بارات لے کر جاتے ہیں، یہ زندگی نہیں مردگی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب کسی قوم کے دماغ پر فالج ہو جاتا ہے تو اس کا دماغ کام نہیں کرتا کہ اللہ نے مجھے یہ دولت دی ہے، مجھے اس کو کہاں صرف کرنا چاہیے، میری قوم کے بچے بھوکے مر رہے ہیں، کتنے بچے ایسے ہیں جو اسکول کی فیس نہ ہونے کی وجہ سے اسکول نہیں جا سکتے اور ہم یہ اسراف کر رہے ہیں، ہم اپنے دسترخوان پر پانچ پانچ قسم کی ترکاریاں پکا کر بیٹھتے ہیں، ہم بڑی بڑی پارٹیاں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں یہ سب غفلت کی باتیں ہیں۔

دل کی بات:

میرے بھائیو! انسان پر جب غفلت طاری ہو جاتی ہے تو پھر وہ صحیح راستہ پر نہیں آ سکتا اور غفلت دور کرنے کا علاج وہ حدیث ہے جو میں نے پہلے پڑھی **”اذکروا ذکر ھاذم اللذات“**(۱) موت کو بکثرت یاد کرو کہ آج نہیں تو کل ہماری باری آنے والی ہے اور اللہ کے یہاں ہمیں جواب دینا ہے، اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتوں سے نوازا، ہم پہلے اپنے وطن میں کس حال میں تھے؟ ایک آدمی سے میں نے ابھی پرسوں ہی کہا کہ ماشاء اللہ آپ نے بڑی اچھی گاڑی خریدی ہے، بڑی خوشی کی بات ہے تو بیچارے ہنس کر کہنے لگے کہ مولانا صحیح بات یہ ہے کہ جب میں اپنے گاؤں میں تھا تو میرے پاس سائیکل خریدنے کے بھی پیسے نہیں تھے اور اگر میں وہاں رہتا تو شاید اٹھارہ سو روپیہ کی سائیکل بھی خرید نہیں سکتا تھا اور الحمد للہ! یہاں میں یہ گاڑی استعمال کر رہا ہوں تو ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتیں دیں، ہم کیوں اسراف کریں؟ ہم کیوں آخرت سے غافل ہو جائیں؟ ہم کیوں امت واحدہ بن کر امت کی بھلائی کے کاموں کے لیے اپنے آپ کو تیار نہ کریں، میرے بھائیو! امت بہت غفلت میں ہے، بیداری کی ضرورت ہے، دانش مند لوگوں کو چاہیے کہ ان حالات پر غور کریں، قومیں ہمیشہ فکر سے آگے بڑھتی ہیں، قومیں ایک دوسرے کے مشورہ سے آگے بڑھتی ہیں، قومیں صحیح قدم اٹھانے سے آگے بڑھتی ہیں، مال کا آ جانا کوئی کمال نہیں ہے، مال کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنا یہ کمال کی بات ہے،

(۱) ترمذی: ۲۳۰۷، نسائی: ۱۸۲۴

اللہ کسی کو دولت دے بہت اچھی بات ہے، اللہ آپ کو مزید عطا فرمائے ، اللہ آپ کو بہت راحت پہنچائے یہ ہماری دعا ہے؛ لیکن ہم یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو یہ دولت صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،جس سے آپ کو آخرت میں بڑے بڑے مقامات ملیں ، آخرت میں آپ کے بنگلے بنیں، آخرت میں آپ کے لیے سہولت کی چیزیں ہوں ، یہ کچھ چیزیں میں نے آپ کے سامنے عرض کیں ، اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے اور سارے مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پل کی خبر نہیں:

میرے بھائیو! دنیا کی غفلت چھوڑ دو، آخرت کی فکر پیدا کرو! اگر ہمارے دلوں میں آخرت کی تھوڑی سی فکر بھی پیدا ہو جائے گی تو انشاء اللہ العزیز ہم اعمال صالحہ کی طرف آگے بڑھیں گے، اس سے انسان صحیح زندگی کی طرف بڑھتا ہے اور آخرت کی فکر نہ ہونے کی وجہ سے انسان غفلت کی زندگی نہیں گزارتا ہے، دس سال، پندرہ سال، بیس سال، تیس سال آدمی زندہ رہے گا پھر تو مرنا ہی ہے، کتنے تندرست آدمیوں کو ہم نے دیکھا کہ چلتے چلتے گر گئے اور موت واقع ہوگئی ، ارے بھائی! یہ کیا ہوا، ابھی تو تھوڑی دیر پہلے بات چیت کر رہے تھے، ابھی دو واقعے بمبئی میں ہمارے سامنے ہوئے ، وہ کسی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے پھر وہ اٹھ کر کہیں باہر گئے ، لوگوں نے کہا صاحب! یہ تو گر گئے ، دیکھا تو انتقال کر گئے تھے، کیا بھروسہ ہے زندگی کا ؁

سامان سو برس کا☆پل کی خبر نہیں

میرے بھائیو! اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور آخرت کا فکر پیدا کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ **وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!**



(۱۳)

رمضان اصلاحِ باطن کا مکمل نظام

حضرت والا کا یہ بیان

۲۵/اکتوبر ۲۰۰۳ء مطابق ۲۹ شعبان ۱۴۲۴ھ

بروز سنیچر کلپٹن مسجد انگلینڈ میں ہوا۔

الحمد للّٰہ، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰہ فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وحده لا شريك له، ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله، أرسله اللّٰہ تعالٰى إلى كافة الناس بشيرًا ونذيرًا، وداعيا إلى اللّٰہ بإذنه وسراجًا وقمرًا منيرًا۔ أما بعد!

فقد قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: من صام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه۔(۱)

بزرگانِ محترم! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہم کو رمضان المبارک کے قریب پہنچا دیا، ان شاء اللہ العزیز کل سے رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان استقبالِ رمضان کے لیے اپنے آپ کو کب سے تیار کر رہے ہیں، دوپہر سے اس فکر میں تھے کہ آج تراویح ہوگی یا نہیں ہوگی؟ ٹیلی فون ہو رہے ہیں، یہ خوشی کی بات ہے کہ امت کسی عمل کے لیے اپنے آپ کو تیار کرتی رہے اور اس کی توجہ خدا کے دین کی طرف اور اس کی عبادت کی طرف رہے۔

روزہ ایمان واحتساب کے ساتھ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی مختصر الفاظ میں ہم کو ہر وقت اور ہر موقع کے مناسب نصیحت فرمائی ہے، رمضان المبارک کے سلسلہ میں اللہ کے رسول

(۱) بخاری: ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۱۴، مسلم: ۱۸۱۷

صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد میں نے ابھی آپ کے سامنے سنایا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی رمضان المبارک کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شرطیں ذکر فرمائیں "إیمانا و احتسابًا" پہلی شرط تو یہ ہے کہ ایمان ہونا چاہیے، دوسری شرط یہ ہے کہ روزہ احتساب کے ساتھ ہو تو اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں کو معاف کر دے، قرآن مجید نے روزہ کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا **"یأیها الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون"** (۱) اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا؛ تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور تمہارے دلوں کی صفائی ہو جائے؛ لیکن دلوں کی صفائی کے لیے ایمان اور احتساب شرط ہیں۔

روزے سے بھوکے رکھنا مقصود نہیں ہے:

اگر کوئی آدمی دو چار دن تک ویسے ہی بھوکا رہے جیسے آج بھی بہت سے لوگ ڈائٹ کرتے ہیں، یہ ان کا بھوکا رہنا ایمان کے سبب سے نہیں ہے؛ بل کہ یہ تو اپنی جسمانی صحت کو درست کرنے کے لیے ہے، بہت زیادہ کھاتے رہنے سے طبیعت خراب ہو رہی تھی اور بدن میں کچھ چربی زیادہ ہو گئی تھی تو ڈاکٹر نے کہا آپ ذرا کھانا کم کریں، آپ کا وزن بہت زیادہ ہو گیا ہے تو انہوں نے ڈائٹنگ کرنا شروع کر دیا،

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۸۳

بعض لوگ تو کھاتے ہی نہیں اور بعض لوگ کھانے سے پہلے پتے چبایا کرتے ہیں۔

امریکہ میں ڈاکٹر اسماعیل صاحب ہیں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، ہم ان کے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اس کی افادیت ہمیں سمجھائیے! اس پتے کھانے کا فائدہ کیا ہے؟ تو ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو اس کا کوئی فائدہ نظر آیا نہیں، سوائے اس کے کہ اس کے کھا لینے سے پھر آدمی زیادہ روٹی چاول نہیں کھا سکتا، کھائیں گے تو پھر ان کے بدن میں زیادہ چربی نہیں پیدا ہوگی لہٰذا ڈاکٹر لوگ اسی کو بہتر جانتے ہیں۔

نفسیات کی رعایت:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا قرآن مجید میں **"کتب علیکم الصیام"** اے مسلمانو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلی امتوں پر، تم ایسا مت سمجھنا کہ روزے صرف ہمارے لیے ہی اللہ میاں نے اتارے اور اگلی امتوں کو کھانے پینے کی چھوٹ دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ہمارا ذہن بنایا، یہ بھی ایک نفسیاتی علاج ہے، علم النفس کی روشنی میں کوئی بات سمجھانے کے لیے یہ کیا جاتا ہے، ڈیل کارنگی مشہور مصنف ہے، اس نے کہا کہ اگر آپ نوکروں سے کوئی کام کروانا چاہتے ہیں، بہت بڑا پتھر ہے یا بہت بھاری لکڑی ہے اس کو آپ اٹھوانا چاہتے ہیں، ایک طریقہ کا تو اس کا یہ ہے کہ آپ ان کو یہ حکم دیں کہ چلو میاں اس کو اٹھاؤ اور آپ کھڑے رہیں، اور آپ ایک جملہ یہ استعمال کریں کہ چلو آجاؤ ہم لوگ اس کو اٹھائیں، تم اٹھاؤ اور ہم بھی اٹھائیں؛ حالاں کہ وہ تو خواہ مخواہ تھوڑا سا ہاتھ دے رہا ہے لیکن وہ جب دیکھیں گے کہ ہمارے

سیٹھ بھی ہاتھ دے رہے ہیں تو وہ زیادہ زور لگائیں گے تو یہ سائیکولوجی کا ٹریٹمینٹ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو حکم دیئے ہیں ان میں بڑی رعایت رکھی ہے، یہ بات فرمائی گئی کہ **”کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم“**(۱) یہ تمہارے لیے کوئی خاص چیز نہیں ہے جو تم پر ہم بوجھ ڈال رہے ہیں، تم سے پہلی امتوں پر بھی اسے ہم نے فرض کیا تھا۔

ہمارے یہاں تو الحمد للہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہم کھانے پینے سے رک جاتے ہیں، لیکن ان کے یہاں زیادہ سخت روزے تھے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ **”لعلکم تتقون“** یہ روزے اس لیے فرض کئے گئے تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہوجائے، روزے کا اثر آدمی کے اندر یہ ہونا چاہیے کہ اس کے اندر تقوی پیدا ہوجائے، ہر شخص کو ایک تھرمامیٹر دیا گیا، ہر مسلمان کو یہ آیت سنا کر بتایا گیا کہ رمضان المبارک کے مکمل ہونے کے بعد تم خود اپنے آپ کے بارے میں جانچ لو کہ تمہاری طبیعت میں کتنا تقویٰ پیدا ہوا۔

صورت وحقیقت کا فرق:

بھائی ایک ہوتی ہے کسی چیز کی حقیقت اور ایک ہوتی ہے اس کی صورت، کام تو حقیقت سے چلتا ہے صورت سے نہیں چلتا، آپ نے دیکھا ہوگا یہاں بہت سے ایسے مکانات ہیں یا بڑے لوگوں کے پیلیس ہیں جن کے باہر بڑے بڑے شیر کھڑے ہیں، اسی طرح بڑے بڑے ہاتھی بھی پتھر کے بناتے ہیں، لوگ اس کے

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۸۳

پاس کھڑے ہو کر تصویر کھینچواتے ہیں، حالاں کہ وہ بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں، میں نے کئی جگہ دیکھے ہیں، وہ پھر بھی کیوں نہیں ڈرتے حالاں کہ وہ تو شیر کی تصویر ہے، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تو صرف تصویر ہے، یہ حقیقت میں شیر نہیں ہیں لیکن اگر شیر کا چھوٹا سا بچہ بھی ہو تو آدمی دور سے کترا جائے گا، کیوں کہ شیر چھوٹا ہے لیکن زندہ ہے، حقیقت ہے، اس لیے ہر چیز کے اندر یہ دیکھا جاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور اس کی صرف صورت اور شکل کیا ہے؟ ہمارے یہاں اعمال میں برکتیں نہیں ہو رہی ہیں، میرے بھائیو! رمضان جیسا مقدس مہینہ امت پر گزر جاتا ہے اور رمضان کے بعد بھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ طبیعت میں وہ انقلاب پیدا نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ پیدا کروانا چاہتے ہیں۔

تین قسم کی مخلوق:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تین قسم پیدا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق پیدا فرمائی نور سے جسے ہم فرشتہ کہتے ہیں، فرشتے کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو نور سے پیدا کی گئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، جو کچھ حکم اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمادیا بس اس پر عمل کرتے ہیں۔

ایک مخلوق اللہ تعالیٰ نے جن کی پیدا فرمائی آگ سے، اس کے اندر سرکشی ہے، تکبر ہے، غرور ہے، ان میں کچھ ایسے ہیں کہ ذرا کچھ نرم پڑ جاتے ہیں، کچھ تو صالح ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے اکثریت سرکشوں کی ہے، خدا کے باغی ہیں اور تیسری مخلوق اللہ تعالیٰ نے ہماری پیدا فرمائی جسے ”انسان“ کہتے ہیں۔

روزہ کی حکمت:

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''**ولقد خلقنا الإنسان في أحسن تقويم**'' (۱) ہم نے انسان کو ''احسن تقویم'' میں پیدا فرمایا، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''**ولقد كرمنا بني آدم**'' (۲) ہم نے بنی آدم کو مکرم کیا ہے کہ اس کے مزاج کے اندر ملکوتی صفتیں بھی ہیں یعنی فرشتوں جیسی اور اس کی طبیعت کے اندر جن جیسی سرکشی صفتیں بھی ہیں، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ میں سبوعیت بھی ہے یعنی درندگی کہ غصہ ہوجاتا ہے، مارنے کے لیے جھپٹتا ہے، کسی کو قتل کردیتا ہے، روزانہ ہم قصے پڑھتے ہیں، ذرا سی کوئی بات ہوگئی تو بھائی بھائی کو مار ڈالتا ہے، باپ بیٹی کو قتل کردیتا ہے، اگر اس نے کوئی گناہ کیا تھوڑی بہت شرم کی بات ہوجائے تو اس کا علاج یہ تو نہیں کہ اس کو قتل کردو؛ لیکن قتل کردیتے ہیں، بیٹی کو قتل کر دیتے ہیں، بہنوں کو قتل کردیتے ہیں، یہ ہے درندگی وسبوعیت جو انسانوں کے مزاج میں ہے، ملکوتیت بھی ہے اور پھر شہوانیت کہ کھانے کا بہت شوقین ہے، آج یہ پکا کل یہ پکا، دو چار دن تک اگر ایک ہی چیز گھر میں پکتی رہے تو پھر ناراض ہوتا ہے، کہتا ہے روز کڑی کھچڑی کیوں پکاتے ہو؟ روز روز دال چاول کتنا کھائیں گے، کبھی تو گوشت پکاؤ، اب جب گوشت بھی پکاتے ہیں تو کہتے ہیں ایک ہی طریقہ کا گوشت تم کو پکانا آتا ہے، دیکھو! فلاں کے وہاں اس قسم کا گوشت پکا تھا، بس یہ کھانے کی خواہش ہے۔ اسی طرح عورتوں کی خواہش ہے، شہوانیت ہے، غرض اس کے اندر سبوعیت (درندگی)

(۱) سورۃ التین: ۴ (۲) بنی اسرائیل: ۷۰

ہے اور ملکوتیت بھی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ میں نے یہ جو مخلوق ایسی پیدا فرمائی جس میں یہ تین چیزیں جمع کردی ہیں تو اس مخلوق کو ایسے اعمال دیئے گئے جن کی وجہ سے وہ دو صفتیں دب جائیں، حیوانی اور شہوانی صفت دب جائیں اور ملکوتی صفت اوپر آجائے، پھر وہ آدمی فرشتوں سے بھی اوپر چلا جائے گا، میرے دوستو! یہ روزہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہت بلند کرنا چاہتے ہیں، ہماری خواہشات نفسانی کو دبا کر، ہماری چاہت کو دبا کر۔

روزہ کی حقیقت:

روزہ کس کو کہتے ہیں، روزہ کا لفظی ترجمہ تو ہے رک جانا، عربی زبان میں جو ہم کتابیں پڑھاتے ہیں ان میں لکھا ہے کہ ''**الصوم لغة الإمساك**'' قرآن مجید اور حدیث شریف میں روزہ کو صوم کہتے ہیں۔ صوم کا لغوی معنی ڈکشنری میں ''**الإمساك**'' یعنی رک جانا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع کرنے سے روکنے کا نام ''روزہ'' ہے، روزہ کی تعریف یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع کرنے یعنی عورت کے ساتھ ہم بستری کرنے سے روکے رہتا ہے، یہ شریعت کی اصطلاحی تعریف فقہ کی کتابوں میں لکھی ہے (۱)؛ لیکن روزہ کی حقیقت جو علما نے بیان کی ہے وہ کچھ اور ہے، ہم لوگ صرف کھانے پینے سے رک جاتے ہیں، کھانا نہیں کھاتے، سحری کرلیتے ہیں اور ہم پانی نہیں پیتے، شربت نہیں پیتے اور عورتوں

(۱) شامی: ۳/ ۳۲۷، ۳۲۸، ط۔ دار عالم الکتب

کے قریب نہیں جاتے، ہم لوگ ایسا تو کرتے ہیں؛ لیکن روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی اپنی فکر میں غلط چیز سوچنے سے رک جائے، آدمی کبھی ایسا بھی نہ سوچے کہ فلاں کو یہ نقصان پہنچا سکتا ہوں، آدمی اپنی زبان کو بھی روک لے، اس کی زبان سے رمضان المبارک میں کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہو، امساک صرف پیٹ تک محدود نہیں ہے، امساک اس کا بھی ہے کہ انسان اپنی نظر کی اتنی حفاظت کرے کہ وہ پورے رمضان کے مہینہ میں کسی غیر محرم کی طرف نہ دیکھے، غلط فکر سے روک لینا، غلط نظر سے روک لینا اور غلط خیالات کو دل سے روک لینا، اپنی زبان کو غلط چیزوں کے استعمال سے روک لینا اس کا نام روزہ ہے، اسی لیے رمضان میں کثرت سے استغفار پڑھو اور کثرت سے تسبیحات پڑھو، کثرت سے تلاوت قرآن مجید کرو؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو اس مہینہ کے ساتھ قرآن کو بڑی مناسبت ہے۔

تلاوت اس تصور کے ساتھ کریں:

لیکن قرآن مجید کی تلاوت بھی ایسی سرسری نہیں کہ پڑھتے چلے گئے اور پھر دوسروں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیا کہ بھائی میں نے پندرہ ختم کئے، دوسرا کہتا ہے میں نے بیس کئے، کسی نے کہا میں نے دس کئے، یہ اظہار کرنے کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام کو جب پڑھا جاتا ہے تو یہ سمجھ کر پڑھو کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے، یہ کسی معمولی ذات کا نہیں ہے، یہ تو **تنزیل من حکیم حمید**(۱) ہے، اللہ

(۱) سورۂ فصلت: ۴۲

تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ذات جو بہت ہی دانا، بہت ہی حکیم اور ستودہ صفات، حمید یعنی صفاتوں سے بھرپور جس کی ذات ہے، اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں، اس ذات کی طرف سے اترا ہے اور جبرئیل امینؑ لے کر آئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اس کا نزول ہوا ہے، آدمی جب قرآن مجید کی تلاوت کے لیے بیٹھے تو پورے ادب کے ساتھ ہو، یہاں کے حالات سے تو میں زیادہ واقف نہیں ہوں، البتہ ہم نے رمضان میں اپنے علاقہ میں بعض لوگوں کو دیکھا کہ بیچارے آتے ہیں، وضو کرتے ہیں، تھوڑی دیر بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں، پھر لمبے پیر کر کے قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگتے ہیں، مسجدوں میں پیر لمبے کر لیتے ہیں، بھائی تم خدا کا کلام پڑھ رہے ہو تو اتنا تو سوچو کہ یہ بادشاہوں کے بادشاہ کا کلام ہے، آپ کو اس کا خیال رہنا چاہیے کہ میں کتاب اللہ پڑھ رہا ہوں اور آپ یہ سوچ کر پڑھیں کہ اس میں جتنی آیتیں ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم نازل فرمائے ہیں وہ کسی دوسرے کے لیے نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب میں براہ راست مجھ سے مخاطب ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے کہہ رہے ہیں کہ اچھا ایسا کرو، تو آدمی جب اس عظمت کے ساتھ کہ یہ اللہ جل جلالہ کا کلام ہے اور اس کے اندر جتنی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں ان کا مخاطب میں ہوں، اللہ مجھ سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ ایسا کرو ایسا مت کرو، تو اللہ تعالیٰ ہر انسان کو مخاطب بنا کر قرآن مجید میں کہتے ہیں، آدمی اس کو سوچے کہ اللہ تعالیٰ کیا بات فرما رہے ہیں اور اس عظمت کے ساتھ، پاکیزگی کے ساتھ، وضو کے ساتھ قبلہ رخ ہو کر آدمی جب قرآن مجید پڑھتا ہے تو اس کے اثرات طبیعت پر آتے ہیں، اس کے اثر کا آنا لازمی ہے، ہماری نمازوں میں بھی ہم وہ بات نہیں دیکھتے جو ہم میں ہونی چاہیے۔

رمضان المبارک میں ہماری غفلت:

قرآن شریف تراویح میں سننے کے بڑے مشتاق ہوتے ہیں، ٹیلی فون پر پوچھتے رہتے ہیں کہ مولانا آج تراویح ہوگی کہ نہیں ہوگی؟ اب بیچارے پہلی دوسری تیسری چوتھی چھٹی رمضان تک تو برابر مسجد میں آتے ہیں پھر سات کے بعد ذرا کمی ہوجاتی ہے تو بہت سے لوگوں کی ایسی خواہش ہوتی ہے کہ بھائی گھنٹے میں تراویح ختم ہوجائے تو بہت اچھا ہے، ہمارے انڈیا میں تو ایک دوسرے کو پوچھتے رہتے ہیں کہ فلانی مسجد میں کتنے بجے تراویح ختم ہوتی ہے، اب جب معلوم ہوا کہ وہاں آدھے گھنٹے میں ختم ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں آج وہیں جانا چاہیے، اب تو لوگوں کے پاس دیہاتوں میں بھی اسکوٹر ہوگئے ہیں، میں نے دیکھا کہ اسکوٹر لے کر دوسری مسجدوں تک جاتے ہیں، میں نے پوچھا بھائی تمہارے گھر کے قریب مسجد ہے وہاں کیوں نہیں آتے؟ کہنے لگے مولانا یہاں بہت دیر لگتی ہے، اچھا! اللہ کا کلام قرآن مجید اور رمضان شریف کا مہینہ اور صرف بیس منٹ کے لیے اتنے دور جاتے ہو، پھر جلدی سے فارغ ہوکر ہوٹلوں پر جاتے ہیں، ناشتہ کریں گے، کچھ نوجوانوں کو تو آج کل عادت لگ گئی ہے کہ وہ فٹ بال کھیلنے چلے جاتے ہیں، ارے میاں! تم فٹ بال میں اپنا وقت گزارتے ہو، رمضان کے مہینے میں تو تقویٰ پیدا کرتے، اللہ تعالیٰ کے اجر کی امید کرکے عبادت کرتے، فرمایا: **مَن صام إيمانا و احتسابا** - ایمان کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے اس روزہ کا ہم کو حکم کیا ہے اس لیے ہم کو یہ روزہ رکھنا ہے، چاہے اس سے ہماری طبیعت درست ہو کہ نہ ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزہ رکھنے پر یقیناً ہمیں اجر عطا فرمائیں گے، اجر کی امید کرتے ہوئے، ”احتساب“ یعنی اپنے دل

میں یہ سوچ کہ میں یہ روزہ رکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ بہت زیادہ مجھے اس پر اجر عطا فرمانے والے ہیں، روزانہ اس نیت سے آدمی روزہ رکھے، دوسری اس کی نیت نہ ہو، اگرچہ الحمدللہ! اس سے دوسرے دنیاوی فائدے بھی حاصل ہوجاتے ہیں؛ لیکن اس کے روزہ رکھنے کی نیت یہ نہیں ہونی چاہیے، ایمان اور احتساب روزہ کے اندر ضروری ہیں، روزہ کے اندر زبان کا بند رکھنا ضروری ہے، یہ نہ ہو کہ آدمی روزہ رکھے اور پھر بیٹھے بیٹھے لوگوں کے ساتھ گپ شپ کرتا پھرے، روزہ رکھے اور غیبتیں کرتا پھرے، روزہ رکھے اور غصہ میں لوگوں کے ساتھ باتیں کرے، ہمارے یہاں ظہر کے بعد تو کسی کو کچھ کہہ ہی نہیں سکتے، اگر موت ہے کسی کی تو مسجد کے مؤذن کی ہے یا امام صاحب کی، سارا غصہ اسی پر آتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بیچاری بیوی پر، ارے تم نے روزہ رکھا ہے تو اللہ میاں کے لیے رکھا ہے، اللہ کے حکم سے تم نے رکھا ہے تو تم دوسروں پر کیوں گرم ہوتے ہو، روزہ رکھنے کے بعد طبیعت میں بردباری پیدا ہونی چاہیے، تحمل و برداشت ہونا چاہیے کہ آدمی کوئی بھی بات کہے تو تحمل کے ساتھ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں تمہارے ساتھ جھگڑا کرتا ہے تو تم اس کو اتنا کہہ دو کہ ”إني امرء صائم“ (۱) کہ میں روزہ سے ہوں، بھائی! میں آپ کے ساتھ الجھنا نہیں چاہتا، بس اتنی بات کہہ دو سامنے والے کو کہ آپ میرے ساتھ دلیل نہ کریں، میں اس وقت روزہ سے ہوں، اس لیے آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا کرنا نہیں چاہتا، زیادہ سے زیادہ کوشش یہ کی جائے کہ لوگوں کے ساتھ ملنا

(۱) صحیح بخاری: ۱۹۰۴، مسلم: ۲۷۶۲

جلنا کم کریں، اس طرح کے مواقع نہ آنے دیں کہ آپ کو الجھنا پڑے، کسی کی دلیل میں جانا پڑے، معمولی معمولی باتوں میں آپ غصہ نہ ہو جائیں، روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ پر ہم کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں، یہ تو ہم تقویٰ والی زندگی پیدا کرنے کے لیے روزہ رکھ رہے ہیں؛ تاکہ وہ قوت شہوانی اور قوت حیوانی کم ہو جائے اور ملکوتی قوت ہماری مضبوط ہو جائے اس مقصد سے ہم روزہ رکھتے ہیں اور اس کے لیے علما یہ کہتے ہیں کہ سحری کے وقت بھی کھانا زیادہ نہ کھایا جائے اور افطار میں بھی اتنا کھانا نہ پکایا جائے کہ اسراف کی حد تک ہو۔

اسراف سے بچیں:

آج کل میرے دوستو! ہم نے اپنی عبادتوں میں بہت سی غیر ضروری چیزیں شامل کر لی ہیں، بہت سی تو شریعت کے مزاج کے بالکل خلاف ہیں؛ مثلاً رمضان کے مہینہ میں ہم مسجد میں آتے ہیں تو روزانہ جو لائٹیں جلتی ہیں وہ چار پانچ لائٹیں ہوں گی، لیکن رمضان کی وجہ سے لائٹیں زیادہ جلاتے ہیں، بھائی اس کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں! اتنی لائٹیں جلا دیجیے کہ اگر کسی کی بینائی کمزور ہے تو بیچارے کو قرآن مجید پڑھنے میں تکلیف نہ ہو، یہ تو ٹھیک ہے؛ لیکن یہ کہ دس دس پندرہ پندرہ لائٹیں جلا دی جائیں یہ ٹھیک نہیں ہے، میں وہاں ٹورنٹو میں گذشتہ سال ایک مسجد میں گیا تو دیکھا کہ مسجد میں اتنی کثرت سے لائٹیں تھیں اور پھر اس کی گرمی بھی لگ رہی تھی تو ہم نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے بندو! تم اپنے گھر میں اگر ایک لائٹ بھی زیادہ جلتی ہے تو شور کرتے ہو کہ لائٹیں بند کرو، فلاں کمرہ میں لائٹ کیوں جل رہی ہے؟ ایسا اس

لیے کرتے ہیں کہ اس کا بل دینا پڑے گا، یہ خدا کا گھر ہے، متولی صاحب جانے اور مسجد جانے، ہمیں کیا؟ یہاں تو ہم روشنی کریں گے، اسراف کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا، میں نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے بندو تم نے کہیں سنا ہے کسی حدیث میں کسی عالم سے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت زیادہ چراغ جلائے جاتے تھے، اگر ہم کو ایسی کوئی روایت مل جاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں اپنی مسجد میں پندرہ بیس چراغ اور جلا دیتے تھے تو ہم اتنا کہتے کہ اللہ تیرے نبی نے ایسا کیا اس لیے ہم بھی کر رہے ہیں؛ لیکن کہیں ایسی روایت تو ملتی نہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایسا نہیں کیا، سیدنا عمرؓ نے نہیں کیا، حضرت عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا، سیدنا علیؓ نے نہیں کیا تو پھر ہم یہ اسراف کیوں کر رہے ہیں، اس کی اجازت شریعت میں کہاں سے آئی؟ عیسائیوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کرسمش کے موقع پر چراغاں کرتے ہیں، لندن میں بھی ایسے ہی پورے محلہ میں ان کے گھروں پر قسم قسم کی لائٹیں جلاتے ہیں، بارہ ربیع الاول آتی ہے تو مسلمان بھی چراغاں کرتے ہیں، ارے تمہارے لیے یہ جائز نہیں، تمہارے لیے اسراف ہے، تمہارے نبی نے اس کو منع فرمایا ہے تو جس بات کو تمہارے نبی نے منع فرمایا، جس بات کو قرآن مجید میں منع کیا گیا کہ: "**إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين**"(۱) تبذیر کرنے والے، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، قرآن مجید ایسا کہہ رہا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ یہ فضول خرچی ہے، ہمارے اکابرین نے ہر چیز کی رعایت کی ہے۔

---

(۱) سورۂ بنی اسرائیل: ۲۷

ہمارے اکابر کا نمونہ:

حضرت اقدس تھانویؒ کو ہم نے تو نہیں دیکھا؛ لیکن جن لوگوں نے دیکھا تھا اور جو لوگ وہاں تھانہ بھون میں رہے، وہ بتاتے ہیں کہ دو بیت الخلا کے درمیان میں ایک طاقچہ ہوتا تھا، اس میں ایک چراغ جلایا جاتا تھا تا کہ اس کی روشنی دونوں طرف پہنچے، دو نہیں جلاتے تھے، ایک سے دونوں میں روشنی پہنچ رہی ہے تو دو جلانے کی کیا ضرورت ہے؟

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ چھوٹے سے کاغذ پر جواب لکھتے تھے، خط کا چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا، ایک مرتبہ ہم نے لمبا لکھ دیا، اس میں جگہ کافی خالی رکھی اور موڑ کر جیسا آج کل سسٹم ہے کہ جگہ خالی رکھ کہ ذرا لمبے کاغذ پر، تو حضرت نے جواب میں لکھا کہ کاغذ آپ کے یہاں بہت زیادہ ہو گئے ہیں، ہمارے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اسراف سے بچو، یہ چیزیں ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھائیں، اب یہاں جب تراویح شروع ہو جائے پھر کوئی قرآن شریف نہیں پڑھتا، پھر کیا ضرورت ہے پندرہ بیس لائٹیں جلانے کی؟ ارے بھائی! ایک آدھ لائٹ جلاؤ تا کہ کسی کو یہاں سے جانا ہے یا صف میں آنا ہے تو معلوم ہو جائے کہ جگہ خالی ہے اتنی روشنی تو ہونی چاہیے؛ بس ایک ہلکی سی لائٹ جلاؤ، اگر بیس رکعت تک تم پندرہ لائٹیں جلاؤ گے تو مسجد کو کتنا خرچ آئے گا؟ سوچنے کی بات ہے، اسلام نے عملی زندگی سمجھائی ہے کہ مسلمانو! تمہارا پیسہ صحیح مصرف میں جانا چاہیے۔

دو متضاد تصویریں:

میں گذشتہ سال وہاں ٹورنٹو میں تھا، اگر چہ رمضان کے مہینہ میں انڈیا چلا جاتا ہوں لیکن پانچ دن میں وہیں رہا، سب لوگ وہاں افطار ''جامع ابوبکرؓ'' میں کرتے ہیں، اب جب پانچ سات منٹ کے بعد اذان ہو جاتی ہے تو میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں سے وہاں تک کا غذات بچھے ہوئے ہیں، اس میں کیلے کاٹے ہوئے رکھے ہیں، سیب کاٹ کر رکھے ہیں، اس میں سے ایک دو کسی نے کھایا کسی نے نہیں کھایا، وہ سب پڑے ہوئے ہیں، جہاں نماز ختم ہوگئی پانچ سات نوجوان کھڑے ہوتے ہیں اور کاغذ کو لپیٹنا شروع کرتے ہیں، بھائی اس کو کیا کریں گے تو کہا اس کو Dustbin میں ڈال دیں گے، ارے بھائی! زیادہ کیلے کاٹنے کی کیا ضرورت تھی، جب آپ کو معلوم ہے کہ اتنے کھائے نہیں جاتے تو پھر آپ اس کو کیوں خراب کر رہے ہیں اور کیوں روزانہ Dustbin میں ڈال رہے ہیں، ہم نے بار بار ان کو کہا کہ یہ اللہ کی نعمتوں کی ناقدری مت کرو، اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، میں نے سیکھ لوگوں کے بارے میں تحقیق کی کہ ان کے یہاں جو پروگرام ہوتا ہے اس میں جو کھانا بچتا ہے اس کا وہ کیا کرتے ہیں، ہماری عادت ہے کہ ہم پوچھتے رہتے ہیں تو مجھے بتایا کہ وہ لوگ بھی پھینکتے تھے، پھر ان کی میٹنگ ہوئی کہ یہ تو ہمارا کھانا بہت ضائع جا رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ جتنا کھانا بچ جاتا ہے ان کے وہ چھوٹے چھوٹے خوب صورت پیکٹ بناتے ہیں اور جو بیچارے مزدور قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ان کو جا کر ان کے نوجوان کھلا دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ جاؤ فلانے علاقے میں ایسے بھوکے بیٹھے رہتے ہیں ان کو جا کر کھلاؤ، کسی انسان کے پیٹ میں جائے، کوئی جانور کھائے۔

میرے بھائی! Dustbin میں ڈالنے کا کیا مطلب؟ ایسی چیزیں ہم مسلمانوں کو سوچنی ہے کہ ہمارا رمضان شریف کا مہینہ آرہا ہے، اس میں ہمارا کتنا اسراف ہورہا ہے، ہم لائٹیں کتنی زیادہ جلا رہے ہیں، کھانا کتنا برباد کررہے ہیں اور آدمی جب کھانا قسم قسم کا کھائے گا تو اس کی قوت شہوانی میں کمی کہاں آئے گی اور زیادہ تکلیف ہو جائے گی، اس لیے ضروری ہے کہ کھانے میں بھی اعتدال ہو، بولنے میں اعتدال ہو، سونے میں اعتدال ہو، پہلے جتنا سویا کرتے تھے اس سے کم سوئے۔

گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف:

قرآن کی تلاوت زیادہ کریں، آدمی تلاوت قرآن یہ سوچ کر کرے کہ یہ اللہ رب العزت کا کلام ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ جتنے حکم نازل فرمارہے ہیں ان کا مخاطب میں ہوں، مجھ سے اللہ تعالیٰ بات فرمارہے ہیں ؎

تیرے دل پہ نہ ہو جب تک نزول کتاب ☆ گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

امام رازیؒ بہت بڑے مفسر گزرے ہیں، تیس جلدوں میں انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ امام رازیؒ اور صاحب کشاف نے قرآن مجید کی بلاغت پر بہت کام کیا ہے، ایک ایک لفظ پر کلام کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ لفظ کیوں استعمال فرمایا ہے؟ بڑی عجیب کتاب ہے تو علامہ اقبال کہتے ہیں کہ جب تک تم اللہ کی کتاب کو اس طرح نہیں پڑھو گے کہ گویا تمہارے دل پر وہ کتاب اتر رہی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تھی وہاں تک تم کو نہ رازی کی کتاب کام میں آئے گی اور نہ صاحب کشاف کی، ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم تلاوت اس طرح دھیان

سے کریں، ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم روزے میں پوری احتیاط کریں، روزہ رکھ کر جھوٹ نہ بولیں، روزہ رکھ کر ہم کوئی غلط کام نہ کریں، روزہ رکھ کر ہم سے ہمارے پڑوسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور روزہ رکھنے کے بعد ہمارا ہر فعل ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا ہو۔

کاش کہ یہ احساس جاگ جائے:

یہ روزہ جو رکھوایا جاتا ہے اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے بھوک کا کبھی احساس ہی نہیں کیا ہوتا، مال دار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جب وہ روزہ رکھتے ہیں تو ان کو کچھ تو بھوکا رہنا ہی پڑتا ہے، پھر ان کو احساس ہوتا ہے، پھر ان کو سوچنے کا موقع ملتا ہے کہ اے اللہ تیرے کتنے بندے ایسے ہیں جن کو روٹی نہیں مل رہی ہے، کتنے انسان ایسے ہوں گے ان پر کیسی گزر رہی ہوگی، وہ کس طرح بیچارے زندگی گزارتے ہوں گے، ان کے پاس نہ رہنے کا مکان ہے، نہ پہننے کے کپڑے ہیں تو روزہ انسان کو یاد دلاتا ہے کہ اللہ نے ہم کو اتنی نعمتیں دیں اور میرے دوستو! ہزاروں مخلوق انڈیا، پاکستان و بنگلہ دیش میں بھوک کی وجہ سے عیسائی بن رہی ہے، ابھی دو مہینے پہلے میرا سفر ملاوی کا ہوا تھا، زامبیا و ملاوی میں بہت مسلمان ہیں؛ لیکن غربت کی وجہ سے وہ عیسائی بن رہے ہیں، ہم نے وہاں دیکھا، ہم جنگلوں میں گئے، دوسرے شہروں میں جا کر مسلمانوں کو دیکھا کہ بیچاروں کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں، جن لوگوں کے پاس پہننے کا ایک جوڑا کپڑا نہ ہو اور اگر ان کو عیسائی لوگ دو دو تین تین جوڑے اچھے کپڑے دے دیں، ان کے لیے

کھانے کا انتظام کردیں تو وہ تو اپنے دل میں یہی سوچیں گے کہ یہی لوگ اچھے ہیں، مسلمان اسراف میں پڑا ہوا ہے، وہ تو شادی میں ایک ایک لاکھ پاؤنڈ خرچ کررہا ہے اور یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ میری امت کس حالت میں اس وقت دنیا میں زندگی گزار رہی ہے، امت پر کیسا خوف کا وقت پڑا ہوا ہے، امت کی مائیں اور بہنیں کس طرح زندگی گزار رہی ہیں، ابھی گذشتہ ہفتہ دس دن پہلے میں یورپ گیا تھا، پیرس میں نماز پڑھ کر میں باہر نکلا تو میں نے دو تین نوجوان عورتوں کو دیکھا کہ وہ باہر ہاتھ پھیلا کر کھڑی ہیں، مجھے ذرا تعجب ہوا کہ یورپ میں بھی عورتیں اور پھر مسلمان عورتیں اس طرح بھیک مانگ رہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ مولانا! یہاں تو ہزاروں عورتیں اس طرح کی ہیں، الجیریا، تنزانیا اور مراکش وغیرہ ممالک سے آتی ہیں، ایک دو نہیں ہزاروں عورتیں ایسی ہیں جن کے پاس کھانا نہیں ہے، جن کے پاس رہنے کا مکان نہیں ہے اور اس کی وجہ سے بہت سی برائیاں پھیل رہی ہیں تو ہم سوچ رہے تھے کہ یا اللہ! مسلمانوں کا پیسہ بہت اسراف میں جارہا ہے؛ لیکن مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ ہم کوشش کریں، مختلف علاقوں میں جاکر دیکھیں کہ کون اللہ کا بندہ بھوکا ہے، کون بندہ ایسا ہے جس کے پاس کپڑا نہیں ہے، کون اللہ کا بندہ ایسا ہے جو دوا دارو کا محتاج ہے، اور ان کے پاس دوا کے پیسے بھی نہیں ہیں۔

ایک غریب کا دکھڑا:

میں نے انڈیا میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے، میں نے پوچھا تو کہا مولانا! میرے پاس پچاس روپے بھی نہیں تھے کہ میں

اپنے بچے کو لے کر ڈاکٹر کے پاس جاتا اور میری گود میں میرے بچے نے سانس توڑ دی، میرا دل ہل گیا کہ اللہ بیچاروں کے پاس پچاس روپے بھی نہیں ہیں کہ وہ اپنے بچے کو دواخانہ لے جائیں اور ہم لوگ تیس چالیس جوڑے اپنے کباٹوں میں سجائے ہوئے ہیں، یہ کیسا ایمان ہے؟

خدمتِ خلق کا جذبہ:

یہ رمضان ہم کو سکھا رہا ہے کہ بھوکے رہے تو دیکھو تو سہی کہ تمہارے دوسرے بھائی جو مسلمان ہیں ان پر کیسی گزرتی ہوگی جن کو کئی کئی دن تک روٹیاں نہیں ملیں، اللہ کے بندو! سوچنے کی ضرورت ہے، آج دوسری دنیا کی قومیں کام کرتی ہیں، ہمارا مسلم نوجوان ایسے سماجی کام کرنے میں بہت پیچھے ہے، وہاں ٹورنٹو میں مَیں نے کچھ عیسائی نوجوانوں کو دیکھا کہ برف باری ہورہی ہے، وہاں تو برف بہت ہوتی ہے، چار چار پانچ پانچ مہینوں تک ایسے ہوتا ہی رہتا ہے، ڈھائی ڈھائی فٹ تک ٹورنٹو میں برف جم جاتی ہے، میں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا کہ اس حالت میں کنبل لے کر نکلے، میں کسی جگہ جارہا تھا، رات کا وقت تھا، میں نے پوچھا یہ کیا کررہے ہیں، کہا وہ جو شرابی لوگ ادھر ادھر کسی دوکان کے پاس پڑے رہتے ہیں تو وہ لوگ ان کو تلاش کرتے ہیں اور ان پر کنبل ڈالتے ہیں، حالاں کہ وہ تو شراب میں پڑا ہوا ہے؛ لیکن ان کے دل میں ہے کہ بہر حال یہ مخلوق خدا ہے، یہ اللہ کا بندہ ہے، شراب پیتا ہے؛ لیکن بیچارہ ٹھنڈ میں مرجائے گا، اتنی سخت سردی ہورہی ہے تو چلو اس کے اوپر کنبل ڈال دیں۔

فلسفۂ عروج وزوال:

قوموں کے اندر کچھ نہ کچھ خوبیاں ہوتی ہیں، حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے ابھی وہاں مجلس میں ایک بات بہت قیمتی فرمائی تھی جو مجھے بڑی پسند آئی، انہوں نے کہا کہ میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ جن کی ”معارف القرآن“ ہے، ہر ایک مسجد میں رکھی ہوئی ہے اور جو مفتی اعظم پاکستان کہلاتے ہیں، وہ ایک بات فرماتے تھے کہ تم کبھی دیکھو کہ باطل والے دنیا میں اوپر جارہے ہیں اور حق والے نیچے جارہے ہیں، جیسے ابھی ہم کو نظر آرہا ہے کہ ہر جگہ مسلمان دب رہا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ بھائی یہ کیا بات ہے، ہم مسلمان ہیں، اللہ کو مانتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، پھر بھی ہم مار کھاتے کھاتے تھک رہے ہیں اور یہ خدا کے باغی لوگ اوپر جارہے ہیں تو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا غور کروتو تم کو معلوم ہوگا کہ ان کے یہاں باطل کے ساتھ کچھ حق کی ایسی چیزیں ہوں گی جن کی وجہ سے اللہ ان کو اوپر لے جارہا ہے اور ان حق والوں کے ساتھ کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے وہ نیچے جارہے ہیں، بہت پتے کی بات کہی، حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ کانٹا کہاں لگا ہوا ہے، آدمی اپنے حالات پر غور کرے کہ غلطی کہاں ہورہی ہے، ہمارا سماج کس غلطی میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے ہم پٹ رہے ہیں۔

تھے تو وہ تمہارے آباہی مگر تم کیا ہو؟

خدمت خلق کا جذبہ ہمارے اندر سے بہت کم ہوگیا، جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، یہ خدمت کا جذبہ بہت کم ہوگیا،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو بعض وقت تشریف لے جاتے تھے، ایک بار مدینہ میں خبر پھیلی کہ باہر سے حملہ آور آگئے، حدیث میں آیا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اپنے کمرے سے باہر نکلے اور گھوڑے کی پشت پر بغیر زین لگائے ہوئے خالی پشت پر آپ سوار ہوگئے اور آپ نے مدینہ منورہ کا ایک چکر لگایا، ابھی لوگ تیاری کر کے باہر نکل رہے تھے اور آپ نے کہا لوگو! سو جاؤ، کوئی خطرے کی بات نہیں ہے(۱)، بس اس روایت کو جب پڑھتا ہوں تو خدا کا نبی جو سید الانبیاء ہیں، امام الانبیاء ہیں، جو مسجد نبوی کی امامت کرتے تھے، جن پر وحی نازل ہوتی تھی؛ لیکن جب موقع آتا ہے تو وہ گھوڑے پر بیٹھ کر امت کی خبر گیری کرتا ہے، یہی حال حضرت صدیق اکبرؓ کا تھا، یہی حال حضرت سیدنا عمرؓ کا تھا، رات بھر نہیں سوتے تھے، غریبوں کی خبر گیری کرتے تھے، حضرت صدیق اکبرؓ کا جب انتقال ہوا اس وقت بہت سی بوڑھی عورتیں اور بیوہ عورتیں رونے لگیں کہ اب ہمارے گھر کا کام کون آکر کرے گا؟ ان کے انتقال کے بعد جب دو چار دن تک کوئی نہیں آیا تب ان کو معلوم ہوا کہ یہ جو گھر میں پانی بھر کے رات کو چلے جاتے تھے وہ ابوبکر صدیقؓ تھے؛ حالاں کہ وہ امیر المؤمنین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں افضل ترین انسان تھے، ہمارا اور آپ کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اس وقت دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت أبا بکر خلیلا“(۲) میں اپنے

(۱) بخاری: ۳۰۴۰ (۲) مسلم: ۶۳۲۲

پروردگار کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ سارے لوگوں کے احسانات میں نے چکادیئے ہیں، لیکن ابوبکر کے احسانات مجھ پر باقی ہیں(۱)، یہ الفاظ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جس شخص کے بارے میں نکل گئے وہ بڑھیا کے گھر میں جا کر رات میں پانی بھرتا ہے، ہم نے اور آپ نے کبھی کسی کا پانی نہیں بھرا، ہم نے آپ نے کبھی کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا، ہم نے اور آپ نے کبھی کسی غلام کی چکی نہیں پیسی، پھر ہم توقع رکھتے ہیں ایسی کہ ہمارے اندر حقیقت پیدا ہوجائے۔

کرنے کا کام:

میرے بھائیو! روزہ اس طرح رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قلب کو نرم کردے اور ہم خدمت خلق کے لیے اپنے آپ کو اور خاص طور پر اس زمانہ میں جب کہ ساری دنیا آپ کو ''ٹیرارسٹ'' (دہشت گرد) کہہ رہی ہے، ساری دنیا کے لوگ مسجد کے باہر بڑے حروف سے لکھ کر ٹانگ رہے ہیں کہ ''مسلم از ٹیرارسٹ'' (Muslimis tererist) یہ بات بڑے حروف سے لکھتے ہیں، وہاں کینیڈا میں میں نے دیکھا کہ لال قلم سے لکھ گئے کہ جتنے دنیا میں مسلمان ہیں وہ سب ''ٹیرارسٹ'' ہیں، اس کو غلط ثابت کرنے کے لیے خدمت خلق کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا، میں اور آپ دنیا میں عمل سے بتلائیں کہ مسلمان ٹیرارسٹ نہیں، مسلمان تو پوری دنیا کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، آپ کی یہ امت بھی رحمۃ للعالمین ہے، اس امت کا دل تو بہت نرم ہونا چاہیے، یہ کسی کے لیے بھی اپنے آپ کو

(۱) بخاری:۳۶۶

تڑپانے والی ہو، کام کرنے والی ہو اور اس کے لیے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ صرف مسلمانوں کے ساتھ ہم یہ معاملہ کریں، یہ تو زیادہ حق دار ہیں، ایک تو یہ کہ وہ مسلمان ہیں؛ لیکن ہمارے محلہ میں اگر کوئی غیر مسلم، کوئی عیسائی ہے یا کوئی دوسرا دکھی ہے تو ہم اس کی بھی خدمت کریں، یہ ہمارا دین ہم کو سکھاتا ہے۔

اصلیت کا فقدان:

میرے دوستو! مسلمان اگر صحیح چیز کو سمجھیں اور غلط چیزوں سے اپنے آپ کو روکیں اور صحیح انداز سے روزے رکھیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس روزے پر مغفرت کی امید دلا رہے ہیں **''غفر له ما تقدم من ذنبه''** اصل میں بعض دوائیں مارکیٹ میں ایسی آجاتی ہیں جو بناوٹی ہوتی ہیں، نام تو وہی ہے کہ فلانی ٹیبلیٹ ہے؛ لیکن اس میں پاؤڈر ڈالے ہوتے ہیں، اب وہ کھاتا رہتا ہے، لیکن سوچتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جو دوا لکھ دی ہے اس سے کوئی نفع نہیں ہو رہا ہے، اب ڈاکٹر صاحب نے جب لیبوٹری میں چیک کروایا تب معلوم ہوا کہ اس میں جتنی چیزیں ہونی چاہیے وہ تو ہے نہیں، یہ تو چاک کا پاؤڈر ہے، اس دوا کو کسی کمپنی نے نہیں بنایا، آج کل ایسا بہت ہو رہا ہے، ابھی دو ہفتے پہلے دہلی سے ''نئی دنیا'' آیا اس کے آخری صفحہ پر پورا دیا ہوا ہے کہ کتنی یونانی دوا کے اندر انڈیا میں ایسا ہو رہا ہے۔

پچھلا پورا صفحہ اس سے بھرا ہوا ہے، میں نے کہا یا اللہ! اب یہ دوا بیچ رہے ہیں، اس میں بھی دھوکہ کرتے ہیں، حکیموں کی دوائیں پہلے بالکل خالص ہوتی تھیں، میں نے ایک حکیم صاحب سے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ مفردات خالص ملتی ہی نہیں جو

ہم لوگ پہلے استعمال کرتے تھے، اب مفردات جو استعمال کرتے ہیں وہ سب بناوٹی ہیں، فلانی دوا بناوٹی فلاں بناوٹی ہے، اب ہم اس سے تیار کریں تو کہاں قوت پیدا ہوگی، اسی طرح ہمارا روزہ بناوٹی ہے تو وہ تقویٰ کی صفت پیدا نہیں ہوگی، روزہ اصلی ہونا چاہیے، ہم سونا خریدنے جاتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اصلی ہے کہ نہیں، چوبیس کیریٹ کا، بائیس کیریٹ کا، اٹھارہ کیریٹ کا، یہ معلوم کرتے ہیں؟ ہر چیز میں ہم اصلی تلاش کرتے ہیں تو عبادتوں میں بھی ہم کو چاہیے کہ ہم اصلی تلاش کریں اور یقینا میں نے دیکھا کہ آدمی ذرا توجہ کے ساتھ اللہ کی طرف توجہ کرکے روزہ رکھتا ہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے، اپنی نظر کی حفاظت کرتا ہے تو کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

روزہ کی حفاظت:

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جس کو بھی اللہ تعالیٰ موقع عطا فرمائے، مثلاً کسی کو کام نہیں ہے، دوکان نہیں ہے تو اس کو چاہیے کہ زیادہ وقت رمضان شریف میں مسجد میں گزارے، آدمی جب مسجد میں اپنا وقت زیادہ گزارے گا تو پھر اس کی نظر محفوظ ہے اور اس کی زبان بھی محفوظ ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ تو یہ فرمایا کرتے تھے ارے بھائی! آپ سے پڑھا نہیں جاتا تو کسی کونے میں سوجاؤ، تب بھی تمہارا روزہ اچھا ہوجائے گا، اس لیے کہ آپ کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلے گی، آپ کی نظر بھی دوسرے پر نہیں پڑے گی، آپ کے خیالات بھی ادھر ادھر نہیں جائیں گے تو پھر آپ کا روزہ اچھا ہوگا، روزہ کی حفاظت بہت ضروری ہے، ہم لوگ اگر رمضان کے روزوں کو اس طرح گزار دیں پھر آپ دیکھ لیجیے کہ تیس روزے کے بعد آپ کی

طبیعت کا رخ بالکل بدل جائے گا، تیس رمضان کے روزے گزارنے کے بعد ہمارا جی یہ چاہے کہ چلو آج عید کا دن ہے سنیما دیکھنے جائیں تو سمجھ جانا چاہیے کہ ہمارے رمضان کا کوئی اثر نہیں ہوا، تیس روزے گزر جانے کے بعد پھر عید کے دن ہم سنیما دیکھنے کسی (سنیما ہال) میں جائیں، کوئی ایسی جگہ پارٹی کریں جہاں غیر شرعی چیزیں ہیں تو پھر یہ ہمارا کیسا روزہ ہوا، یہاں تو کہاں جاتے ہیں ہمیں نہیں معلوم؟ لیکن ہندوستان میں تو پچیس چھبیس رمضان سے نوجوانوں کی میٹنگ ہوتی ہے، بڑودہ جانا ہے، سورت، بمبئی کے ٹکٹ بھی ہو جاتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ اللہ کے بندے تو نے پورے رمضان روزے رکھے، اب اس کو وہاں برباد کرنے جارہا ہے، ذرا تو سوچو، پھر اللہ تعالیٰ سے ہم کس امر پر توقع رکھیں کہ اللہ میاں ہم نے تیرے روزے رکھے، ہم بھوکے رہے، ہم نے تراویح پڑھی۔

کرکٹ کا جنون:

تراویح بھی کس طرح پڑھتے ہیں، میں ایک مرتبہ کسی ضرورت کے لیے باہر گیا تو چار رکعت کے بعد دیکھتا ہوں کہ نوجوان تھوڑی تھوڑی دیر میں باہر نکلتے ہیں، جلدی سے جیسے ہی امام صاحب نے سلام پھیرا دو چار پانچ چھ باہر جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد جب رکوع کرنے کے قریب ہوتے ہیں تو پھر آکر وہ اللہ اکبر کہتے ہیں تو مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہ لوگ سب کیوں باہر جاتے ہیں اور اندر آتے ہیں؟ تو کہا مولانا! آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ورلڈ کپ کا میچ ہو رہا ہے تو یہ رزلٹ سننے جاتے ہیں، اللہ اکبر! رمضان کا مہینہ، تراویح

میں ہیں اور ان کا دل کرکٹروں کی طرف ہے تو بھائی یہ نمازیں کیسی؟ کیا اللہ میاں ہمارے دلوں کو نہیں دیکھتے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم کو قرآن مجید میں صاف صاف فرمایا، ہم تو قرآن کا معنی سمجھتے نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم کو پہلے ہی فرما دیا کہ **"یعلم خائنة الأعین وما تخفی الصدور"**(۱) اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانتوں کو بھی جانتا ہے اور ان چیزوں کو جن کو تمہارے دل چھپائے بیٹھے ہیں۔ **"وما تخفي الصدور"** اللہ تعالیٰ دل کے اندر کے چور کو جانتے ہیں کہ یہ آدمی کس انداز سے نماز پڑھ رہا ہے، ہم بوجھ اتارنے کے لیے پڑھ لیتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ رمضان میں تراویح بھی نہیں پڑھتا، فجر کی نماز میں نہیں آتے، ظہر کی نماز غائب ہوجاتی ہے؛ حالاں کہ وہ فرض ہے اور تراویح کا بہت اہتمام کرتے ہیں، یہ ہے ہماری اصل حالت، تراویح کا تو بہت اہتمام کریں گے اور ظہر کی نماز میں غائب ہوجاتے ہیں، کبھی فجر کی نماز نہیں پڑھتے، سحری میں کھانا خوب کھالیا اور سوگئے، کہتے ہیں کہ آنکھ لگ گئی اس لیے فجر نہیں پڑھ سکا تو بھائی یہ رمضان ٹھیک نہیں ہوتا، پانچوں وقت پر نماز پڑھیں اور تراویح میں اللہ کا کلام بہت ہی اہتمام سے پڑھیں، حافظ صاحب سے کہہ دیا جائے کہ ہر ایک لفظ الگ الگ پڑھیں، آج کل تو الحمدللہ! حرم شریف کی تراویح سب لوگ سنتے ہیں، شیخ سدیس پڑھتے ہیں، شیخ شریم پڑھتے ہیں، یہ لوگ اتنا صاف قرآن مجید پڑھتے ہیں کہ ایک لفظ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہوتا، اللہ کا کلام تو اطمینان سے سننے کا ہوتا ہے، دس پندرہ منٹ زیادہ ہوجائیں گے تو کیا فرق پڑتا ہے؛ لیکن صحیح قرآن شریف

(۱) سورۂ غافر: ۱۹

پڑھیں، اللہ کی طرف رجوع کریں اور اطمینان سے رکوع وسجدہ ہونا چاہیے کہ ہم رب العالمین کے سامنے کھڑے ہیں اور یہ مغفرت کا مہینہ ہے، ہم جتنی دیر تک اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کریں گے اللہ تعالیٰ کے سامنے رہیں گے، انسان اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب اس کی پیشانی نیچے زمین پر ہوتی ہے(۱) اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جلدی سے بھاگنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ میرے بھائیو! رمضان کے مہینہ کو وصول کرو، رمضان کے مہینہ کی قدر کرو، جو کچھ ہم سے غلطیاں ہوگئی ہوں وہ پچھلے دنوں کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں تو مغفرت کے دروازے کھلے رہتے ہیں، بہت اچھا موقع ہے۔

علامہ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

باز آ باز آ آں چہ ہستی باز آ
از گبر و بت پرستی باز آ

واپس آجاؤ! واپس آجاؤ! تم کسی گناہ میں پڑے ہوئے ہو واپس آجاؤ، اگرچہ بت پرستی میں بھی ہو تو بھی واپس آجاؤ ؎

ایں درگہِ ما درگہِ ناامیدی نیست — باز آ! باز آ! از ہر آں چہ ہستی باز آ
یہ ہمارا دربار ناامیدی کا دربار نہیں ہے — واپس آجاؤ بھائی واپس آجاؤ

اللہ کے واسطے خدا کی طرف لوٹو اور جب تک خدا کی طرف ہم نہیں لوٹیں گے ہمارے حالات بدل نہیں سکتے۔

(۱) مسلم: ۱۱۱۱

حالات حاضرہ کے سلسلے میں قرآن کی ہدایت:

ابھی چند دن پہلے میں علامہ ابن کثیرؒ کی تفسیر دیکھ رہا تھا، چوتھے پارے کی ایک آیت سے جب میں گزرا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”**لتبلون في أموالكم وأنفسكم ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين اشركوا أذى كثيرا، فإن تصبروا وتتقوا فإن ذلك من عزم الأمور**“(۱) اللہ تعالیٰ پہلے سے ہم لوگوں کو اعلان کر کے کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! میری اس آیت کو اپنے سامنے رکھو کہ ایک زمانہ آئے گا جب تمہارے مالوں میں تمہاری آزمائش ہوگی، سارا مال کھینچ کر لے جائیں گے، تمہاری بیگیں لوٹ جائیں گے، تمہارا سرمایہ خلاص کر دیں گے اور تمہاری جانوں میں نقصان ہوگا، ابھی بمباری کر کے بہت سے مسلمانوں کو ختم کر دیا، ”**ولتسمعن**“ اور تم ضرور بالضرور سنوگے، کن لوگوں سے، ”**الذين أوتوا الكتاب من قبلكم**“ ابن کثیرؒ نے کہا ”**المراد به اليهود والنصارى**“ اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔ ”**والذين أشركوا**“ اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، شرک کرتے ہیں ”**الهنود**“ کیسی اللہ تعالیٰ نے آیتیں بیان فرمائیں، یہود ونصاریٰ اور ہنود ان لوگوں سے تم ضرور بالضرور سنوگے، کیا ”**أذى كثيرا**“ بہت تکلیف کی بات سنوگے، ریڈیو کھولیں گے تو تمہارے خلاف بات ہوگی، کوئی میگزین اٹھاؤ گے تو تمہارے خلاف بات ہوگی، کوئی اخبار لو تو ضرور کوئی آرٹیکل ہوگا مسلمانوں کے خلاف، یہ ہے ”**أذى كثيرا**“، اس کا علاج قرآن نے بتلایا

(۱) سورۃ آل عمران:۱۸۶

”**فإن تصبروا وتتقوا**“ صبر اختیار کرو اور تقویٰ و پرہیزگاری، یہ ہے ”**عزم الأمور**“، یعنی قرآن مجید حالات بیان کر رہا ہے اور ساتھ میں اس کا علاج بھی بتا رہا ہے، ابن کثیرؒ - اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھرے - اس آیت کے ذیل میں ایک بات لکھ گئے ہیں ڈیڑھ سطر کی کہ ”**فكل من قام بحق، أو أمر بمعروف، أو نهى عن منكر، فلابد أن يؤذى**“ ابن کثیرؒ کہتے ہیں، ہر وہ شخص جو اس سرزمین پر حق کی بات کہے گا، کھڑے ہو کر سچائی کی بات کہے گا اور جو امر بالمعروف کرے گا، جو نہی عن المنکر کرے گا اسلامی شریعت کو پھیلانے کے لیے، ”**فلابد أن يؤذى**“ تو وہ ضرور بالضرور ستایا جائے گا، اس کو تکلیف پہنچائی جائے گی، ”**فما له دواء**“، ابن کثیرؒ کہتے ہیں، اس کی کوئی دوا نہیں ہے، ”**إلا الصبر في الله، والاستعانة بالله، والرجوع إلى الله عز وجل**“(۱) صبر کرنا، اللہ سے مدد مانگنا اور خدا کی طرف دل سے رجوع ہونا، اے اللہ! آپ قوی اور قادر ہیں، یہ اس وقت جتنے سب فرعون بن کر گھوم رہے ہیں اور ایسا سمجھ رہے ہیں کہ ہماری طاقت دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور ہم دنیا کی قوموں کو کچل کر رکھ دیں گے، یہ ایسا سمجھ رہے ہیں؛ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ اے اللہ! آپ سب سے زیادہ قوی اور طاقت ور ہیں، آپ اپنی پیشانی کو خدا کے سامنے رگڑ کر اللہ سے کہیں کہ اللہ آپ تو سب سے زیادہ قوی ہیں، آپ نے تو اس سے پہلے بھی بڑی بڑی قوموں کو جن کی مثال اس سرزمین پر کوئی گزری نہیں ہے، **إرم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد**۔(۲)

لیکن ایک تیر لگایا تو ساری زمین اوپر سے نیچے کر دی، ”**فجعلنا عاليها**

(۱) تیسیر العلی القدیر للاختصار تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۳۱ (۲) الفجر: ۷،۸

سافلها وأمطرنا عليهم حجارة من سجيل‘‘ (۱) میرے بھائیو! قرآن کو غور سے پڑھو اور اپنے ایمان کو مضبوط کرو۔

دلوں کو روشن کرنے کی ضرورت ہے:

میرے دوستو! ہمارے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ تم مسجدوں کو لائٹوں اور قمقموں سے روشن کرتے ہو؛ لیکن ضرورت ہے کہ تم اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے روشن کرو، مسلمانو! اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ ہم دلوں کو اللہ کے ذکر سے روشن اور منور کریں اور پوری قوت کے ساتھ اللہ سے مانگیں، پوری قوت لگادیں اللہ کے سامنے رات کو اٹھ کر کہ اے اللہ! آپ قادرِ مطلق ہیں، یہ دنیا میں جتنے تیرے بندے ہیں اور جنہوں نے اپنی طاقت کا بڑا مظاہرہ کر رکھا ہے، تیری قوت کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں، اللہ جب چاہیں گے تو یہ سوکھے پتے جو اس وقت گر رہے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں نا، درختوں سے روزانہ پتے گرتے ہیں، سوکھے پتوں کی طرح یہ حکومتیں نیچے گر جائیں گی، بشرطے کہ ہمارا تقویٰ صحیح ہوجائے، اس رمضان کے مہینہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اپنے دلوں کو روشن کرنے کی ضرورت ہے، باہر کی روشنی کی ضرورت نہیں ہے، باہر اگر اندھیرا ہو لیکن دل اگر روشن ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرتیں آتی ہیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک اہم سبق:

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے میدان میں تشریف لے گئے تھے تو وہاں کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی، آپ کے صحابہؓ تو ۳۱۳ کی تعداد

(۱) سورۃ الحجر: ۷۴

میں تھے اور ہتھیار بھی نہیں تھے، تلواروں کو بھی کپڑے لپیٹے ہوئے اور ان کے پاس تو ہر قسم کے ہتھیار اور سواریاں تھیں، بکریاں تھیں، شراب کے مٹکے لائے تھے، گانے والی عورتوں کو مکہ سے لائے تھے، ابوجہل، عتبہ اور شیبہ بڑے جوش میں آئے تھے، وہ پوری طاقت لے کر آئے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خیمہ لگایا، آپ اس میں تشریف لے گئے، آپ نے دوگانہ نماز ادا فرماکر اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھایا اور اتنی عاجزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ پروردگار میں ایک چھوٹی سی جماعت تیار کرکے یہاں لایا ہوں، اگر یہ اس وقت ہلاک ہوجائے گی تو پھر اس سرزمین پر کوئی تیرا نام لینے والا نہیں رہے گا اور آپ اتنی عاجزی فرمارہے تھے کہ آپ کے دستِ مبارک اٹھے اور اٹھتے اٹھتے اوپر تک چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل کی سفیدی ابوبکر صدیقؓ دیکھ رہے ہیں اور تڑپ کر کہہ رہے ہیں کہ بس بس یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول بس، اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائیں گے (۱)، پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ ہزار کی تعداد میں اور یہ ۳۱۳ر کی تعداد میں ہیں؛ مگر منٹوں میں نقشہ بدل گیا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے سامنے عاجزی کی، ہم تو اتنی بار مار پڑنے کے باوجود بھی عاجزی نہیں کررہے ہیں، مشکل ہماری یہ ہے کہ ہمارے اندر رجوع الی اللہ نہیں ہے، یہ ہر جگہ اتنی مار پڑ رہی ہے پھر بھی جو رجوع ہونا چاہیے، ہمارے دل میں ایک تڑپ ہونی چاہیے، میرے بھائیو! ہمارے اندر وہ تڑپ نہیں ہے، اللہ تڑپ پیدا فرمادے، اللہ ہمارے دلوں میں میلان پیدا فرمائے اور یقین کامل۔

(۱) مسلم شریف: ۴۶۸۷

ایک مانگنے کی چیز:

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کہا تھا کہ یہ دعا مانگا کرو کہ اللہ ہم تجھ سے ایسا یقین مانگتے ہیں جو ہمارے لیے مصیبتوں کا سہنا آسان کردے، مسنون دعاؤں میں ہے: ’’**ومن الیقین ما تھون به علینا مصیبات الدنیا**‘‘ (۱) اے اللہ! ہم آپ سے ایسا یقین طلب کررہے ہیں جس کی وجہ سے دنیا کی کوئی بھی مصیبت آئے ہم جھیل جائیں اور ہمارا ایمان ادھر سے ادھر نہ ہوجائے ’’**اللّٰهم لا تجعل الدنیا أكبر همنا، ولا مبلغ علمنا**‘‘ اے اللہ! تو اس عقبی کو ہماری زندگی کا آخری مقصد بنا کہ ہم رات دن بس اسی میں رہیں، دعا منگوائی ہمارے پاس ’’**لا تجعل الدنیا أكبر همنا**‘‘ ہماری فکر سب سے زیادہ بس پیسہ کماؤ، پیسہ کماؤ یہ نہ ہو، ’’**ولا مبلغ علمنا**‘‘ ہمارا علم ہماری ڈگری کی انتہا کیا ہے؟ ہمیں اچھی پوزیشن مل جائے، ہم مرسی دیز گاڑی خرید لیں، ہم اعلیٰ قسم کی ڈگری لیں گے تو ہمیں زیادہ تنخواہ ملے گی، گورنمنٹ میں ہمیں اچھی جوب مل جائے گی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’**لا تجعل الدنیا أكبر همنا، ولا مبلغ علمنا، و لا تسلط علینا من لا یرحمنا**‘‘ (۲) اے اللہ! ہمارے اوپر ایسے لوگوں کو مسلط نہ فرما جو آپ سے نہیں ڈرتے، ہم تو اللہ تعالیٰ سے یہ مانگتے بھی نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات بہت قوی ہے، اس کے پاس طاقت ہے، اللہ جس وقت چاہیں گے یہ سارے نقشے ان کے مٹ جائیں گے۔

---

(۱) ترمذی: الرقم: ۳۵۰۲ (۲) ترمذی: ۳۵۰۲

قلندر آں چہ گوید دیدہ گوید:

میں نے کاوی کے جلسہ میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے سنا جب ہم ڈابھیل میں تھے تو کاوی میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ تشریف لائے تھے، وہ بہت قوت کے ساتھ دعوت دیتے تھے، ایمان ان کا بہت قوی تھا تو ہم سامنے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ دیکھو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور یہ دین کی دعوت کا کام کرو، یہ حضرت کے الفاظ تھے، قسم خدائے پاک کی یہ روس اور امریکہ کی طاقتیں، روس تو اس وقت بہت پاورفل تھا، جب حضرت تقریر کررہے تھے اس وقت تو کسی کو تصور میں بھی نہیں تھا کہ روس گر جائے گا؛ لیکن حضرت نے کہا کہ ’’یہ روس اور امریکہ اس طرح نیچے گر جائیں گے جیسے خشک پتے نیچے گر جایا کرتے ہیں‘‘ میرے دل میں آیا کہ مولانا یہ کیا تقریر کررہے ہیں کہ امریکہ اور روس دونوں سپر پاور ہیں، ہم طالب علم تھے تو اس وقت ہماری سمجھ میں نہیں آیا؛ لیکن چند سال کے بعد دیکھا کہ سوکھے پتے کی طرح یہ روس گر کر رہ گیا تو مجھے یاد آیا کہ وہ قلندر کچھ کہہ رہا تھا، فارسی میں کہاوت ہے ’’قلندر آں چہ گوید دیدہ گوید‘‘، اللہ والے جو کچھ کہتے ہیں دیکھ کر کہتے ہیں، مولانا نے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ قسم خدائے پاک کی اگر تم رجوع الی اللہ کرو تو یہ بڑی طاقتیں سوکھے پتے کی طرح زمین پر گر جائیں گی، بھائی یہ رمضان کا مہینہ کھونے کا نہیں کمانے کا مہینہ ہے، رجوع الی اللہ کا مہینہ ہے، اپنے دلوں کو صاف کرنے کا مہینہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو صحیح رمضان گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

(۱۴)

امریکہ و یورپ میں حفظ قرآن و تجوید کا فیض

۲۳؍مئی ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب مسجد دارالسلام (ٹورنٹو، کینیڈا) میں ''اسلامک فاؤنڈیشن'' کی تحریک پر مظاہرۂ قراءت ونعت کے عنوان پر ایک پروگرام منعقد ہوا تھا، جس میں حضرت مفکر ملت مدظلہ نے یہ خطاب فرمایا تھا۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب سورتی زید مجدہ نے اسے کتابی شکل دے کر شائع فرمایا تھا، اب مناسب ترمیم کے بعد اسے صدائے دل میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

الحمدللہ و کفی، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

''وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرْ''(۱) **صدق اللہ العظیم**

قابل احترام علمائے کرام، معزز و محترم قرائے عظام، بزرگو اور دوستو! ابھی ہمارے سامنے ان قرائے کرام نے بہترین انداز میں قرآن مجید سنا کر ہماری روح کو تازگی بخشی، اللہ تعالیٰ ان قرائے کرام کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

قراءتِ قرآن کا حکم:

مقصد صرف یہ ہے کہ ہم قرآن مجید سن کر یہ کوشش کریں کہ ہمارے بچے بھی اسی طرح صحیح قرآنِ مجید پڑھیں، قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ **''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلا''**(۲) قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **''اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ''**(۳) قرآن مجید کو عربی لہجہ میں پڑھا کرو، دوسری حدیث شریف میں آیا ہے **''زَیِّنُوْا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِکُمْ''**۔(۴)

(۱) سورۃ القمر: ۱۵
(۳) المعجم الاوسط: ۷/ ۱۸۳، الرقم: ۷۲۲۳، شعب الایمان: ۴/ ۲۰۸، الرقم: ۲۴۰۶
(۲) سورۃ المزمل: آیت ۴
(۴) ابوداود شریف: الرقم: ۱۴۷۰، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ

اور اللہ تعالیٰ نے یہ ایک عجیب بات رکھی ہے کہ اگر کوئی آدمی صحیح تجوید کے ساتھ اور اچھی آواز میں قرآن مجید پڑھے تو کوئی بھی آدمی اگر چہ وہ قرآن مجید کے ترجمہ سے واقف نہ ہو تب بھی متأثر ہو جاتا ہے۔

روس کے صدر اور وزیر اعظم خروش چیف پر قرآن کریم کا اثر:

شیخ عبدالباسط عبدالصمد رحمہ اللہ جو مصر کے مشہور قرا میں سے تھے، وہ ایک مرتبہ لاہور آئے تو ان کا انٹرویو لیا گیا کہ آپ اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ ہمیں سنائیں۔

تو شیخ نے کہا کہ ایک عجیب واقعہ سناتا ہوں کہ صدر جمال عبدالناصر کے زمانہ میں روس کے صدر اور وزیر اعظم خروش چیف اور بلغانین مصر آئے تھے، وہ دونوں ملحد تھے، اللہ تعالیٰ کو ماننے والے لوگوں میں سے نہیں تھے، لیکن صدر جمال عبدالناصر کی ایک عادت یہ تھی کہ جب کوئی ایسا جلسہ ہوتا تھا تو مجھے بلاتے اور مجھ سے قرآن پڑھواتے؛ چناں چہ مجھے بلایا گیا، مجھے بڑا تعجب ہوتا رہا کہ یہ صدر مملکت مجھے اس جلسہ میں بلا رہے ہیں اور یہ لوگ تو اللہ کو بالکل مانتے نہیں ہیں، میں ان کے سامنے قرآن مجید پڑھوں؟

لیکن بہر حال صدر کا حکم تھا تو میں بیٹھ گیا اور میں نے جب تلاوت شروع کی تو تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ روسی مہمان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔

ایک ملحد آدمی جو اللہ کو نہیں مانتا لیکن قرآن مجید کا اثر ایسا ہوتا ہے کہ جب آدمی اس کو سنتا ہے تو اس کی طبیعت مچلنے لگتی ہے، یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے۔

معجزۂ قرآنی: عجمیوں کا صغر سنی میں حفظ اور صحیح قراءت کرنا:

اور ایک معجزہ ابھی آپ نے یہاں دیکھا کہ یہ چھوٹا سا بچہ جس نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس نے پورا قرآن مجید حفظ کر رکھا ہے، یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے، یہ عجمی بچہ ہے، عربی نہیں ہے۔

گذشتہ سال ''اسلامک فاؤنڈیشن'' میں جو جلسہ ہوا تھا، اس میں میرے ساتھ مصر کے قاری سعید صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور ابھی جس بچہ کو انعام ملا یعنی حذیفہ یوسف امین ڈُسو، جب یہ پڑھ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ قاری سعید صاحب کی آنکھوں سے موسلا دھار آنسو بہہ رہے تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی تکلیف ہے؟ میں نہیں سمجھ سکا کہ کیوں قاری صاحب رو رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر تعجب ہو رہا ہے کہ یہ سب عجمی بچے ہیں، کوئی ہندوستان کا ہے، کوئی پاکستان کا ہے، کوئی کہاں کا ہے اور یہ اس عربی لہجہ میں بلا تکلف قرآن مجید پڑھ رہے ہیں کہ اس بچہ کی ایک بھی غلطی نہیں ہوئی، تو انہوں نے کہا کہ أین **أطفال العرب** عرب کے بچے کہاں گم ہو گئے، میرے دوستو! یہ اللہ تعالیٰ کا ہم لوگوں پر احسان ہے۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ہمیں قدر کرنی چاہیے، میں ''اسلامک فاؤنڈیشن'' والوں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ سلسلہ شروع کیا اور یہ بہت مفید سلسلہ ہے، اس سے ہماری آنے والی نئی نسلیں صحیح قرآن مجید پڑھنے کی طرف راغب ہوں گی، ہم نے کتنے ہی بچوں کو دیکھا کہ کیسیٹس سن سن کر شیخ علی بن عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ (امام المسجد النبوی الشریف) کی نقل کر رہے ہیں، تو کتنے

شیخ سدیس المحترم (امام المسجد الحرام) کی نقل کررہے ہیں اور کتنے شیخ شاطری کی نقل کررہے ہیں تو قرآن مجید کو صحیح انداز سے پڑھنے کا ان بچوں کو شوق پیدا ہوتا ہے، ان بچوں کو ضرور ان جلسوں میں لانا چاہیے۔

فلاحِ دارین کے فیض کا امتداد:

اللہ تعالیٰ ہمارے ان قرائے کرام کو بہترین بدلہ عطا فرمائے جو اپنے اپنے مقام پر بڑے اونچے درجہ کے قرا ہیں، آپ کے سامنے جو قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی زید مجدہ اور قاری ایوب اسحٰق صاحب مدظلہ تشریف لائے ہیں، ان کے کتنے شاگرد اب دنیا میں پھیل چکے ہیں، جو صحیح قرآن مجید پڑھتے ہیں، آپ اگر دیکھیں تو برطانیہ، موریشش، ری یونین، افریقہ، کینیڈا اور یہاں جتنے بھی بڑے بڑے قرا اس وقت اس مسجد میں ہیں، اکثر وبیش تر ''دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر'' ضلع سورت، گجرات ہی کے فارغ ہیں۔

مدارس دینیہ کی عظیم خدمات:

اللہ تعالیٰ ان مدرسہ والوں کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جن لوگوں نے ان مدرسوں پر خرچ کیا، اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھردے کہ انھوں نے وہاں ایک چراغ جلایا جس کی روشنی سارے عالم میں پھیل گئی۔

آپ حضرات کو اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے مدارس جو پاکستان اور ہندوستان میں قائم ہیں ان کا فیض کہاں کہاں اور کس طرح پہنچ رہا ہے۔

امریکہ میں ہم ایک جگہ گئے، ایک قاری صاحب پڑھ رہے تھے، وہ پاکستان کے کسی مدرسہ کے قاری تھے، بہترین قرآن مجید پڑھ رہے تھے، یہ جو ہمارے مدارس میں چٹائیوں پر بیٹھ کر یہ بچے پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے پورے عالم میں قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھانے کا ایک سلسلہ شروع فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان قرا حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، دیکھئے! اللہ تعالیٰ کا کیسا نظام ہے، قاری سعد صاحب نعمانی مدظلہ نے فرمایا کہ میری پیدائش کراچی کی ہے، ایک بچہ کراچی میں پیدا ہوا، جس کی زبان عربی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا کر مدینہ منورہ بھیجا اور یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ حرم شریف کے جتنے بڑے بڑے قرا ہیں وہ سب کے لہجہ میں پڑھتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیخ سدیس ہی کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، یہ معجزہ ہے قرآن کریم کا۔

شیخ محمد المجذوبؒ کا ایک چھوٹے سے عجمی بچہ کے حفظ قرآن پر تعجب:

عرب کے بہت بڑے عالم شیخ محمد المجذوب رحمہ اللہ جو ''جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ'' میں استاذ بھی رہے ہیں، اصل شام کے شہر حلب کے باشندے تھے، وہ ہندوستان تشریف لائے تو ہم نے ان کو اپنے مدرسہ (دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر) میں دعوت دی، اس وقت ایک چھوٹے سے بچہ نے قرآن مجید حفظ کیا تھا، ہم نے شیخ سے کہا کہ یہ حافظ ہوگیا ہے تو چوں کہ وہ بہت چھوٹا سا تھا تو شیخ نے مجھ سے بار بار پوچھا کہ: **هَلْ حَفِظَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ اَوْ بَعْضَ الْاَجْزَاءِ؟** (کیا اس نے پورا قرآن مجید حفظ کیا ہے یا بعض پارے؟) تو میں نے کہا کہ: **حَفِظَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ** (پورا قرآن حفظ کیا ہے)، شیخ بہت تعجب کرنے لگے کہ یہ تو بالکل چھوٹا سا عجمی بچہ ہے، انھوں نے

سات جگہ سے قرآن مجید پڑھوایا، شیخ خود بھی بہت جید حافظ تھے تو کسی جگہ ایک منٹ کے لیے بھی وہ بچہ نہیں رکا اور بہت بہترین آواز میں پڑھا تو میں نے دیکھا کہ شیخ زار وقطار رو رہے ہیں، اور ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے: وَاللہِ هٰذِهٖ مُعْجِزَةُ الْقُرْآنِ (قسم خدائے پاک کی یہ قرآن پاک کا معجزہ ہے)، یہ قرآن پاک کا معجزہ ہمارے سامنے ہے، یہ قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ عطا فرمایا ہے، مسلمانوں کی روح قرآن مجید پڑھ کر تازہ ہو جاتی ہے۔

میرے دوستو! ان مجلسوں کی قدر کریں اور آیندہ کل بھی مسجد ابوبکر میں ظہر کے بعد پروگرام ہے، پھر جیسے ہمارے بھائی عبدالحق صاحب نے اعلان کیا کہ اتوار کو بھی پروگرام ہے، اس کو غنیمت سمجھیں اور قرآن کریم کو بہت ہی احترام کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس حیثیت سے سنا جائے اور کوشش کی جائے کہ ہماری زبان سے بھی صحیح طریقہ سے قرآن مجید کے الفاظ ادا ہوں، اس لیے کہ قرآن مجید عربیٔ مبین میں نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ"(۱) ہم کو عربیٔ مبین میں پڑھنا چاہیے، ہمیں فارسی، گجراتی اور اردو لہجہ میں قرآن شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔

قاری ایوب اسحاق صاحب کی خوش الحانی:

ابھی جب قاری ایوب صاحب پڑھ رہے تھے تو مجھے مصر کے مشہور قاری مصطفی اسماعیل رحمہ اللہ یاد آ گئے، میں نے سوچا کہ شیخ مصطفی اسماعیلؒ کی قراءت کسی نے کیسٹ میں سنی ہو اور وہ قاری ایوب صاحب کی قراءت سنے تو وہ یہی سمجھے گا کہ شیخ

(۱) سورۂ شعراء: ۱۹۵

مصطفی اسماعیل پڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیا انعام عطا فرمایا ہے قاری ایوب صاحب کو کہ ساؤتھ افریقہ میں پیدا ہوئے، ان کی مادری زبان انگریزی ہے، اصل صوبۂ گجرات کے ضلع سورت کے کٹھور گاؤں کے باشندے ہیں، لیکن یہ قرآن اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے پڑھوایا کہ جیسے کوئی مصری قاری پڑھ رہا ہو تو ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہم چاہے ہندوستانی ہوں، چاہے بنگال کے ہوں، چاہے سندھ کے ہوں، یا کسی اور جگہ کے ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو سب کے لیے عام کر رکھا ہے، جو محنت کرے گا وہ پائے گا۔ انشاء اللہ!

اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو قبول فرمائے، میں دوبارہ ان قرا حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں، اور خصوصاً ہمیں "اسلامک فاؤنڈیشن" والوں کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ انہوں نے دو سال سے یہ بہترین پروگرام اپنے یہاں جاری کیا ہے، اور آیندہ بھی یہ پروگرام ہمارے یہاں ہوتے رہیں تا کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی فضا عام ہو جائے۔

حضرت قاری انیس صاحب فیض آبادیؒ کا فیض:

میرے بھائیو! ہمارے یہاں فلاحِ دارین ترکیسر میں قاری انیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، بالکل سیدھے سادے آدمی تھے، جب ہم ان کو لینے گئے تو انہوں نے مجھ سے دو شرط کی تھی کہ میں کبھی جلسہ میں نہیں پڑھوں گا اور امامت نہیں کروں گا، میں امامت کا اور جلسہ کا قاری نہیں ہوں، لیکن میں فن سکھاؤں گا، یہ حضرات جو ابھی آپ کے سامنے پڑھ رہے تھے وہ قاری انیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

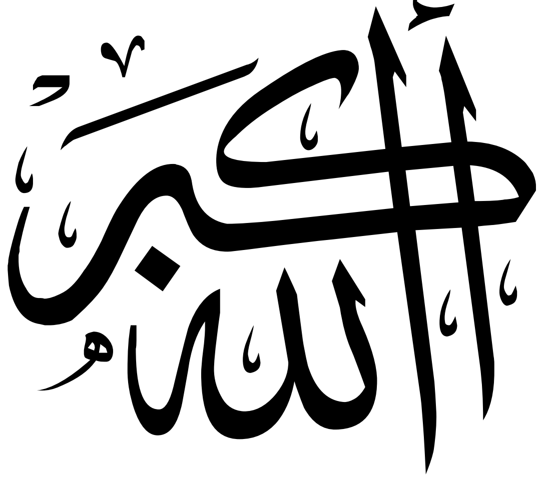
ہی کے شاگرد ہیں اور وہ اس کثرت سے درود پاک پڑھنے والے تھے کہ ہزاروں مرتبہ رات کو اٹھ کر درود پاک پڑھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کا فیض ایسا عام کیا کہ آپ دنیا کے کسی خطہ میں چلے جائیں، انشاء اللہ ان کے شاگرد آپ کو ضرور ملیں گے، یہاں آٹھ دس قرا جو ٹورنٹو میں نظر آرہے ہیں وہ سب انہیں کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ قاری انیس صاحب رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے بھر دے کہ کیسا فیض ان کا پہنچا کہ دنیا کے کونے کونے میں قرآن شریف کی صحت کا ایک ماحول پیدا ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس ماحول کو قائم رکھے اور اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ سب کو قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعا فرمایئے ہمارے محترم بھائی جنید جمشید صاحب(۱) (پاکستان کے معروف نعت خواں) کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے جیسا کہ آپ نے انگریزی زبان میں بھی خبر سنی، اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

---

(۱) مداح رسول، لاکھوں قلوب کے دلوں کی دھڑکن، مشہور مبلغ ۳/ستمبر ۱۹۶۴ء کو پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں آنکھیں کھولیں، سعودی عرب کے شہر ینبوع میں گریجویشن کرنے کے بعد پاکستان میں فائٹر پائلیٹ بننے کا خواب تھا؛ لیکن نظر کی کمزوری کی وجہ سے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا، ۱۹۹۰ء میں لاہور سے میکینکل انجینئر کی ڈگری حاصل کی، موصوف کو موسیقی سے بڑا لگاؤ تھا، قومی نغمہ ’’دل دل پاکستان‘‘ کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی، ۲۰۰۴ء میں باضابطہ طور پر اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کر دیا، دین کی طرف آپ کو لانے میں حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم کا اہم رول رہا ہے، ۷/دسمبر ۲۰۱۶ء کو ایک تبلیغی سفر سے واپس ہوتے ہوئے خیبر پختونخواہ میں حوالیان کے علاقے میں آپ کا طیارہ پہاڑ سے ٹکرا گیا، اس حادثے میں آپ نے اپنی اہلیہ اور بچوں کے ہمراہ جام شہادت نوش فرمایا، آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لاکھوں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی، مشہور مبلغ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اب دارالعلوم کورنگی کراچی میں استراحت فرما رہے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!



(۱۵)

استقبالیہ کلمات

۲۰۱۰ء میں
حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم
کی ترکیسر تشریف آوری کے موقع پر
حضرت مفکر ملت مدظلہ نے
یہ استقبالیہ کلمات پیش فرمائے تھے۔

اس جامعہ کے مؤقر اساتذۂ کرام، باہر سے تشریف لائے ہوئے بہت سے ہمارے معزز علمائے کرام اور میرے عزیز طلبہ!

اے کہ آمدنت باعثِ خوش بختیٔ ما:

ہم سب کے لیے آج کا یہ دن بہت ہی مبارک دن ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آج عید کا دن ہے، اس لیے کہ آج کئی سال کی تمناؤں کے بعد ہمارے درمیان ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کے سب سے پہلے شیخ الحدیث تشریف فرما ہیں، جنھوں نے سب سے پہلے بخاری شریف کا درس اس ''دارالعلوم'' میں دیا تھا۔

حضرت مولانا تقی الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ ممتاز محدث ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی کا بیش تر حصہ علم حدیث کی خدمت میں لگا دیا ہے، جس کو اوڑھنا بچھونا بنانا کہتے ہیں، کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو مختلف فنون پڑھاتے ہیں، لیکن حضرت مولانا مدظلہ العالی کو اللہ تعالیٰ نے شروع سے توفیق بخشی کہ وہ علم حدیث کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور حضرات علما ومحدثین سے استفادہ کیا، ایک تو ہے درس و تدریس کا مسئلہ اور ایک ہے کسی فن کی کتاب کی تحقیق کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا سے جہاں درس وتدریس کا کام لیا کہ وہ برسوں سے اس میں لگے ہوئے ہیں، اسی طرح حدیث کی تشریح میں اور اس کی نشر واشاعت میں بھی ان کا بہت اہم رول رہا ہے، اللہ تعالیٰ بھر پور بدلہ عطا فرمائے حضرت مولانا کو کہ ان کی بے پناہ جدوجہد اور رات دن کی محنتوں کے نتیجے میں ہمارے اکابر رحمہم اللہ کے علمی کارنامے جو لیتھو پر

چھپا کرتے تھے اور ہندوستان تک محدود تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیج سے محیط تک پہنچا دیا، **من الخليج إلى المحيط** ۔

مولانا تقی الدین صاحب کی عظیم خدمات:

آج شاید ہی عرب کا کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں ہمارے ان بزرگوں کی چیزیں نہ پہنچی ہوں، ''**بذل المجهود، أوجز المسالك** اور **التعليق الممجد**'' ایسی عظیم کتابیں ہیں جن کے پہنچنے کے بعد وہاں کے علما کو ہندوستان کے علما کی اہمیت معلوم ہوئی، ان عظیم خدمات کے سلسلہ میں ان کی آنکھیں روشن ہوئیں اور لوگ استفادہ کر رہے ہیں، یہ اس لیے ممکن ہوا کہ مولانا نے بہت محنت سے ان کتابوں کی تصحیح کر کے نئے انداز میں شائع کرنے کی کوشش کی، ان کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

مولانا نے کتابوں کی تحقیق وتعلیق اور طباعت واشاعت کے ساتھ ''دار العلوم ندوۃ العلما'' میں حدیث کا درس دیا۔ یہاں ''فلاحِ دارین'' میں درس دیا، اس کے بعد مولانا کا جب سفر ہو گیا العین یونی ورسٹی کا تو مولانا وہاں استاذِ حدیث ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں بھی نام پیدا کیا اور بیرون ممالک میں بھی نام روشن کیا، انہوں نے اپنی زندگی حدیث شریف میں کھپا دی اور ایسے افراد بہت کم ملیں گے، الحمد للہ! پڑھانے والے تو بہت ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، ہم کسی کی کوئی قیمت کم کرنا نہیں چاہتے لیکن یہ ہے کہ اس سے فرق پڑتا ہے، معلومات کا فرق ہے، حضرت کے سامنے کتابیں ہیں، بخاری شریف کے متعدد نایاب نسخے جمع کر کے

حضرت نے تقابل کیا ہے، وہ سالہا سال سے بخاری شریف کی تصحیح میں لگے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ بہت جلد چھپ کر وہ منظر عام پر آئے گی، مولانا نے اس پر اتنی محنت کی ہے کہ بہترین اور صحیح نسخہ انشاء اللہ امت کے ہاتھ میں آئے گا(۱)، تو یہ محنتیں مولانا کی کسی ایک علاقہ پر نہیں بل کہ پوری علمی دنیا پر مولانا کا احسان ہے، آج ہندوستان سے باہر کتنے اہل علم ہیں ان کے سامنے جب اس قسم کے علمی کارنامے جاتے ہیں تو واقعی ان کے دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی عمر کو دراز فرمائے۔

تو ایسی عظیم شخصیت کا ہمارے سامنے تشریف لانا اور اس حال میں تشریف لانا کہ حضرت کی طبیعت بھی صحیح نہیں ہے، جیسے میں بیمار ہوں حضرت بھی بیمار ہیں، حضرت کو قلب کا عارضہ بھی ہے، ہم بار بار حضرت سے درخواست کرتے رہے کہ آپ بمبئی تشریف لائیں تو ایک مرتبہ ضرور تشریف لائیں، اب کی مرتبہ جب بات ہوئی تو حضرت نے ہماری ناچیز دعوت قبول فرما لی، ہم حضرت کی تشریف آوری پر بے حد ممنون ہیں، ہمارے پاس شکریہ کے الفاظ نہیں ہیں، ہم تو صرف یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس عظیم کام پر بھرپور بدلہ عطا فرمائے۔

محترم طلبہ! آپ حضرات کے لیے کتنی بڑی سعادت کی بات ہے کہ آپ کو گھر بیٹھے ہوئے سند مل جائے گی، پہلے زمانے میں ایک ایک حدیث کے لیے لوگ دور دور کا سفر کرتے تھے، پہلے زمانہ میں ایسے علما کے بارے میں طلبہ کو پتہ چل جاتا تو

---

(۱) ماشاء اللہ بخاری شریف کا یہ نسخہ پندرہ جلدوں میں جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڈھ کی زیر نگرانی ''البشائر الاسلامیہ بیروت'' سے شائع ہو کر اہلِ علم کی آنکھوں کا سرمہ بن چکا ہے۔

تو مہینوں کی مسافت طے کر کے جاتے تھے اور ان سے حدیث کی سند لیا کرتے تھے، اب تو وہ ذوق وشوق نہیں رہا، ذوق وشوق ہو تو آدمی چلا جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو زریں موقع عطا فرمایا ہے، آپ ابھی حضرت کا درس سنیں گے، جن کتابوں سے مولانا واقف ہیں اگر مولانا کے ساتھ رہنے کا موقع ملے تو پتہ چلے کہ علم حدیث کا ذخیرہ کتنا وسیع ہے اور کتنے وسیع ذخیرے پر حضرت مولانا کی نظر ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور بہت سے اہم کام ابھی بھی مولانا کے ہاتھ سے انجام دیئے جارہے ہیں، اللہ کرے کہ وہ کام ہوجائیں، وہ ایسے کام ہیں جن میں ہمارے بزرگوں کی قیمتی چیزیں امت کے سامنے آئیں گی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب ''**ازالۃ الخفاء**''، اس کے علاوہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''**بذل المجھود**''، حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ''**اوجز المسالک**'' اور مولانا عبد الحئی لکھنویؒ کی ''**التعلیق الممجد**'' وغیرہ کتابیں آپ کی تحقیق سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ:

اللہ تعالیٰ نے مولانا کو بہت سی خوبیاں عطا فرمائی ہیں، پڑھنے پڑھانے کے ساتھ اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ تعلق بھی رہا، ان کی ان پر خاص توجہ ونظر رہی، یہ سب انہیں کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت ملی اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ آپ کو کس قدر چاہتے تھے وہ سب اہلِ علم کو معلوم ہے، حضرت

مولانا قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اور اس وقت کے عرب کے بڑے بڑے علما، جن کے نام سے ہم لوگ واقف نہیں ہیں ان حضرات کے ساتھ آپ کے تعلقات رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، دوبارہ اپنی طرف سے، اربابِ دار العلوم کی طرف سے، اساتذۂ دار العلوم کی طرف سے اور عزیز طلبہ کی طرف سے حضرت مولانا کا بے حد شکر گزار ہوں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مولانا کو صحت اور عافیت کے ساتھ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ان کے فیوض کو عام وتام فرمائے۔ آمین!

(۱۶)

دل کی دنیا آباد کرنے والے مراکز کی ضرورت ہے

جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڈھ میں ۲، ۳؍صفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۴، ۲۵؍مارچ ۲۰۰۴ء کو منعقدہ دو روزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی بعنوان ’’حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنیؒ‘‘ میں یہ خطاب پیش کیا گیا۔

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، سیدنا ومولانا محمد، وعلی اٰلہ وأصحابہ وأتباعہ إلی یوم الدین۔ أما بعد!

قابل صد احترام صدرِ جلسہ، مشائخِ عظام اور معزز حاضرین!

آج کے اس جلسہ کے دو مقاصد ہیں، ایک تو اس مرکز کا افتتاح جس کا انتساب داعئ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی رحمہ اللہ کے ساتھ ہے اور دوسرا مقصد قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مقالات یا اپنے خیالات کو بیان کرنا ہے۔

اندلس کی نشأۃِ ثانیہ میں حضرت مفکر اسلامؒ کا عظیم رول:

جہاں تک مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واقعی ان کو اتنے کمالات سے نوازا تھا جن کا احاطہ مشکل ہے، ابھی چار مہینے پہلے دو روز کے لیے میں ’’مراکش‘‘ گیا اور وہاں سے مجھے ’’اندلس‘‘ جانا تھا، ایک شنقیطی دوست کے انتظار میں لبِ سڑک کھڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک چھوٹا سا مکتبہ ہے، اخبارات ورسائل اور چھوٹی چھوٹی کتابیں بک رہی ہیں، میں اس میں داخل ہوا، میں نے سوچا جب تک وہ آئیں دیکھتے ہیں یہاں کیا کتابیں ہیں، تو ایک کتاب پر نظر پڑی، جس کا نام تھا ’’الإسلام في هسبانية‘‘، اسپین میں اسلام کے بارے میں شیخ کتّانی جو ’’مراکش‘‘ کے بڑے عالم ہیں، انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے، میں اس

کتاب کو پڑھ رہا تھا، انہوں نے ''اندلس'' کے بارے میں لکھا ہے جہاں مسلمانوں کو بالکل نیست و نابود کر دیا گیا تھا، نہ وہاں کوئی مسجد باقی رہی تھی، نہ کوئی انجمن تھی، لیکن اتنے سالوں کے بعد اب وہاں حالات میں تغیر آیا، اب وہاں مسجدیں بننے لگیں، انجمنیں بھی قائم ہونے لگیں اور نوجوان جمع ہو کر کچھ دین کی دعوت کا کام کرنے لگے، وہ اِس واقعہ کو لکھ رہے تھے، اُس کتاب میں انہوں نے لکھا کہ اس میں سب سے زیادہ اہم رول اور اس کام کا سہرا سید ابوالحسن علی الحسنی الندویؒ کے سر ہے۔ شیخ کتّانی نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ وہ اسپین آئے تو انہوں نے یہ کام کیا کہ یہاں مسلمان نوجوان طلبہ کو جو ''مراکش'' کے تھے، اسپین میں آ کر وہ کچھ تعلیم حاصل کر رہے تھے، نیز دوسرے ملکوں کے بھی تھے ان کو جمع کیا اور اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ آپ حضرات مل کر اس کام کو اٹھائیں، نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت ''قرطبہ'' میں، ''اشبیلیہ'' میں، ''میڈرڈ'' میں اور ''غرناطہ'' میں جوانوں کی انجمنیں قائم ہیں، یہ سب حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں صدقۂ جاریہ ہیں۔

جب ''غرناطہ'' میں ''قصر حمراء'' کو دیکھنے گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہاں بالکل سامنے ''حی البیاضین'' میں عربوں کا محلہ ہے، وہاں ایک خوبصورت مسجد بن گئی ہے تو مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی کہ اسپین کی سرزمین پر مسجد کا قیام عمل میں آ گیا تو ہم خاص طور پر تلاش کرتے ہوئے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور قدرتی طور پر ہاتھ اللہ کے دربار میں اٹھے اور حضرت مولاناؒ کے لیے ہم نے دل سے دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ حضرت مولاناؒ کے درجات بلند فرمائے۔

امریکہ میں خانقاہی نظام:

میرے دوستو! ہندوستان کے ایک ایک عالم کی جو قدر و منزلت ہے اس کا ہمیں یہاں اندازہ نہیں ہے، ان حضرات کی کوششوں کی وجہ سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا ہے، پوری دنیا میں روحانیت کی فضا قائم ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے بارے میں بہت سے مقالات آپ سنیں گے، میں اس وقت صرف ایک بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرتؒ کے فیضان کا سلسلہ امریکہ اور کناڈا میں پہنچ چکا ہے، ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب میمن جو امریکہ کے شہر ''بفیلو'' میں ہیں، انہوں نے باوجود اس کے کہ وہ ایک ڈاکٹر ہیں، جسمانی طور پر علاج و معالجہ کرتے ہیں، لیکن حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اس وقت وہ روحانی طبیب بن کر کام کر رہے ہیں۔ ایک ''دارالعلوم بفیلو'' میں قائم کیا جہاں دورہ تک تعلیم ہے، لڑکیوں کا بھی ایک ''دارالعلوم'' قائم کیا، جس میں طالبات دورہ تک تعلیم حاصل کرتی ہیں، اس کے علاوہ خانقاہ کا جو نظام حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے وہاں تھا اور حضرت کو اخیری زندگی میں اس کے احیا کی بڑی دلی تمنا تھی۔ شیخ نے لکھا ہے کہ بڑھاپے میں' میں دربدر بھٹک رہا ہوں، کسی جگہ حضرتؒ نے اس قسم کے الفاظ لکھے ہیں، مجھے پورے الفاظ یاد نہیں، لیکن حضرتؒ کے الفاظ کا منشا یہ تھا کہ میرا یہ دورہ جو افریقہ و لندن اور برطانیہ کا ہو رہا ہے، میرا منشا یہ ہے کہ خانقاہی نظام دنیا میں کمزور ہو رہا ہے، دل کی دنیا آباد کرنے کے جو مراکز تھے وہ کمزور پڑ رہے ہیں انہیں میں آباد کروں، اسے زندہ کروں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی اس تمنا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ''امریکہ'' کے اس شہر میں خانقاہ کا نظام قائم ہے، ہر ہفتے، ہر مہینے تقریباً بیس، پچیس نوجوان جن میں تاجر، آفیسر اور ڈاکٹر، غرض یہ کہ ہر طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں، وہ بفیلو جاتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے یہاں وقت گزارتے ہیں، رمضان شریف کے مہینے میں تقریباً پچاس ساٹھ آدمی اعتکاف میں وہاں بیٹھتے ہیں، اب امریکہ جیسے ماحول میں اللہ کے کسی بندے کے ذریعے سے یہ ماحول پیدا ہوجائے کہ وہاں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا جائے، یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا کتنا بڑا فیض ہے۔

یورپ میں حضرت شیخ کا فیض:

''کینیڈا'' کے اندر مولانا مظہر عالم ہیں، جو ''بہار'' کے رہنے والے ہیں، ''اُٹاوہ'' کے قریب ایک شہر میں انہوں نے ایک مدرسہ کھولا ہے، وہ بھی حضرت شیخ کے مجاز ہیں۔ ابھی آپ نے سنا کہ مولانا یوسف صاحب متالا مدظلہٗ نے حضرت شیخ کی دعا و توجہات سے ''انگلینڈ'' کے اندر بڑا ''دارالعلوم'' قائم کیا اور ان کے طلبہ آج کل پوری دنیا میں اِدھر اُدھر گھوم کر دین کی دعوت کا کام کر رہے ہیں؛ انہوں نے اپنے بعض طلبہ کو یونی ورسٹیوں میں بھیجا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری دلوائی، یہ سب مولانا کے علوئے ہمت اور ان کی پوری توجہات کی برکت ہے اور ہندوستان میں بھی جو یہ بڑے بڑے ادارے ہم کو نظر آرہے ہیں، ان میں سے بہت سے اداروں کی سرپرستی حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے کی تھی۔ حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی جو ابھی آپ کے سامنے تشریف لائے تھے، ان کے یہاں بھی خانقاہی نظام

قائم ہے، لوگ ان سے بیعت ہوتے ہیں، انہوں نے ''دارالافتاء والارشاد'' نامی مفید ادارہ شروع فرمایا ہے جس سے لوگ منتفع ہورہے ہیں، اور حضرت شیخ کی بڑی تمنا تھی کہ انسانوں کے دلوں پر محنت کر کے انبیا علیہم السلام نے جو اصلاح کا نظام اس دنیا میں جاری کیا تھا، وہ اصلاحی نظام ہمارے علما میں آجائے کہ علم دین کے ساتھ ساتھ قلب کی طہارت اور تزکیۂ نفس کی طرف محنت کریں، ورنہ میرے دوستو! حالات اتنے خراب ہیں کہ بعض مرتبہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہلِ علم ہیں، لیکن ان سے ایسی چیزیں سرزد ہوتی ہیں کہ ہمیں بڑا تعجب ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ اندر کی جو اصلاح ہونی چاہیے اس میں کمی ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی بہت زیادہ فکر تھی اور اسی فکر کی وجہ سے پیرانہ سالی میں بیماری کی موجودگی میں لوگ ان کو لے گئے تو حضرت شیخ رحمہ اللہ کا فیض صرف ہندوستان تک محدود نہیں، پاکستان اور بنگلہ دیش تک محدود نہیں، امریکہ تک پہنچ چکا ہے، دشمنانِ اسلام نے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کہ اسلام کو ختم کیا جائے، اسلام کو مٹایا جائے، اس کی بنیادوں کو کمزور کیا جائے لیکن ہمارے ان چٹائی پر بیٹھنے والے بزرگوں کی محنتوں کی وجہ سے وہاں اس وقت قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہورہی ہیں اور اللہ اللہ کے ذکر کے نعرے لگ رہے ہیں اور انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کو جاری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بہت بلند فرمائے اور ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ حضرتؒ کے اس پیغام کو لے کر ہمیشہ چلتے رہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

(۱۷)

موجودہ حالات میں امت کو ایک اہم پیغام

حضرت مفکر ملت مدظلہ کا یہ بیان
دارالعلوم کنتھاریہ کے ۱۹۹۸ء کے سالانہ جلسہ میں ہوا تھا۔

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، سیدنا و مولانا محمد، وعلی آلہ وأصحابہ وأتباعہ إلی یوم الدین۔ أما بعد!

فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم،

الحمد للہ رب العالمین، الرحمٰن الرحیم، مالک یوم الدین، إیاک نعبد و إیاک نستعین۔ صدق اللہ العظیم۔(۱)

قابل صد احترام علمائے کرام، برادران اسلام اور میرے عزیز بھائیو!

ابھی آپ کے سامنے محترم مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے مفصل بیان فرمایا، جس میں سارے ہی ضروری مضامین بیان فرمادئے، عموماً بارہ بجے کے بعد لوگوں کی طبیعت کا رجحان کھانے کی طرف ہوتا ہے اس لیے میں آپ کے سامنے بغیر کسی تمہید کے چند مختصر باتیں عرض کردیتا ہوں۔

اسلام کے معنی:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا ہے، ہمیں یہ بات سوچنی ہے کہ اس امت کی کیا خصوصیات ہیں، دنیا کے اندر عیسائی، یہودی، بدھ اور دوسرے کئی مذاہب چل رہے ہیں؛ لیکن حق تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب صرف مذہبِ اسلام ہے، اسلام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی مکمل طور

(۱) سورۃ الفاتحۃ: ۱-۴

پر اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردے، جیسے فارسی میں اسلام کے معنی ہیں ''سرنہادن''، سر جھکا دینا، سر جھکا دینے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنی بھی زندگی کی لائنیں ہیں، آدمی ہر لائن کو اختیار کرنے سے پہلے یہ سوچ لے کہ یہ کام میرے رب کا پسندیدہ ہے یا نہیں، ہر کام میں چاہے وہ تجارت ہو یا ملازمت یا دنیا کا کوئی اور کام ہو، آدمی اپنے پروردگار کی خوشنودی کو سامنے رکھ کر اس کے مطابق زندگی گزارے، یہ ہے اسلام۔

معبود بھی ایک، مطلوب بھی ایک:

ابھی جیسے حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک شخص کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کر رہا ہے؛ مگر اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہے، بظاہر دیکھنے میں بڑا اچھا عمل ہے؛ لیکن حقیقت میں یہ عمل اچھا نہیں ہے اور ایک آدمی تجارت کر رہا ہے اور روپیوں پیسوں میں کھیل رہا ہے؛ لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو یہ ہے اسلام، میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی قیمتی دولت اسلام میں یہ عطا فرمائی ہے کہ اس نے ساری دنیا میں بسنے والے انسانوں کو ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کیا اور ہم کو نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا، جس میں ہے ''**إیاک نعبد وإیاک نستعین**''، اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یہ مسلمان کو سکھایا گیا ہے کہ اس کی زندگی کا تعلق، اس کی عبادت کا تعلق، اس کے مانگنے کا تعلق، اس کی تمناؤں کا مرکز صرف اللہ سبحانہ کی ذات ہے اور کوئی نہیں، یہ کانٹے کی بات ہے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔

ہماری عبادتوں کا قبلہ:

حضرت ربعی بن عامرؓ نے رستم کے دربار میں تقریر کی تھی، جس میں بتایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ ''**ابتعثنا اللہ لنخرج العباد من عبادة العباد إلی عبادة اللہ وحده**''(۱) ہم کو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم دنیا میں بسنے والے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ وحدہ لاشریک لہ کی غلامی میں داخل کریں، یہ اس امت کا کام ہے، اگر اب دنیا کی کوئی طاقت یہ چاہتی ہے کہ یہاں کے رہنے والے انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے سامنے جھکنے لگیں تو یہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔

میرے بھائیو! عبادت کے معنی عربی میں ''**غاية التذلل**'' یعنی انتہائی درجہ کی انکساری اختیار کرنے کے ہیں۔

آدمی عبادت میں اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہے، اس سے زیادہ کیا بات ہو سکتی ہے، آدمی کسی کے سامنے ڈنڈوت کرتا ہے یہ عبادت کا ایک طریقہ ہے، مسلمان کو بتایا گیا کہ یہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے سزاوار ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دنیا کی کوئی طاقت اس قابل نہیں ہے کہ اس کے سامنے آدمی اپنی پیشانی جھکائے، یا عبادت کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے جس کو ''**غاية التذلل**'' کہا جائے، یہ مسلمانوں کو بتایا گیا ہے اور مسلمانوں کو ہمیشہ یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیے۔

(۱) تاریخ الأمم والملوک المعروف بہ تاریخ طبری: ۲/۴۰۱

ہمارے دو محسن:

ہم ہندوستان میں رہتے ہیں، اس ملک میں اسلام کو آئے ہوئے سالہا سال ہو گئے لیکن اس ملک میں حالات بدلتے رہے، مؤرخین کہتے ہیں کہ کئی دور ایسے آئے کہ جب اسلام پر خطرات منڈلانے لگے، اکبر کا زمانہ آیا تو اکبر نے ''دینِ الٰہی'' ایجاد کیا، اس لیے کہ بیوقوفوں نے اس کو یہ سمجھایا تھا کہ تم نوسو پینسٹھ سال میں سلطنت پر آئے ہو تو اب اسلام کے ہزار سال پورے ہونے والے ہیں اور دنیا کے مذاہب کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے، ایک ہزار سال پورے ہو گئے، اب ہمیں ایک نئے دین کی ضرورت ہے تو اس نے اکبری دین ''دینِ الٰہی'' کے نام سے ایجاد کیا اور اس ملک کی قسمت کو اور اس ملک کے رہنے والوں کو اسلام سے ہٹا کر دوسرے راستے پر ڈالنے کی کوشش کی، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا، چناں چہ سرہند کی سرزمین پر مجدد الف ثانیؒ کو پیدا فرمایا جنہوں نے توحید کے جھنڈے کو اس سرزمین پر قائم فرما دیا، انہوں نے امرا کو خطوط لکھے، علما کو خطوط لکھے، بڑے بڑے تاجروں کو خطوط لکھے اور مسلمان ذمہ دارانِ حکومت کو خطوط لکھے کہ بھائی یہ کیا ہو رہا ہے اور آخر یہ حکومت والے کیا کرنا چاہتے ہیں؟ آخر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں کی وجہ سے دین اسلام کی بنیادیں اس ملک میں مضبوط ہو گئیں، اور ہم سب کا تعلق مدرسوں کے ساتھ ہے اور ہمارا تعلق اور ہماری نسبتیں ان بزرگانِ دین کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں، اس ملک میں دو آدمی ایسے گزرے ہیں جن کے ہم پر بہت بڑے احسان ہیں، ایک حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلویؒ، اس ملک کے اندر مجدد صاحبؒ کے بعد ایسا وقت آیا کہ لوگ مسلمان تو رہے؛ لیکن ان میں بدعات عام ہو گئیں، حدیث شریف کے ساتھ لوگوں کا تعلق کم ہو گیا تھا، یہاں ہندوستان میں فقہ پر زور زیادہ دیا جاتا رہا، ایرانی شیعی لوگوں کی حکومت کے اندر مداخلت کی وجہ سے لوگوں کے عقائد میں فساد پیدا ہو گیا تھا، طرح طرح کے عقائد پھیل گئے تھے، حضرت مجددؒ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تشریف لائے اور انہوں نے علم حدیث کو اس ملک کے کونہ کونہ میں عام کرنے کی کوشش کی، جو سلسلہ آج تک ان مدارس میں جاری ہے، یہ ہمارے جتنے بھی دارالعلوم ہیں، وہ سب کے سب اسی ولی اللّٰہی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

اور ولی اللّٰہی سلسلہ کا مقصد یہ تھا کہ حدیث شریف جو ملک میں پھیلے گی تو بدعات ختم ہوں گی، حدیث شریف پھیلے گی تو صحیح عقائد پیدا ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح محبت انسانوں کے دلوں میں پیدا ہوگی، شاہ ولی اللہؒ کے بعد پھر ایک دور ۱۸۵۷ء کا آیا، جب ملک میں انقلاب آیا اس وقت انگریزوں نے یہ کوشش کی کہ اس ملک سے اسلام کی جڑیں بالکل اکھاڑ کر پھینک دی جائیں، پچپن ہزار علما کو سولیوں پر لٹکا دیا گیا؛ مگر ہمارے بزرگان دین اس حالت میں بھی مایوس نہیں ہوئے، اس لیے کہ اسلام مایوسی کبھی نہیں سکھاتا، یاد رکھو میرے دوستو! ملک پر حالات جیسے بھی آئیں مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوتا:

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ۱۹۴۷ء میں جامع شاہ جہانی میں مسلمانوں کو خطاب کرکے کہا تھا کہ مسلمان اور مایوسی کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی، تم اس ملک کو چھوڑ کر کہاں جارہے ہو! ہجرت کے مقدس نام سے تم نے راہ فرار اختیار کی ہے اور مولاناؒ نے اپنے خاص خطیبانہ اور بلیغ انداز میں فرمایا تھا کہ اے لوگو! جامع شاہ جہانی کے مینار جھک جھک کر تم کو سلام کرتے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ اے لوگو! تم ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہو، یہ تمہاری مساجد، یہ تمہارے مقبرے، یہ تمہاری خانقاہیں اور یہ تمہارے مدارس کس کے حوالہ کرکے جارہے ہو اور اخیر میں ایک بات فرمائی تھی کہ اے لوگو! میرے پاس کوئی نیا نسخہ نہیں ہے جو میں تمہارے سامنے پیش کروں، اگر تم اپنے دلوں کو مضبوط بنانا چاہتے ہو تو نبی صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے جو پیغام پہنچایا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو، پھر انہوں نے قرآن مجید کی آیت کریمہ پڑھی "ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين" (۱) غم مت کرو اور بزدل مت بنو، تم ہی سربلند رہوگے اگر تم "إن كنتم مؤمنين" کی شرط کو پورا کرو!

علما کی ذمہ داری:

ایمان والا حالات سے کبھی نہیں ڈرتا، آج بھی ملک کے حالات بدلے ہوئے ہیں، آج ملک میں کچھ فسطائی طاقتیں اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ چودہ

(۱) سورۂ آل عمران: ۱۳۹

کروڑ مسلمان بچوں کے عقائد کو خراب کریں، انہوں نے نظام تعلیم تبدیل کرنے کی کوشش شروع کردی ہے؛ مگر ہمارے ملک کے علما اس سے غافل نہیں ہیں، علما آواز بلند کررہے ہیں کہ مسلمانو! چوکنا رہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے بچوں کے ایمان کو کوئی داغ لگ جائے، مسلمان ہر قربانی دے سکتا ہے؛ مگر اپنے ایمان کی کمزوری قبول نہیں کر سکتا، یہ پیشانی جو اللہ تعالیٰ نے معزز بنا کردی ہے یہ تو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے جھکے گی، اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکے گی، حضرت ذوالبجادینؓ ایک صحابی ہیں، یتیم تھے، ان کے چچا ان کی پرورش کررہے تھے، چچا کے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں تھا، جب انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہوا؛ مگر ان کو یہ ڈر محسوس ہوا کہ اگر چچا کو معلوم ہوجائے گا تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے، تھوڑے دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمت عطا کی اور انہوں نے صراحتاً کہہ دیا کہ مجھے تو جو پیغام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا رہے ہیں وہ پسند ہے اور میں مسلمان ہورہا ہوں، چچا نے کہا: اچھا تم مسلمان ہورہے ہو! تمہیں معلوم ہے کہ کھانا پینا تم کو میں دے رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ رزق تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، پھر اس نے ان کو گھر سے نکال دیا یہاں تک کہ پہنے ہوئے کپڑے بھی چچا نے اتار لیے تو وہ اپنی ماں کے پاس دوڑے ہوئے پہنچے تو ماں نے ایک کپڑا دیا جس کے دو ٹکڑے کرکے ایک کو بطور تہبند اور دوسرے کو بطور چادر اوڑھ لیا اسی لیے ان کو ذوالبجادین کہا جاتا ہے، بہرحال انہوں نے اتنی قربانی دی لیکن اسلام کو کسی صورت میں چھوڑنا پسند نہیں کیا۔(۱)

(۱) اسد الغابہ: ۲/ ۱۰۳، ۱۰۴

اب آرام حرام ہے:

ہر ایک طالبِ علم گجرات کے دس گاؤں کا انتخاب کرلے کہ ان شاء اللہ میں دس گاؤں میں جاکر یہ آواز لگاؤں گا کہ لوگو! اپنی توحید کو محفوظ رکھو! اور یہ طاقتیں جو کام کررہی ہیں اس سے چوکنا رہو تو انشاء اللہ العزیز! گجرات کے کسی بھی گاؤں میں شرک کی محنت کامیاب نہیں ہوگی بشرطے کہ ہم اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور ہمیں اپنی ذمہ داری سمجھنی پڑے گی، اب وہ دور نہیں رہا کہ ہم مدرسوں سے فارغ ہوکر کسی مکتب میں بیٹھ جائیں اور تین گھنٹے پڑھالیں اور پھر آرام سے ہم گھومتے پھریں، آرام اب ہمارے لیے حرام ہو چکا ہے، مدارس میں پڑھنے والوں کو حضرت صدیق اکبرؓ کا جو تاریخی جملہ ہے جسے تاریخ نے روشن الفاظ میں لکھا ہے اسے اپنے سینوں پر نقش کرلینا چاہیے، حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا "**أينقص الدين وأنا حي**" کیا میرے جیتے جی دین میں کوئی کمی آسکتی ہے؟ طلبہ اسے اپنے دل میں بٹھالیں۔ دنیا میں پھیل جاؤ میرے بھائیو اور انسانوں کو پیغام پہنچاؤ کہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت ہی صحیح عبادت ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، وہی اس بات کے قابل ہے کہ وہ کسی کی مدد کرسکتا ہے۔

علم کا سرچشمہ صرف ذات خداوندی ہے:

یہ علم کی دیوی کیا چیز ہے؟ جس کے سامنے ہمیں ہاتھ جوڑنے کو کہا جارہا ہے، کہتے ہیں کہ سرسوتی دیوی کی تصویر لٹکائی جائے گی کہ وہ علم کی دیوی ہے۔

اللہ تعالیٰ علم کا دینے والا ہے۔ **وعلم آدم الأسماء كلها** (۱)- اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھائے، حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف فرما تھے اور پوچھا یا رسول اللہ میرا اور آپ کا ایک ہی خاندان ہے، میرا جس قبیلۂ قریش سے تعلق ہے آپ کا بھی اسی قریش قبیلہ سے تعلق ہے؛ لیکن آپ کی زبان اور آپ کی گفتگو سن کر ہم تو حیران رہ جاتے ہیں کہ آپ کس طرح ہر قبیلہ والے سے اس کی زبان میں بات کرتے ہیں اور آپ کے الفاظ اور جامعیت کو دیکھ کر ہم حیران ہو جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**علمني ربي فأحسن تعليمي، أدبني ربي فأحسن تأديبي**" (۲) مجھے تو میرے رب نے تعلیم دی ہے اور بہترین تعلیم دی ہے، مجھے تو میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا۔

علم کی دیوی کوئی چیز نہیں ہے، ہمارے سامنے علم کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، علم اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا پڑھنے کا حکم ہوا: "**رب زدني علما**" (۳) اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما" معلوم ہوا کہ علم دینے والا صرف اللہ ہے، کوئی دیوی دیوتا علم نہیں دے سکتا، جو لوگ یہ

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۳۱

(۲) لم أجد الطرف الأول من هذا الحديث، والطرف الثاني أخرجه العسكري في الأمثال، ولكن قال ابن تيمية في مجموعة مسائل الكبرى: ۲/۳۳۶: ولا يعرف له إسناد ثابت، وأورده الشوكاني في الفوائد المجموعة، والفتني في تذكرة الموضوعات، وأنكره السخاوي والسيوطي۔ (السلسلة الضعيفة: ۱/۷۴، الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة للسيوطي: ص ۱، التذكرة في الأحاديث المشتهرة لبدر الزركشي: ص ۱۶۰، المقاصد الحسنة للسخاوي: ص ۷۳، كشف الخفا: ص ۷۰)

(۳) سورۂ طٰہٰ: ۱۱۴

سمجھتے ہیں اس ملک میں وہ غلط راستے پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک روشن اور واضح دین دیا ہے، ہمارے سامنے اسلام نے زندگی کے تمام شعبے کھول کھول کر بیان فرمائے ہیں، اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ اتنا واضح دین ہم اس ملک کے رہنے والوں تک نہیں پہنچا سکے! یہ ہمارے لیے افسوس کی بات ہے کہ ہم اب تک اذان کا مفہوم بھی ان تک نہ پہنچا سکے۔

برادرانِ وطن کا حق ہم مسلمانوں پر:

ابھی دارالعلوم دیوبند نے ہندوستان کے مدارس اسلامیہ کے علما کو ۱۲ر تاریخ کو جمع کیا تھا، رابطۂ مدارس اسلامیہ کے تحت ہم بھی اس مجلس میں حاظر ہوئے، ہما چل پردیش کے ایک عالم وہاں تشریف لائے تھے، انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اپنے گاؤں میں مسجد بنانی چاہی، وہاں مسلمان بہت تھوڑے تھے تو وہاں کے غیر مسلموں نے بڑا اعتراض کیا اور کہا کہ ہم یہاں مسجد بننے نہیں دیں گے، کیوں کہ تم پانچ وقت میں کھڑے ہوکر ''اللہ أکبر'' کہوگے، یہ لوگ ''اللہ أکبر'' کو جنگ کا نعرہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان جب کسی کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں تو نعرۂ تکبیر کہتے ہیں، وہ مولانا بہت ہوشیار آدمی تھے، انہوں نے بہت سے غیر مسلموں کو جمع کیا اور ان کو بتلایا کہ یہ ''اللہ أکبر'' کیا چیز ہے، انہوں نے بتایا کہ اس کے ذریعہ دنیا کے اندر رہنے والے اور بسنے والے ہر انسان کو یاد دلایا جاتا ہے کہ سب سے بڑی اور سب سے اعلیٰ ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اِس سرزمین پر ساری بڑائی صرف اللہ ہی کی ہے اور یہ تو آپ بھی مانتے ہیں؛ چناں چہ گجراتی میں بھی کہتے ہیں'' ઇશ્વર સૌથી મહાન છે.''

یہی مضمون ''اللہ أکبر'' میں ہے؛ لیکن چوں کہ ہم ان کو سمجھا نہیں سکے کہ بھائی! اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، ''أشهد أن لا إله إلا الله'' میں کون سی ایسی بات ہے جو ملک کو نقصان پہنچانے والی ہے؟ کوئی ہمیں بتا دے! اس میں یہ بات ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اس میں ملک کا کیا نقصان ہے؟ میرے دوستو! ہمیں یہ باتیں انہیں سمجھانے کی ضرورت ہے کہ جس چیز سے تم بھڑک رہے ہو وہ تو انسانوں کے لیے نجات کا ذریعہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوکر دنیا کے بسنے والے انسانوں کو کہا تھا کہ **''یاأيها الناس قولوا لا إله إلا الله تفلحوا''** اے لوگو! لا إله إلا الله کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ہمیں اس ملک میں رہنے والوں کو یہ پیغام پہنچانا ہے کہ اسی دین میں تمہاری کامیابی ہے، دوسرے راستے جو تم اختیار کر رہے ہو یہ ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے راستے ہیں، یہ ملک کو تنزل کی طرف لے جانے والے راستے ہیں، یہ ملک میں بربادی لانے والے راستے ہیں، اگر اس ملک سے کسی کو محبت ہے تو اسے چھوڑ دے۔

میں نے ابھی دیہاتوں میں دیکھا کہ اسکول کے کمرے موجود نہیں ہیں، بیچارے غریب بچے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر اور کسی چیز کے بچھائے بغیر درختوں کے نیچے علم حاصل کر رہے ہیں، آپ دیہاتوں میں جائیں اور دیکھیں! ہمارے پاس اسکول نہیں ہیں، ہمارے پاس راستے نہیں ہیں، ہمارے شہر گندے پڑے ہیں! جہاں دیکھو غلاظتوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اگر یورپ کا کوئی آدمی یہاں آجائے اور دیکھے تو ایسا سمجھے کہ یہ انسان نہیں ہیں، یہ جانوروں سے بدتر قوم ہے جو اس ملک میں بسی ہوئی ہے۔

میں امریکہ اور کناڈا کے شہروں میں گھوم پھر کر دیکھ چکا ہوں، میں کناڈا میں مقیم ہوں تو مجھے معلوم ہے کہ یورپ کی قومیں صفائی کو کتنی اہمیت دیتی ہیں!

اسلام کی بہترین تعلیم:

اسلام کی خوبی تو یہ تھی کہ اسلام نے نظافت سکھائی اور طہارت بھی سکھائی، یورپ کے پاس نظافت تو ہے؛ مگر طہارت نہیں ہے، ہم لندن سے بولٹن جاتے ہوئے اور وہاں کناڈا میں سفر کے دوران دیکھتے ہیں کہ پیٹرول اسٹیشن پر جہاں پیشاب خانے بنے ہوئے ہیں، موٹریں وہاں رکتی ہیں اور انگریز لوگ نیچے اترتے ہیں، بہترین قسم کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں اور بٹن بند کر کے باہر آجاتے ہیں تو کپڑے تو نظیف ہیں؛ لیکن طاہر نہیں ہیں۔

مسلمان کی خوبی تو یہ ہے کہ وہ نظیف بھی ہے اور طاہر بھی ہے، میرے دوستو! اپنے اسلام کی قدر کرو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نظافت بھی سکھائی ہے؛ چناں چہ فرمایا ”نظفوا أفنيتكم“ (۱) ”تم اپنے گھر کے صحنوں کو صاف رکھا کرو“ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت بھی سکھائی کہ جب پیشاب کرو تو استنجا کرو، غریب سے غریب مسلمان ہوگا، جس نے معمولی سے معمولی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے وہ بھی اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے کپڑے پر ایک قطرہ بھی پیشاب کا گر جائے، مسلمان طاہر ہوتا ہے، مسلمان نظیف ہوتا ہے، مسلمان پاک صاف ہوتا ہے، ہم نے یہ خوبیاں دوسرے انسانوں تک نہیں پہنچائیں،

(۱) ترمذی: ۲۷۹۹

یہ پوری امت اسلامیہ کا فرض ہے، خاص طور پر اِن مدارس عربیہ کے فضلا کا فرض ہے کہ اسلام کی خوبیاں بیان کریں۔

دعوت مسلمانوں کا فریضۂ منصبی ہے:

دوسرے ملک والے جگہ جگہ گھروں میں آ آ کر چھوٹے چھوٹے پمفلیٹ تقسیم کرتے ہیں، میں ٹورنٹو میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا، کسی نے دستک دی، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت ہے اور اس کے ساتھ دو اور لڑکیاں ہیں اور اس کے ہاتھ میں اتنا سارا لٹریچر ہے، اس میں انگریزی، عربی اور گجراتی زبان میں لٹریچر موجود ہے، دیکھو! انگریزوں کا ملک ہے؛ لیکن ان کے پاس عربی، اردو اور گجراتی تینوں زبان میں لٹریچر موجود ہے اور اس نے انگریزی میں کہا کہ ہم کچھ کتابیں لے کر آئے ہیں جن کو پڑھ کر دل کو سکون ہوتا ہے، میں سمجھ گیا، میں زیادہ انگریزی نہیں جانتا، میں اندر گیا اور انگریزی قرآن لے کر آیا، میں نے اس کو دیا، اس نے دیکھا کہ یہ قرآن ہے تو وہ پیچھے ہٹ گئی، میں نے کہا کہ آپ اس کو پڑھئے! آپ کو اس سے زیادہ سکون حاصل ہوگا، اس نے کہا ”Sorry, I am very bussy“ میں نے کہا ”Sorry, I am also very bussy“ اس کے بعد اس نے کبھی میرے دروازے کا رخ نہیں کیا، میرے بھائیو! مسلمان داعی ہوتا ہے، اگر آپ داعی نہیں بنیں گے تو بقول حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ آپ مدعو بن جائیں گے۔ بھائیو! دعوت دینے والے بنو ورنہ دوسروں کی دعوت تم پر چلے گی۔ آج محنت ہو رہی ہے کہ خود مسلمانوں میں ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جو اسلام کے

خلاف مضامین چھاپتے ہیں۔ ابھی چار پانچ دن پہلے ”گجرات مِتر“ میں پڑھا، اس میں ایک مسلمان نے لکھا کہ یہ مولوی لوگ لوگوں کو لڑاتے رہتے ہیں، قرآن میں ایسا کہاں آیا ہے کہ پردہ کرو، اس کو قرآن وحدیث کا پتہ ہے نہ ازواج مطہرات کی زندگی کا، وہ اسکول میں گیا' پڑھا اور ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے یہ لکھتا ہے، مسلمان تھوڑے سے پیسوں میں بِک جاتا ہے، اللہ کی پناہ مانگیں ایسے حالات سے کہ ہم تھوڑے سے پیسوں کے لیے اپنے ایمان کو بیچ دیں۔

صحابۂ کرامؓ کی زندگی کا مطالعہ ایمان کی تازگی کا قوی سبب ہے:

میرے دوستو! دنیا کی زندگی چندروزہ ہے، اس کے بعد ایک ایسی زندگی شروع ہونے والی ہے جس کا کوئی اختتام اور خاتمہ نہیں ہے، وہ ابدی زندگی ہے، ہمیشہ کی زندگی ہے، صحابۂ کرامؓ نے اس زندگی کی خاطر خوشی سے اپنی جانوں کو نچھاور کردیا، جب صحابۂ کرامؓ کے سینے میں برچھا لگتا تھا اور خون کے پھوارے اڑتے تھے تو وہ خون کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے چہرے پر ملتے تھے اور کہتے تھے ”فزت ورب الكعبة“، ”رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا“ ادھر ان کو دشمن سولی پر لٹکاتے تھے اور وہ کہتے تھے ؎

ولست أبالي حين أقتل مسلما   على أي شق كان لله مصرعي(۱)

أو على أي جنب كان لله مصرعي (۲)

وذالک في ذات الإله و إن يشأ   يبارک على أوصال شلو ممزع

(۱) بخاری: ۳۰۴۵، ۳۹۸۹، ۴۰۸۹، ۷۴۰۲ (۲) مسند احمد بن حنبل: ۲/ ۲۹۴، الرقم: ۶۹۱۵

اگر میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس قتل پر کوئی افسوس نہیں اور اس سولی پر سے چاہے میں ادھر گروں یا ادھر گروں چاہے میری لاش سامنے گرے یا پیچھے گرے، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، کیوں؟ ”**وذالک في ذات الإله**“ اور یہ تو اللہ کے راستے میں میری موت آرہی ہے، وہ چاہے تو میرے جسم کے ہر ٹکڑے میں برکت عطا فرمائے، یہ ہے اصل میں ایمان، اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کے حالات روزانہ گھروں میں پڑھو، یہ ہمارے لیے روشنی کے مینار ہیں، صحابہؓ کی زندگیوں کو پڑھنے سے ہمارا ایمان تازہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے اندر جو تھوڑا سا جذبہ دین کے کام کرنے کا پیدا ہوا یہ میری والدہ کی دین ہے، میری والدہ ہم کو سونے سے پہلے علامہ واقدیؒ کی ”فتوح الشام“ سنایا کرتی تھیں، جس میں صحابۂ کرام کے غزوات کے واقعات ہیں کہ انہوں نے کیسی کیسی قربانیاں دیں، ہر ہر گھر میں ہر مرد اور عورت کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو صحابۂ کرام کی قربانی کے قصے روزانہ سنائے، اگر ہمیں اس ملک میں ایمان کے ساتھ رہنا ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد اس ملک میں مضبوطی سے اسلام پر قائم رہے تو صحابۂ کرامؓ کی زندگیوں کو سامنے رکھنا ہوگا، ”**أصحابي كالنجوم**“(۱)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں، ہمیں روشنی ان سے حاصل کرنی ہے، وہ ہمارے لیے مقتدا

(۱) قال ابن عبدالبر في جامع بيان العلم وفضله: هذا إسناد لا تقوم به حجة, لأن الحارث بن غضين مجهول۔ (۲/۱۸۳)

ہیں، حضرات صحابۂ کرامؓ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے ہمارے ایمان میں ایک قسم کی تازگی پیدا ہوگی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

عبدالرحمن رأفت الباشا ایک بہت بڑے عرب کے عالم ہیں، انہوں نے عرب کے کالج کے بچوں کے لیے کتاب لکھی ہے ''صور من حیاۃ الصحابۃ'' اور دوسرا سلسلہ لکھا ہے ''صور من حیاۃ التابعین'' کے نام سے، وہ ایسی کتاب ہے کہ میں نے جب بھی اس کو ہاتھ میں اٹھایا اور کسی تابعی کے واقعہ کو پڑھنا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں، ایسی مؤثر کتاب ہے، ایسی کتابیں ہر زبان میں ہونی چاہیے۔

دین کے چار اہم شعبے:

اسی لیے میں ان فضلائے کرام سے کہتا ہوں کہ ہمیں چار میدانوں میں کام کرنا ہے، ایک دعوت وتبلیغ کا کام، جسے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس ملک میں جاری کیا، اس ملک میں جب حالات آنے والے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احوال منکشف کردیتے ہیں ''قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید'' تو پہلے سے انہوں نے اسلام کی حفاظت کا سلسلہ شروع کیا، اس میں شریک ہوجاؤ، اس کی مدد کرو۔ دوسرے مکاتب ومدارس کو مضبوط کرو۔ حضرت مدنیؒ نے ۱۹۴۸ء میں ''دینی تعلیمی کونسل کنونشن بمبئی'' میں فرمایا تھا کہ یہ مکاتبِ اسلامیہ امتِ اسلامیہ کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہیں، اگر اس میں ذراسی کمزوری ہوجائے گی تو اسلام کو نقصان پہنچے گا، آدمی یہاں سے گزرے تب بھی اِن عمارتوں کو عظمت کی نظر سے دیکھے کہ یہ وہ مدرسہ ہے جس نے ہزاروں فضلا تیار کیے، کیا یہ کوئی معمولی بات ہے، کتنے حفاظ ہوئے،

کتنے قرا ہوئے، کتنے علما ہوئے، ڈھائی سو کتابیں شائع ہوئیں، کیا یہ کوئی معمولی بات ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ تیسری چیز ایسا لٹریچر تیار کرنا جس سے ہمارے نوجوان اسلام اور ہمارے بزرگوں کی خدمات سے واقف ہوں، میں بھروچ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا، نماز ہوچکی تھی، کچھ بچے وہاں بیٹھے ہوئے تھے، میں نماز پڑھ کے ان کے ساتھ بیٹھ گیا، میں نے اُن سے پوچھا کیا پڑھتے ہو، کسی نے کہا بارہویں میں ہوں، کسی نے کہا دسویں پڑھ رہا ہوں، میں نے پوچھا ایک سوال کا جواب دو، تم حضرت عمرؓ کے بارے میں کچھ جانتے ہو، سب نے کہا ہمیں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں، خلفائے راشدین کے بارے میں ہماری قوم کو معلوم نہیں ہے، اگر آپ ان سے پوچھیں کہ فلاں کرکٹر نے کتنے رَن کیے تھے، اظہر نے کون کون سی میچ میں صدی بنائی تھی تو وہ آپ کو بتادیں گے۔

پاکستان کا مشہور کرکٹر سعید احمد ترکیسر جماعت میں آیا ہوا تھا، میں مسجد میں گیا تو دیکھ کر حیران ہوگیا کہ بہت جوتے ہیں، میں نے پوچھا کہ کیا آج کوئی شادی ہے؟ کہا نہیں! ایک جماعت پاکستان کی آئی ہوئی ہے اور اس میں ایک کرکٹر سعید احمد آیا ہوا ہے، اُسے دیکھنے کے لیے نوجوان آئے ہوئے ہیں، جب سعید احمد سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ جب میں بڑودہ گیا تھا تو بڑودہ میں ایک نوجوان نے میری کرکٹ کی ساری باتیں مجھے بتادیں کہ آپ نے فلاں وقت میں یہ کیا تھا اور فلاں وقت اتنے رَن بنائے تھے، کہا یہ سن کر میں حیران ہوگیا کہ کہاں میں پاکستان کا رہنے والا اور یہ بڑودہ کا لڑکا سب سنا رہا ہے؛ لیکن اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ حضرت

علیؓ اور امام حسینؓ کے کیا کارنامے تھے، ہماری قوم اس سے واقف نہیں ہے، یہی افسوس کی بات ہے، یہ لوگ عشرۂ مبشرہ سے ناواقف ہیں، صحابہؓ کی خدمات سے ناواقف ہیں، اسلام کی خصوصیات سے ناواقف ہیں، کیا وہ امتیازی باتیں ہیں جو اس مذہب میں ہیں دوسرے مذہب میں نہیں، اِن چیزوں سے ہماری اولاد کو واقف کرنے کے لیے بہترین زبان میں گجراتی، انگریزی اور دوسری زبان میں لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت ہے، یہ بھی ایک دین کا شعبہ ہے۔

چوتھی بات خانقاہی نظام کو مضبوط بنانا، ذکر اللہ کے بغیر کوئی چیز کام نہیں آسکتی ؎

عطار ہو رومی ہو، رازی ہو غزالی
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

آہِ سحرگاہی ضروری ہے، اللہ والوں کے ساتھ جب تک نہیں رہیں گے کچھ کام نہیں آئے گا، اگر میں بخاری شریف پڑھاتا ہوں اور میرا تعلق اللہ والوں کے ساتھ نہیں ہے تو میری یہ بخاری تعلّی پیدا کرے گی، میں اپنے دل میں یہ لے کر دنیا میں گھومتا پھروں گا کہ میں بخاری کا مدرس ہوں اور جب اللہ والوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو جیسے شاہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ بھائی میں تو دارالعلوم کا ملازم ہوں، یہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں جن کو خاتمۃ المحدثین کہتے ہیں، جن کو دیکھ کر علامہ رشید رضا مصری نے یہ کہا تھا کہ ''میں نے اپنی زندگی میں ایسا عالم نہیں دیکھا'' اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کی وفات پر تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ ''اگر کوئی ہم سے یہ پوچھے کہ تم نے علامہ عزالدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے، تم نے امام ابن تیمیہ کو دیکھا ہے، تم نے ابن

دقیق العید کو دیکھا ہے تو میں اسے کہوں گا کہ ہاں دیکھا ہے، اس لیے کہ میں نے انور شاہ کشمیریؒ کو دیکھا ہے'' زمانے کے تقدم وتاخر کا فرق ہے اور کوئی فرق نہیں ہے، اتنا بڑا عالم یہ کہتا ہے کہ بھائی میں تو دارالعلوم کا ملازم ہوں، چاہے مجھ سے بخاری شریف پڑھالے، چاہے میزان پڑھالے، یہ ان کے دل میں اتنے علم کے باوجود اس لیے پاکیزگی آئی کہ حضرت گنگوہیؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا، بھائیو! کسی بزرگ کو ہاتھ دو اور اپنے نفس کا تزکیہ کرو تب جاکر علم کی خوبی پیدا ہوگی ورنہ یہ علم ہمیں اڑائے گا، یہ علم تو اوپر اٹھاتا ہے، علم کی یہ خاصیت ہے اور یہ جب بہت اوپر اٹھاتا ہے تو آدمی پھر بہت بری طرح گرتا ہے۔

اپنی توحید کی حفاظت کریں:

میرے دوستو! اس جلسے کا پیغام یہ ہے کہ اپنی توحید کی حفاظت کرو، اپنے بال بچوں کی توحید کی حفاظت کرو اور جو ہوائیں اس وقت اس ملک میں چل رہی ہیں ان سے بیدار رہو، ہماری قوم اتنی غفلت میں ہے کہ دین کے جلسوں میں تھوڑی دیر کے لیے آتی ہے اور بازاروں میں گھومتی پھرتی ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا نے ایک اشارہ فرمایا چوں کہ وہ بڑے فاضل آدمی ہیں اس لیے انہوں نے اشارہ کیا کہ بھائی جلسہ ہے تو اس جلسہ میں چلنا پھرنا مجھے سمجھ میں نہیں آتا، **الإنسان تکفیه الإشارة** (آدمی کو تو ایک اشارہ بھی کافی ہوتا ہے) کہ آدمی کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ گجراتی میں کہاوت ہے ''**ઇન્સાન ને ઇશારો અને ગધેડાને ડફણાં**'' تو ہم تو مار نہیں سکتے کہ سب کو مار مار کر ادھر لے آئیں؛ لیکن آدمی ایک عالم کی زبان سے یہ بات سنے کہ

بھائی جلسہ تو اُسے کہتے ہیں جس میں آدمی بیٹھ کر سنے کہ کیا بات ہو رہی ہے، علما کو کیا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں، طلبائے عزیز نے دین کی اہمیت اور پرسنل لاء پر بہترین تقاریر کیں انہیں سنیں، ایسے جلسوں میں آنے کے بعد ایمان میں تازگی ہوتی ہے اور آدمی اپنے دل میں عزم لے کر جاتا ہے کہ جیسے بھی حالات ہو جائیں انشاء اللہ میں اپنے ایمان کی حفاظت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ ان اداروں کی بہت ہی حفاظت فرمائے، اللہ تعالیٰ یہاں کے کام کرنے والوں کو اخلاص نصیب فرمائے اور جتنے بھی لوگ امت میں اِن اداروں کے ساتھ کسی صورت میں وابستہ ہیں اللہ ان کی بھرپور نصرت فرمائے۔

و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

یادداشت